خلق الانسان علمه البیان (القرآن)

طلباء و طالبات کے لئے تحفۂ خاص

تفہیم البلاغہ
شرح اُردو
دروس البلاغہ

لفظی ترجمہ، عبارت کی مختصر و آسان تشریح، اشعار کا ترجمہ، اشعار کی مفصّل ترکیب و لغوی تحقیق!

ترجمہ و تشریح

مولانا محمد یار عابد

فاضل وفاق المدارس العربیہ جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا

پسند فرمودہ

حکیم العصر، ولی کامل، مخدوم العلماء حضرت اقدس

مولانا عبد المجید لدھیانوی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم۔ کہروڑ پکا ضلع لودھراں

مکتبہ ختم نبوت

MAKTABA KHATM-E-NUBUWWAT

تفہیم البلاغہ

اردو شرح

دروس البلاغہ

ترجمہ وتشریح
مولانا محمد یار: اسد

مکتبہ ختم نبوت
MAKTABA

مکتبہ ختم نبوت
38 غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور ☎ 0300-4[illegible]
حضوری باغ روڈ، ملتان ☎ 0300-6347103

نام کتاب ________ تفہیم البلاغہ اردو شرح دروس البلاغہ

ترجمہ وتشریح ________ مولانا محمد یار عابد

باہتمام ________ مرزا محمد حسین

تعداد ________ 1100

اشاعت اول ________ مارچ 2007ء

قیمت ________ 150

MAKTABA

ملنے کے پتے

مکتبہ اسلامیہ جامع مسجد روڈ چیچہ وطنی

مولوی عمران مدرس جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا 0301-7710844

مولوی محمد الیاس، العصر تعلیمی مرکز پیر محل 0302-7715187

مکتبہ رشیدیہ کمیٹی چوک راولپنڈی

مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان

مکتبہ عثمانیہ نزد گول چوک اوکاڑہ

مکتبہ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

تقریظ

استاذ الحدیث حضرت مولانا قاری محمد احمد بہاولپوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰه الذی خلقَ الانسانَ علَّمَه البیانَ. والصلوةُ والسلامُ عَلٰی رَسُوْلِه الذی اُوْتِیَ جامِعَ الکَلامِ وعَلٰی آلِه واَصْحَابِه الکِرامِ الذِیْنَ بلَّغوا الاحکام بِفَصِیْحِ الکلامِ.

اَمَّا بعدُ فقد قَرأتُ هٰذالکتابَ مِنْ مقاماتٍ مُقَدَّرَةٍ فَوَجَدْتُهُ جَیِّدًا جِدًّا. وترتیبهُ حَسَنٌ و عباراتُ التراجم والتشریحات سَهْلَةٌ لَیْسَ فِیْهَا تَعْقِیْدٌ. وعباراتُه العربیَّةُ واضِحَةٌ بِالْاَعَارِیْبِ والتَراکیب النحویة. وفی آخِرِ کُلِّ بَحْثٍ سُوالاتٌ ضَبْطُ البحثِ بِهَا سهلٌ جزی اللّٰهُ الْمُؤلِّفَ جزاءً خَیراً. ونفعه اللّٰهُ به والمحصلینَ عُلُوْمُ المعانی والبیانِ نفعًا فی الدنیا والآخرةِ. آمین

محمد احمد عفا اللہ عنہ

جامعہ اسلامیہ باب العلوم

کہروڑپکا ضلع لودھراں

۞۞۞

تقریظ

امام الصرف والنحو، شیخ الحدیث، استاذ العلماء

حضرت مولانا قاری صدر الدین صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و صلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد

بندہ نہ اہل تحقیق سے ہے نہ ہی اہل قلم سے

عزیز القدر حضرت مولانا محمد یار عابد صاحب زاد اللہ شرفۃ کے حکم پر کچھ لکھ دیتا ہوں کہ عزیز القدر نے واقعۃً محنت سے کام کیا ہے چونکہ کتاب ھذا کے اشعار کی تراکیب ضروری چیز تھی۔

عزیز نے حل کر دی ہے اور اچھی تفصیل کی ہے اللہ تعالیٰ قبول فرما کر نافع فرماویں۔

صدر الدین عفاء اللہ عنہٗ

خادم جامعہ فاروقیہ شجاع آباد

تقریظ

پیر طریقت رہبر شریعت، شیخ الحدیث

مولانا محمد نواز سیال صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله و كفىٰ وسلامٌ على عباده الذين اصطفى امابعد

یہ امر کسی پر پوشیدہ نہیں کہ تمام فنون عربیہ کا مقصد فہم قرآن کریم ہے اور علم معانی وعلم بلاغت فہم قرآن میں جس اہمیت کا حامل ہے وہ ارباب علم سے کسی قدر مخفی نہیں کیونکہ اسی کے ذریعہ کلام اللہ اور کلام الناس کے مابین فرق واضح ہوتا ہے اور اسی کے ذریعہ پتہ چلتا ہے کہ قرآنی چیلنج فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ میں کتنا وزن ہے اسی وجہ سے علماء امت نے اس فن پر شہکار کتب تصنیف فرمائی ہیں ان کتب میں سے ایک مختصر اور فن بلاغت کے اہم اصطلاحات پر مشتمل کتاب دروس البلاغہ ہے اس کی اہمیت اس بات سے بھی آشکارا ہوتی ہے کہ وفاق المدارس العربیہ نے اپنے نصاب میں شامل کیا ہے۔

اور اس کی افادیت کو مزید اجاگر کرنے کے لیے علماء نے اس پر متعدد شروح لکھی ہیں جن شروح میں اس سے استفادہ کو سہل بنانے کی کوشش کی گئی ہے عزیزی مولانا محمد یار عابد نے بھی اسی عنوان پر قلم اٹھایا ہے۔ راقم الحروف نے اس کے بعض مقامات کو سرسری دیکھا ہے اور اور ہمارے ایک قابل اعتماد مدرس نے اس کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے دوران مطالعہ خاص طور پر درج ذیل امور سامنے آئے۔

1- سلیس ترجمہ 2- تقطیع عبارت 3- اشعار کی ترکیب 4- مشقی سوالات۔

ان شاء اللہ یہ شرح طلباء اور مبتدی اساتذہ کے لیے فن بلاغت کو سمجھنے میں انتہائی مددگار ثابت ہوگی۔ بندہ ناچیز کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شرح کو شرف قبولیت سے نوازیں اور علماء طلباء کو اس سے منتفع ہونے کی سعادت بخشیں۔

آمین بجاہ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْن۔

محمد نواز غفرلہٗ

مہتمم جامعہ قادریہ حنفیہ صادق آباد ملز، ملتان

تقریظ

مخدوم العلماء مجاہد اسلام

حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم امابعد

علم بلاغت، زبان وادب کے ارتقاء کا نام ہے اپنی بات کو ڈھب اور سلیقہ سے مقتضی حال کے مطابق کرنا بلاغت کہلاتا ہے۔

علم بلاغت بطور فن کے مرتب اور مدوّن ہے اسی فن میں کمال کے ذریعے جہاں اپنی قوت بیان میں تاثیر پیدا کی جاسکتی ہے وہاں علوم نبوت یعنی قرآن کریم اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کے اسرار ورموز سے بھی شناسائی ممکن ہے۔ قرآن کریم کے علوم ومعارف تک رسائی فن بلاغت ہی کے ذریعے حاصل کی جاسکتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ماہرین بلاغت ہر زمانے میں قرآن کریم کو معجز کتاب قرار دیتے چلے آئے ہیں سبھی کا اتفاق ہے کہ ماھذا کلام البشر اس کتاب کی تطبیر یا مقابلہ جن وانس کے احاطہ سے باہر ہے۔

فن بلاغت میں رسوخ پیدا کرنے والی کتاب ''دروس البلاغۃ'' جب حفنی ناصف محمد دیاب متوفی ۱۳۲۷ھ نے تصنیف فرمایا تھا ہمارے مدارس عربیہ کے بنین وبنات کے نصاب کا حصہ ہے یہ کتاب عربی زبان میں لکھی گئی ہے۔ اور فن کی پہلی کتاب کے طور پر مدارس میں پڑھائی جاتی ہے فن کی جدت اور طالبات کے لیے عربی سے اجنبیت کے باعث کتاب کی تعلیم میں انہیں کافی دشواریاں پیش آتی ہیں۔ ہمارے عزیز مکرم مولانا محمد یار صاحب حفظ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر نصیب فرمائے انہوں نے محنت وکاوش سے کتاب کی اردو شراء لکھ کر اسے عربیت سے اردو میں ڈھالنے کی کوشش

کی ہے۔
عربی عبارت کو معرب (با اعراب) کر کے سلیس اردو ترجمہ پھر ترجمہ کے بعد سلیس انداز میں تشریح اور مشکل الفاظ کے معانی بھی ذکر کر دیئے گئے ہیں۔ اس طرح طلباء و طالبات کے لیے کتاب آسانی تر ہو گئی ہے۔ اس ناچیز نے کتاب کو متعدد مقامات سے دیکھا ہے۔ جامعہ فاروقیہ شجاع آباد کے مدرسین نے بھی اس کتاب کا سرسری مطالعہ کیا ہے، ماشاء اللہ کتاب کو طلبا و طالبات کے لیے مفید پایا ہے۔
اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کی اس کاوش کو قبول فرمائیں اور طلبا و طالبات کے نفع کا ذریعہ فرمائیں اور ہم سب کو خدمت دین کی توفیق مرحمت عطا فرمائیں۔

زبیر احمد صدیقی
مدیر جامعہ فاروقیہ شجاع آباد ضلع ملتان
۶ محرم الحرام ۱۴۲۸ھ

عرضِ مرتب

پیشِ خدمت کتاب دروس البلاغہ علم بلاغت کی مستند اور جامع کتاب ہے ابتدائی طور پر طلبہ کی ذہنی صلاحیت اور ان کے معیار فہم کو سامنے رکھ کر نہایت ہی عمدہ عربی زبان میں ترتیب دی گئی ہے۔ یہ کتاب مدارس عربیہ کے نصاب میں کچھ عرصہ پہلے ہی داخل کی گئی ہے۔ بنین اور بنات دونوں میں پڑھائی جاتی ہے۔ احقر کو بھی دروس البلاغہ پڑھانے کا بارہا موقع ملا دوران تدریس مختلف شروحات بندہ کے زیر مطالعہ رہیں۔ جو بڑے اچھے انداز سے لکھی گئی ہیں۔ اور ان سے مجھے فائدہ بھی بہت ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان مصنفین کو جزائے خیر دے۔ ان شروحات کے ہوتے ہوئے بندہ کی شرح کی کوئی خاص ضرورت تو نہیں تھی تاہم پڑھانے کے دوران چند چیزوں کی کمی کا شدت سے احساس ہوا۔ اس کاوش حقیر میں اس کمی کو دور کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔ تاکہ طلبہ کو آسانی ہو اس شرح میں مندرجہ ذیل چیزوں کا خصوصی خیال رکھا گیا ہے۔

1- لفظی ترجمہ

2- مختصر تشریح

3- اشعار کی مفصل ترکیب اور ہر سبق کے آخر میں سبق سے متعلق مشقی سوالات بھی دیئے گئے ہیں۔

آخر میں اپنے محسنین کا انتہائی شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے بندہ کی حوصلہ افزائی فرمائی اور اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔

خصوصاً شیخ الحدیث حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی دامت برکاتہم۔ نائب شیخ الحدیث حضرت مولانا قاری حبیب احمد صاحب، حضرت استاذیم مولانا محمد نواز سیال صاحب، استاذ مکرم حضرت مولانا قاری محمد احمد صاحب، حضرت اساتذیم مولانا قاری صدر الدین صاحب، حضرت استاذیم مولانا زبیر احمد صدیقی صاحب، استاذ مکرم مولانا محمد عارف صاحب مدظلہ جنہوں نے اپنا قیمتی وقت نکال کر

اس کا ایک ایک حرف پڑھ کر اس کی تصحیح کی ہے۔

اگر ان حضرات کی سرپرستی نہ ہوتی تو بندہ اس کام کو پایہ تکمیل تک نہ پہنچا سکتا۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ تادیر قائم رکھے۔

آخر میں ان تمام حضرات کا تذکرہ نہ کرنا ناانصافی ہوگی۔

قاری ابوبکر صدیق صاحب، مولانا محمد عمیر شاہین صاحب، مولانا محمد الیاس صاحب، مولانا محمد عمران صاحب، مولانا عثمان حیدر صاحب، ان حضرات نے کتاب کی چھپائی میں اہم کردار ادا کیا۔

اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور اس کتاب کو طلباء و طالبات کے لیے نافع بنائے اور اللہ رب العزت اپنی بارگاہ میں قبولیت سے نوازے

محمد یار عابد چیچہ وطنی

۞۞۞

فہرست مضامین

❁❁❁

ہر کتاب کو شروع کرنے سے پہلے چند چیزوں کا جاننا ضروری ہے۔

علم...... موضوع...... غرض...... حالاتِ مصنف

علم:۔

علم بلاغت یا فن بلاغت اس علم یا فن کا نام ہے جس کے قواعد ملحوظ رکھنے سے مقتضائے حال کے مطابق کلام کرنے میں غلطی واقع نہ ہو۔

موضوع:۔

الفاظ اور معانی ہیں۔

غرض:۔

بے موقع کلام صادر نہ ہو۔

حالات مصنف:۔

یہ کتاب حفنی بک ناصف کی ہے جو انہوں نے ادباء مصر کی ایک جماعت محمد بک دیاب محمد بک صالح۔ مصطفیٰ طموم وغیرہ کے ساتھ مل کر تصنیف کی ہے۔

نام ونسب:۔

محمد حفنی ناصف بن شیخ اسماعیل ناصف۔

ولادت:۔

۱۲۷۲ھ میں قاہرہ کی مضافاتی بستی برکۃ الحج میں ناداری اور یتیمی کی حالت میں پیدا ہوئے ماموں اور دادی نے ان کی کفالت کی۔

تحصیل علم:۔

حفنی ناصف نے تعلیم بستی کے ایک مدرسہ میں شروع کی وہاں قرآن مجید کا کچھ حصہ حفظ کر کے ابتدائی تعلیم حاصل کی گیارہ (۱۱) سال کی عمر میں بھاگ کر ازہر چلے گئے وہاں تیرہ (۱۳) سال رہے پھر دارالعلوم میں داخلہ لے کر علوم وفنون میں مہارت حاصل کی یہاں سے فراغت کے بعد مدارس امیریہ میں عربی کے استاد مقرر ہوئے، پھر انہیں کالج کا استاد منتخب کر لیا گیا یہاں ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ طلباء کی کلاسوں میں بھی شامل ہو جاؤں چنانچہ انہوں نے قانون پڑھ لینے کے بعد پڑھانے کا مشغلہ چھوڑ دیا اور سرکاری وکیل سیکٹری بن گئے پھر ۱۸۹۲ء میں ملکی عدالت کے جج متعین کر لیے گئے اسی اثناء میں انہیں جامعہ مصریہ نے ادب عربی پڑھانے کی دعوت دی جس پر لبیک کہتے ہوئے انہوں نے ادب عربی پر نہایت پُر معلومات لیکچر دیئے جو کتابی شکل میں جمع کر دیئے گئے پھر جب وزارت تعلیم کے چیف انسپکٹر شیخ حمزہ فتح اللہ پنشن پا کر الگ ہو گئے تو پروفیسر حفنی بک ان کی جگہ پر آ گئے اور ستر (۷۰) برس کی عمر میں انہیں بھی پنشن مل گئی۔

اخلاق و عادات:۔

موصوف بڑے خوش مذاق شگفتہ طبع برجستہ حاضر جواب مزاح پسند تھے وہ ہر علم وفن کا ساتھ دیتے اور قدیم و جدید کو نہایت توازن کے ساتھ ملائے رہتے تھے۔

شاعری ونثر نگاری:۔

حفنی بک ناصف جدید عربی تحریک کے ایک محکم ستون تھے انہوں نے اپنی علمی کاوشوں اور تالیفوں سے اس تحریک میں جان ڈال دی اور اپنے مقالات سے اس کو تقویت پہنچائی انہیں لغت میں بڑی مہارت حاصل تھی اور قواعد میں وسیع معلومات تھیں مضمون نگاری میں ان کا انداز عصر عباسی کے آخری دور کے اسلوب کی طرح تھا جس میں سجع بندی تھی لیکن مقالات نویسی میں ان کا اسلوب ان قیود سے آزاد تھا اس لیے

اس میں رقت اور سادگی ہے اور شاعری اس کا اسلوب منظوم کی طرح ہے جس میں لطائف اور لفظی حسن کی زیادتی ہے۔

وفات:۔

حفنی بک ناصف نے ۱۳۲۷ھ بمطابق نومبر ۱۹۱۹ء میں وفات پائی اور مقبرہ شافعی میں مدفون ہوئے۔

تالیفات:۔

(۱) دروس البلاغہ۔ انہوں نے دوسرے مؤلفین کے ساتھ مل کر عربی زبان کے قواعد کی کتابوں کا ایک سلسلہ جاری کیا جو آج کل مصری مدارس میں بطور کورس کے مقرر ہیں تو دروس البلاغہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جو اپنے موضوع کے لحاظ سے بہت ہی اچھی کتاب ہے۔

ابو الافضال مولانا فضل حق رامپوری نے شموس البراۃ فی شرح دروس البلاغہ کے نام سے اس کی عربی میں شرح لکھی ہے۔ (۲) ممیزات لغۃ العرب (۳) حیات لغۃ العربیہ (۴) القطار السریع فی علم البدیع (۵) الامثال العامیہ (۶) بدیع اللغۃ العامیہ یہ مستشرقین کی اس کانفرنس میں پیش کی تھی جو وائنا میں ۱۸۸۶ء میں منعقد ہوئی تھی وہ اس دور کے سیکٹری بھی تھے جو اس کانفرنس میں مصر کی نمائندگی کر رہا تھا اور یہ ان لیکچروں کا مجموعہ ہے جو انہوں نے جامعہ مصر میں دیئے تھے۔

فن بلاغت تین علوم پر مشتمل ہے۔ علم معانی، علم بیان، علم بدیع۔

علم بلاغت یا فن بلاغت ان تینوں کے مجموعے کا نام ہے فصاحت بلاغت سے کوئی مستقل الگ خوبی نہیں ہے بلکہ بلاغت کا ایک جز ہے کلام میں فصاحت کے ساتھ موقع کی مطابقت بھی ہو تو وہ کلام بلیغ کہلاتا ہے ہاں یہ ممکن ہے کہ ایک کلام باعتبار الفاظ اور ترکیب کے فصیح ہو مگر بے موقع اور بے محل ہونے کے سبب سے بلیغ نہ ہو لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ کلام بلیغ فصاحت سے خالی ہو اس لیے کہ فصاحت بلاغت کی شرط ہے جہاں بلاغت ہو گی وہاں فصاحت ضرور ہو گی۔

علم معانی:۔

اس علم کو کہتے ہیں جس کے قاعدے مستحضر رکھنے سے کلمہ اور کلام کو باموقع استعمال کرنا آجاتا ہے اس علم میں یہ بتایا جاتا ہے کہ جملہ خبریہ کتنے فائدوں کے لیے آتا ہے اور جملہ انشائیہ کتنے فائدوں کے لیے آتا ہے اور مبتداء کہاں مذکور ہوتا ہے اور کہاں محذوف ہوتا ہے اور خبر کہاں مذکور ہوتی ہے اور کہاں محذوف ہوتی ہے اور اس کے فوائد کیا ہیں اسم اشارہ کتنے معانی میں آتا ہے جملے کا کون سا حصہ کب مقدم ہوتا ہے اور کب مؤخر ہوتا ہے اور اس کے کیا کیا فوائد ہیں وغیرہ وغیرہ۔

علم بیان:۔

وہ علم ہے جس کے ذریعے ایک معنی کو مختلف طریقوں سے بیان کرنے کا سلیقہ حاصل ہوتا ہے۔

علم بدیع:۔

وہ علم ہے جس کے ذریعے سے کلام کو حسین بنانے کا طریقہ معلوم ہوتا ہے۔
سب سے پہلی کتاب جو فن بیان میں لکھی گئی ہے وہ خلیل احمد بصری کے شاگرد رشید معمر بن مثنی تمیمی کی کتاب، مجاز القرآن ہے۔ اور علم بدیع میں جو کتاب سب سے پہلے تالیف کی گئی ہے وہ عبداللہ بن معتز عباسی کی کتاب البدیع ہے۔ اور علم معانی کے اصول وقواعد کا سب سے پہلا مؤلف کون ہے یہ حتمی طور پر نہیں کہا جا سکتا البتہ معانی میں جن علماء بلاغت کا کلام نقل کیا گیا ہے ان میں سب سے زیادہ مشہور کتاب البیان والتبیین ابو عثمان عمرو جاحظ کی ہے، ابتدائی دور میں یہ تینوں علوم آہستہ آہستہ ترقی کرتے رہے یہاں تک کہ علوم بلاغت کے ماہر عبدالقاہر جرجانی نے علم معانی میں دلائل الاعجاز اور علم بیان میں اسرار البلاغہ دو ایسی بے مثال کتابیں لکھیں جن میں معانی اور بیان کے تمام مباحث یکجا جمع کر دیئے گئے۔ پھر ان کے بعد علامہ یوسف سکاکی آئے جنہوں نے ان علوم کو انتہاء کمال تک پہنچا دیا پھر بعد میں شروحات اور تلخیصات کا سلسلہ شروع

ہوا جواب تک جاری ہے دیباچہ میں فصاحت و بلاغت کے معانی کی حقیقت اور ان کی اقسام بیان کی گئی ہیں۔

عُلُومُ الْبَلَاغَةِ

مُقَدِّمة

فِی الْفَصَاحَةِ وَالْبَلَاغَةِ

علوم:۔

جمع ہے علم کی تو اس اعتبار سے علم البلاغت ہونا چاہیے تھا تاکہ فن کی طرف اشارہ ہو جاتا لیکن مصنفؒ نے علم کی بجائے علوم ذکر کیا تاکہ علم المعانی علم البیان علم البدیع، اور ان کی شاخوں کی طرف اشارہ ہو جاتا جیسے قصر، فصل، انشاء، ایجاز، اطناب، مساوات علم المعانی کی شاخیں ہیں اور اسی طرح علم البیان اور علم البدیع کی بھی شاخیں ہیں جو کہ علوم کے اندر داخل ہیں۔ بلاغت ایک فن کا نام ہے مقدمة، ماخوذ ہے مقدمة الجیش سے مقدمة الجیش لشکر کا وہ حصہ جو لشکر کے آگے ہوتا ہے جس طرح مقدمة الجیش لشکر کے آگے ہوتا ہے اسی طرح مقدمة الکتاب بھی کتاب سے پہلے ہوتا ہے اس مناسبت کی وجہ سے اس کا نام مقدمہ رکھا گیا ہے۔ مقدمہ سے مراد وہ تمہیدی کلمات ہیں جو کسی کتاب کے شروع میں کتاب کے مباحث مقصودہ کے متعلق بیان کیے جائیں تو اس کتاب میں فصاحت و بلاغت کے متعلق تمہیدی باتوں کی وضاحت کے لیے مصنفؒ نے مقدمہ قائم کیا ہے۔

اَلْفَصَاحَةُ فِی اللُّغَةِ تُنْبِئُ عَنِ الْبَيَانِ وَالظُّهُوْرِ يُقَالُ افصح الصَّبِیُّ فِی مَنْطِقِهٖ اِذَا بَانَ وَظَهَرَ كَلَامُهٗ وَتَقَعُ فِی الْاِصْطِلَاحِ وَصْفًا لِلْكَلِمَةِ وَالْكَلَامِ وَالْمُتَكَلِّمِ.

ترجمہ:۔ فصاحت لغت میں بیان اور ظہور کے معنی کی خبر دیتی ہے کہا جاتا ہے بچہ فصیح ہو گیا اپنے بولنے میں جبکہ اس بچے کا کلام واضح اور ظاہر ہو اور واقع ہوتی ہے اصطلاح میں صفت کلمہ کلام اور متکلم کے لیے۔

تشریح، الفصاحة:۔ یہاں سے مصنفؒ نے فصاحت کی لغوی تعریف کی ہے۔

فصاحت کا لغوی معنی:۔

فصاحت کا لغوی معنی بیان اور ظہور ہے۔

مثال:۔ افصح الصبی فی منطقه بچے نے بولنا شروع کر دیا تھی باب افعال کا واحد مونث غائبہ کا صیغہ جو نَبَأَ سے مشتق ہے نَبَأَ کا معنی ہے خبر اور اَنْبَأَ کا معنی ہے خبر دینا چونکہ فصاحت کے اصل معنی صاف بات کرنے کے ہیں اس لیے یہاں تنبیؒ کہا تا کہ مصنفؒ کا بتلایا ہوا معنی دلالۃً سمجھا جائے۔

وتقع فی الاصطلاح:۔

یہاں سے مصنفؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ فصاحت کی کوئی مستقل اصطلاحی تعریف نہیں البتہ یہ اصطلاح میں کلمہ اور کلام اور متکلم کی صفت واقع ہوتی ہے جیسے کہا جاتا ہے کلمة فصیحة کلام فصیح متکلم فصیح لیکن اس کے معنی اپنے اپنے موقع پر جدا جدا ہوں گے۔

فَفَصَاحَةُ الْكَلِمَةِ سَلاَمَتُهَا مِنْ تَنَافُرِ الْحُرُوْفِ وَمُخَالَفَةِ الْقِيَاسِ وَالْغَرَابَةِ فَتَنَافُرُ الْحُرُوْفِ وَصْفٌ فِي الْكَلِمَةِ يُوْجِبُ ثِقْلَهَا عَلَى اللِّسَانِ وَعُسْرَ النُّطْقِ بِهَا نَحْوُ الظَّشِّ لِلْمَوْضِعِ الْخَشِنِ وَالْهُعْخُعِ لِنَبَاتٍ تَرْعَاهُ الْإِبِلِ وَالنُّقَاخِ لِلْمَاءِ الْعَذْبِ الصَّافِيْ وَالْمُسْتَشْزِرِ لِلْمَفْتُوْلِ، وَمُخَالَفَةُ الْقِيَاسِ كَوْنُ الْكَلِمَةِ غَيْرَ جَارِيَةٍ عَلَى الْقَانُوْنِ الصرفِي كَجَمْعِ بُوْقٍ عَلٰى بُوْقَاتٍ فِيْ قَوْلِ الْمُتَنَبِّيْ. فَإِنْ يَّكُ بَعْضُ النَّاسِ سَيْفاً لِدَوْلَةٍ. فَفِي النَّاسِ بُوْقَاتٌ لَهَا وَطُبُوْلٌ اِذَالْقِيَاسُ فِيْ جَمْعِهٖ لِلْقِلَّةِ اَبْوَاقٍ وَكَمَوْدَدَةٍ فِيْ قَوْلِهٖ.

اِنَّ بَنِيَّ لَلِئَامٌ زُهْدَةٌ. مَالِيْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ مَوْدَدَةٍ. وَالْقِيَاسُ مَوَدَّةٌ بِالْاِدْغَامِ، وَالْغَرَابَةُ كَوْنُ الْكَلِمَةِ غَيْرَ ظَاهِرَةِ الْمَعْنٰى نَحْوُ تَكَأْكَأَ بمعنى اِجْتَمَعَ وَافْرَنْقَعَ بمعنى اِنْصَرَفَ وَاطْلَخَمَّ بِمَعْنٰى اِشْتَدَّ.

ترجمہ:۔ پس فصاحت کلمہ اس کا محفوظ ہونا ہے تنافر حروف اور مخالفت قیاس اور غرابت سے، پس تنافر حروف کلمہ میں ایک ایسا وصف ہے جس کی وجہ سے کلمہ زبان پر

ثقیل ہو جاتا ہے اور اس کا بولنا مشکل ہو جاتا ہے جیسے ظــش کھردری جگہ کے لیے اور ھعخع ایسی گھاس کے لیے جس کو اونٹ چرتے ہیں اور نقاح میٹھے صاف پانی کے لیے اور مستشزر مفتول کے لیے (یعنی بٹے ہوئے بال یا بٹی ہوئی رسی کے لیے) اور مخالفت قیاس قانون صرفی پر کلمہ کا جاری نہ ہونا ہے جیسے بوق کی جمع بوقات متنبی کے قول میں پس اگر بعض لوگ دولت یعنی حکومت کے لیے تلوار ہوں۔ تو لوگوں میں اس کے لیے باجے اور ڈھول ہیں، اس وجہ سے کہ قیاس اس کی جمع قلت میں ابواق چاہتا ہے اور اسی طرح مووددۃ شاعر کے قول میں، بے شک میرے بیٹے کمینے اور بے کار ہیں۔ نہیں ہے ان کے سینوں میں میرے لیے محبت اور قیاس ادغام کے ساتھ مَوَدَّۃٌ ہے، اور غرابت کلمہ کا اپنے معنی موضوع کے لیے ظاہر نہ ہونا ہے جیسے تکأکأ بمعنی اجتمع (جمع ہونا) افر نقع بمعنی انصرف (واپس ہونا) اطلخم بمعنی اشتدّ (سخت ہونا)۔

تشریح:۔ ففصاحۃ الکلمۃ یہاں سے مصنفؒ فصاحت کلمہ کی تعریف بیان کر رہے ہیں۔

فصاحت کلمہ کی تعریف:۔

کلمے کے تنافر حروف مخالفت قیاس اور غرابت سے محفوظ ہونا ہے اگر ان تین اوصاف میں سے کوئی ایک وصف پایا گیا تو کلمہ فصیح نہیں ہوگا بلکہ غیر فصیح ہوگا۔

وجہ حصر:۔

کلمہ کی فصاحت میں مخل یا تو مادہ اور حروف میں عیب ہوگا تو وہ عیب تنافر حروف ہے یا اس کلمہ کی صورت اور صیغہ میں کوئی عیب ہوگا تو وہ عیب مخالفت قیاس ہے۔ یا کلمے کا دلالت علی المعنی میں کوئی عیب ہوگا تو وہ عیب غرابت ہے ان تینوں وصفوں کے سوا کوئی ایسا وصف نہیں جس کی وجہ سے کلمہ کے فصیح ہونے میں کوئی خلل آئے۔

فتنافر الحروف:۔

یہاں سے مصنفؒ تنافر حروف کی تعریف بیان فرما رہے ہیں۔

تنافر حروف کی تعریف:۔

کلمے کا ایسا وصف ہے جس کی وجہ سے زبان پر ثقل پیدا ہوتا ہے اور کلمہ کا بولنا دشوار ہو جاتا ہے۔

مثال:۔ الظش غَشِنٌ کی جگہ ھعخع، نقاح، مستشزر، یہ سب تنافر حروف کی مثالیں ہیں۔

و مخالفة القیاس:۔

یہاں سے مصنفؒ مخالفت قیاس کی تعریف کر رہے ہیں اور مع مثالوں سے اس کی وضاحت فرمائی ہے۔

مخالفت قیاس کی تعریف:۔

کلمے کا قانون صرفی کے خلاف جاری ہونا۔

مثال:۔ جیسے بوق کی جمع بوقات متنبی کے قول میں۔

فَاِنْ یَکُ بَعْضُ النَّاسِ سَیْفًا لِدَوْلَةٍ

فَفِی النَّاسِ بُوْقَاتٌ لَهَا وَ طُبُوْلٌ

اس شعر کو لانے کا مقصد یہ ہے کہ بوقات جمع ہے بوق کی جو کہ خلاف قیاس ہے لہذا یہ لفظ غیر فصیح ہے کیونکہ اس میں مخالفت قیاس کا عیب پایا گیا ہے قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ بوق کی جمع قلت ابواق اور جمع کثرت بوائق ہوتی اس شعر میں محل استشہاد بوقات ہے جو کہ خلاف قیاس استعمال کیا گیا ہے۔

متنبی کا تعارف:۔

متنبی عرب کا مشہور فصیح و بلیغ شاعر تھا۔ کنیت، ابو طیب نام۔ احمد بن حسین، ولادت ۹۱۵ بمطابق ۳۰۳ھ کوفہ میں ہوئی (یعنی ملک عراق میں) اور خالص فصیح عربی سیکھنے کا ہر ممکن ذریعہ تلاش کیا اور کامیابی حاصل کی سیف الدولہ ھمدانی بادشاہ دمشق اس

مشہور شاعر کا مربی تھا بہت سے اشعار اس کی مدح میں کہے ہیں۔

مثال۲:۔

اِنَّ بَنِیَّ لَلِئَامٌ زُهْدَةٌ   مَالِیَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ مَوْدَدَةٍ

اس شعر میں کلمہ مو ددۃ غیر فصیح ہے کیونکہ یہ کلمہ خلاف قیاس ہے اور مخالفت قیاس کلمہ کے فصیح ہونے میں مخل ہے قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ کلمہ مودۃ ادغام کے ساتھ موَدَّۃٌ ہونا چاہیے تھا اور اس شعر میں محل استشہاد مو ددۃ ہے جو کہ خلاف قیاس ہے۔

ضابطہ:۔ جب ایک جنس کے دو حروف جمع ہو جائیں اور دونوں متحرک ہوں تو اول کی حرکت ماقبل کو دے کر دونوں کا آپس میں ادغام کر دیتے ہیں لہٰذا اس ضابطہ کے تحت مَوْدَدَةٌ مَوَدَّةٌ ہونا چاہیے تھا۔

فائدہ:۔ بعض حضرات کے نزدیک مخالفت قیاس ضرورت شعری کی وجہ سے جائز ہے لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ بہت سے الفاظ ایسے ہیں جن کو کلام میں لانا جائز ہے لیکن وہ فصاحت میں مخل بنتے ہیں۔

لغت:۔ یک اصل میں یکون تھا جب اس کے شروع میں ان شرطیہ جازم کی وجہ سے واؤ کو حذف کر دیا اور ساتھ خلاف قیاس نون کو بھی حذف کر دیا تو یک ہو گیا جیسے لم اک بغیا. سیفاً بمعنی تلوار دولت بمعنی دولت حکومت بوقات بمعنی باجے اس کا مفرد بوق آتا ہے طبول اسم جمع ہے بمعنی ڈھول۔

بَنِیَّ اصل میں بَنِیْنَیْ تھا جب اس کی اضافت ی کی طرف کی تو جمع کا نون حذف ہو گیا اور دو ی جمع ہو گئیں تو پھر یا کا یاء میں ادغام کر دیا تو بَنِیَّ ہو گیا لئام اس کی مفرد لئیم ہے بمعنی کمینے زھدہ یہ جمع ہے زاھد کی جیسے کریم جمع کرام کی بمعنی بے کار صدور جمع ہے صدر کی بمعنی سینہ مو ددۃ اصل میں مودَّۃٌ ہے بمعنی محبت۔

اشعار کی ترکیب:۔ (۱) ان حرف شرطیہ یک فعل ناقص بعض الناس مضاف مضاف الیہ مل کر یک کا اسم سیفاً لدولۃِ خبر یک کی یک اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کہ شرط فاجزائیہ فی الناس خبر مقدم بوقات لھا معطوف علیہ واؤ عاطفہ طبول معطوف معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مبتداء مؤخر خبر مقدم مبتداء

مؤخر سے مل کر جزا شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

(۲) اِنَّ حرف مشبہ بالفعل بَنِیَّ اِنَّ کا اسم لام زائدہ لسنام خبر اول زھدہ خبر ثانی اِنَّ اپنے اسم اور دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

والغرابة كون الكمة:۔

یہاں سے مصنفؒ غرابت کی تعریف بیان کر رہے ہیں۔

غرابت کی تعریف:۔

غرابت یہ ہے کہ لفظ غیر مانوس اور مجہول المعنی استعمال ہو۔

مثال:۔ تکأ کأ، افرنقع، اطلخم. ان کا معنی مشہور نہیں ہے اس لیے ان میں غرابت ہے۔

واقعہ:۔ عیسیٰ بن عمر ایک مرتبہ اپنی سواری سے گر گیا تھا تو بہت سارے لوگ اس کے اردگرد جمع ہو گئے اس وقت عیسیٰ بن عمر نے لوگوں کو ڈانٹ کر کہا۔ مَالکُمْ تَکَأْکَأْتُمْ عَلَیَّ کَتَکَأْکُئِکُمْ عَلٰی ذِیْ جِنَّةٍ اِفْرَنْقِعُوْا عَنِّیْ. (ترجمہ) تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم میرے پاس اس طرح جمع ہو گئے ہو جیسے تم کسی آسیب زدہ پر جمع ہوتے ہو میرے سامنے سے دور ہو جاؤ۔

اب یہاں پر عیسیٰ بن عمر نے تکأ کأ کو اجتمع کے معنی میں لیا ہے اور اسی طرح افرنقع کو انصرف کے معنی میں لیا ہے کیونکہ یہ الفاظ غیر مانوس اور غیر معروف ہیں اس لیے ان کو غریب کہا جاتا ہے۔

سوالات:۔ (۱) فصاحت کے معنی بتائیں۔

(۲) فصاحت کی کتنی اقسام ہیں اور کون کون سی ہیں۔

(۳) فصاحت کلمہ کی تعریف کریں۔

(۴) تنافر حروف، مخالفت قیاس، غرابت، ہر ایک کی تعریف اور وضاحت کریں مندرجہ ذیل مثالوں میں فصاحت کلمہ کی تعریف میں ذکر کردہ قیودات کی نشاندہی کریں۔

المستشزر (المرتفع بمعنی بلند) البعاق (السحابۃ الممطر برسنے والا بادل) حالل یحلل (حَلَّ یَحِلُّ سے) اِطْلَخَمّ (اشتد) مُسَرَّجًا (منسوب الی السریجی اوالسراج)

وَفَصَاحَةُ الْكَلَامِ سَلَامَتُهُ مِنْ تَنَافُرِ الْكَلِمَاتِ مُجْتَمِعَةً وَمِنْ ضُعْفِ التَّأْلِيفِ وَمِنَ التَّعْقِيدِ مَعَ فَصَاحَةِ كَلِمَاتِهِ فَالتَّنَافُرُ وَصْفٌ فِي الْكَلَامِ يُوْجِبُ ثِقْلَهُ عَلَى اللِّسَانِ وَعُسْرَ النُّطْقِ بِهِ فِيْ رَفْعِ عَرْشِ الشَّرْعِ مِثْلُكَ يَشْرَعُ وَلَيْسَ قُرْبَ قَبْرِ حَرْبٍ قَبْرٌ

كَرِيْمٌ مَتَى أَمْدَحْهُ أَمْدَحْهُ وَالْوَرَى. مَعِيَ وَإِذَا مَا لُمْتُهُ لُمْتُهُ وَحْدِيْ.

ترجمہ:۔ اور فصاحت کلام اس کا محفوظ ہونا ہے تنافر کلمات، اور ضعف تالیف اور تعقید کے جمع ہونے سے فصاحت کلمات کے ساتھ پس، تنافر کلمات کلام میں ایسا وصف ہے جو زبان پر اس کے ثقل کو واجب کرتا ہے اور اس کے بولنے کے مشکل ہونے کو جیسے شریعت کے عرش کی بلندی میں تیرے جیسا ہی کام کرتا ہے۔ اور حرب کی قبر کے پاس کوئی قبر نہیں۔ میرا ممدوح ایسا شریف النفس ہے جب میں اس کی تعریف کرتا ہوں تو میں اس کی تعریف کرتا ہوں اس حال میں کہ مخلوق میرے ساتھ ہوتی ہے۔ اور جب میں اس کی ملامت کرتا ہوں تو اکیلا اس کی ملامت کرتا ہوں۔

تشریح:۔ فصاحت کلمہ کی تعریف اور اس کی تشریح کے بعد یہاں سے مصنفؒ فصاحت کلام کی تشریح بیان کر رہے ہیں۔

فصاحت کلام کی تعریف:۔

کلام فصیح وہ کلام ہے جس کے تمام کلمات فصیح ہوں تنافر کلمات اور ضعف تالیف اور تعقید سے خالی ہو اگر ان تینوں وصفوں میں سے کوئی ایک وصف بھی پایا گیا تو وہ کلام فصیح نہیں ہوگا اور کلام کے فصیح ہونے کے لیے یہ بھی ضروری ہے وہ کلمات جن کو ترتیب دے کر کلام بنائی گئی ہو وہ جدا جدا فصیح ہوں کیونکہ جب کلمات فصیح نہیں ہوں گے تو اس سے کلام بھی فصیح تیار نہیں ہو سکتا۔

فاالتنافر و صف فی الکلام:۔

یہاں سے مصنفؒ تنافر کلام کا مطلب بیان کر رہے ہیں۔

تنافر کلمات:۔

اگر کلام میں ایسے کلمات جمع ہو جائیں جن کے اکٹھا ہونے کی بناء پر کلام ادا کرتے وقت زبان پر بوجھ محسوس ہو لیکن اگر ان کلمات کو الگ کیا جائے تو ان کے ادا کرنے میں کسی قسم کی کوئی دشواری نہ ہو۔

مثال:۔ فِیْ رَفْعِ عَرْشِ الشَّرْعِ مِثْلُکَ یَشْرَعُ. وَلَیْسَ قُرْبُ قَبْرِ حَرْبٍ قَبْرٌ.
اس شعر میں عرش، شرع قبر حرب قبر ان کو آپس میں ملا کر پڑھنے میں دشواری ہوتی ہے اگر ان کو جدا کر کے پڑھیں تو کوئی دشواری نہیں ہوتی لہٰذا یہ کلام غیر فصیح ہے کیونکہ اس میں تنافر کلمات پایا گیا۔

شعر کا پس منظر:۔

حرب کا اصل نام حرب بن امیہ ہے یہ ایک جنگل سے گزر رہا تھا ایک جن کو سانپ کی شکل میں دیکھا تو اس کو پاؤں سے کچل دیا تو جنوں میں سے ایک جن نے اتنی زور سے چیخ ماری کہ حرب مر گیا تو اسی جگہ پر اس کی قبر بنا دی گئی تو اس پر اس جن نے یہ شعر پڑھا۔

قبر حرب بمکان قفر ولیس قرب قبر حرب قبر

کہ حرب بن امیہ چٹیل میدان میں ہے۔اس کی قبر کے پاس کوئی قبر نہیں ہے۔

ترکیب:۔ فی حرف جار رفع مضاف عرش مضاف الیہ مضاف الشرع مضاف الیہ مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مضاف الیہ ہوا رفع کا رفع مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور جار مجرور مل کر متعلق مقدم ہوئے یشرع فعل کے فعل اپنے فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہو کر خبر مثل مضاف ک مضاف الیہ مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مبتداء مؤخر،خبر، مبتداء سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہوا، واؤ

حرف لیس فعل ناقص قبر ب قبر حرب یہ مضاف مضاف الیہ مل کر خبر مقدم قبر اسم مؤخر لیس اپنے اسم مؤخر اور خبر مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

مثال۲:۔ كَرِيْمٌ مَتٰى اَمْدَحْهُ اَمْدَحْهُ وَالْوَرٰى. مَعِيَ وَاِذَا مَالُمْتُهُ لُمْتُهُ وَحْدِيْ. یہ شعر دیوان حماسہ کا ہے وہ اپنے بادشاہ کی تعریف کرنا چاہتا ہے کہتا ہے کہ جب میں بادشاہ کی تعریف کرتا ہوں تو اس وقت عجیب منظر ہوتا ہے تو پوری مخلوق میرے ساتھ اس کی تعریف کرتی ہے اور جب میں اس کی برائی کرتا ہوں تو اکیلا اس کی برائی کرتا ہوں۔

شعر کہنے والا ابو القاسم اسماعیل بن عباد ہے۔ شیخ عبد القاہر جرجانی کے اساتذہ میں سے ہیں اس نے ابو تمام کا ایک قصیدہ اپنے استاد ابن حمید کے سامنے پڑھا جب اس شعر پر پہنچا تو استاد نے کہا اس شعر میں عیب ہے جانتے ہو وہ کیا ہے اس نے کہا ہاں وہ یہ ہے کہ مدح کے مقابلے میں دم آتا ہے لیکن یہاں دم کی بجائے ملامت آیا ہے استاذ نے کہا اس کے علاوہ اور بھی عیب ہے شاگرد نے کہا مجھے معلوم نہیں تو استاذ نے کہا امدحہٗ امدحہٗ کا دوبار آنا اور اسی طرح لمت لمت کا دوبار آنا اور وجہ ثقل یہ ہے کہ ح اور ہ کا ایک کلمہ میں اجتماع ہے اور کلمات کا تکرار ہے تو یہ کلمات جدا جدا فصیح ہیں لیکن تکرار میں تنافر پایا گیا ہے لہٰذا یہ کلام غیر فصیح ہے۔

ترکیب:۔ کریم خبر ہے مبتدا محذوف ھذا کی مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو متیٰ حرف شرط امدح فعل فاعل ہ مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط امدح فعل انا ضمیر ذوالحال ہٗ مفعول بہ واوٴ حالیہ وری مبتداء معی مضاف مضاف الیہ مل کر ظرف کائن کے ہو کر خبر مبتداء اپنی خبر سے مل کر حال حال ذوالحال مل کر فاعل ہوا امدح کا فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جزا شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہو کر معطوف علیہ واوٴ حرف عطف اذا حرف شرط لُمْتُ فعل تُ ضمیر فاعل ہٗ مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر شرط لُمْتُ فعل تُ ضمیر ذوالحال ہٗ مفعول بہ وحدِیْ مضاف مضاف الیہ مل کر منفرداً کی تاویل میں ہو کر حال حال ذوالحال مل کر فاعل ہوا لُمْتُ کا لُمْتُ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جزا شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہو کر معطوف معطوف اپنے معطوف علیہ

سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

وَضُعفُ التَّالِيفِ كَوْنُ الْكَلامِ غَيْرَ جَارٍ عَلَى الْقَانُوْنِ النَّحْوِيِّ الْمَشْهُوْدِ كَالْإِضْمَارِ قَبْلَ الذِّكْرِ لَفْظًا وَرُتْبَةً فِيْ قَوْلِهِ. جَزٰى بَنُوْهُ اَبَا الْغَيْلَانَ عَنْ كِبَرٍ. وَحُسْنِ فِعْلٍ كَمَا يُجْزٰى سِنِمَّارُ. وَالتَّعْقِيْدُ اَنْ يَّكُوْنَ الْكَلَامُ خَفِيَّ الدَّلَالَةِ عَلَى الْمَعْنَى الْمُرَادِ وَالْخِفَاءُ اَمَّا مِنْ جِهَةِ اللَّفْظِ بِسَبَبِ تَقْدِيْمٍ اَوْتَاْخِيْرٍ اَوْفَصْلٍ وَيُسَمّٰى تعقيداً لَفْظِيًّا كَقَوْلِ الْمُتَنَبِّيْ جَفَخَتْ وَهُمْ لَا يَجْفَخُوْنَ بِهَا بِهِمْ. شِيَمٌ عَلَى الْحَسَبِ الاَغَرِّ دَلَائِلٌ. فَاِنَّ تَقْدِيْرَهٗ جَفَخَتْ بِهِمْ شِيَمٌ دَلَائِلُ عَلَى الْحَسَبِ الْاَغَرِّ وَهُمْ لَا يَجْفَخُوْنَ بِهَا.

ترجمہ:۔ اور ضعف تالیف کلام کا قانون مشہور نحوی کے خلاف جاری ہونا جیسے اضمار قبل الذکر لفظاً اور رتبتاً اس کے قول میں، بدلہ دیا اس کے بیٹوں نے ابا الغیلان کو اس کے بڑھاپے اور اس کے اچھے سلوک کے باوجود جیسا کہ بدلہ دیا گیا سنمار کو، اور تعقید یہ ہے کہ کلام معنی مرادی پر صاف طور پر دلالت نہ کرتا ہو اور یہ خفا یا تو لفظ کی جہت سے ہوگا کسی لفظ کو مقدم یا مؤخر یا درمیان میں فصل آ جانے کی وجہ سے اور نام رکھا گیا ہے تعقید لفظی جیسا کہ متنبی کا قول، ممدوح کے اخلاق نے ان پر فخر کیا جو کہ اعلیٰ حسب ونسب پر دلائل ہیں حالانکہ وہ لوگ خود اپنے اخلاق پر فخر نہیں کرتے۔ پس اس شعر کی تقدیری عبارت یہ ہے کہ جفخت بهم شيمٌ دلائل على الحسب الاغر وهم لايجفخون بها.

تشریح:۔ وضعف التاليف...... الٰى...... كما يجزىٰ سنمارٌ. یہاں سے مصنفؒ ضعف تالیف کی تعریف بیان کر رہے ہیں۔

تعریف:۔ ضعف تالیف یہ ہے کہ کلام کا مشہور نحوی ضابطے کے خلاف جاری ہونا مثلاً اسم کو ذکر کرنے سے پہلے اس کی ضمیر لانا جیسے۔

مثال:۔ جَزٰى بَنُوْهُ اَبَا الْغَيْلَانَ عَنْ كِبَرٍ. وَحُسْنِ فِعْلٍ كَمَا يُجْزٰ سِنِمَّارٌ. اس شعر میں بنوہ کی ہ ضمیر کا مرجع ابا الغیلان ہے جو کہ بعد میں ذکر کیا گیا ہے لہٰذا ضمیر کا پہلے ذکر کرنا لفظاً اور رتبتاً لازم آ رہا ہے جو کہ نحوی قاعدے کے خلاف ہے۔

شعر کا پس منظر:۔

سنمار یہ روم کا باشندہ تھا معماری کا کام کرتا تھا اس نے نعمان اکبر بادشاہ کے لیے کوفہ کے قریب ایک خوبصورت محل تیار کیا تو وہ محل اس کو بہت اچھا لگا۔ نعمان اکبر کو یہ خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں سنمار اس جیسا محل کسی اور آدمی کو نہ بنا دے تو وہ اس کو محل کے اوپر لے گیا وہاں سے نیچے گرا دیا اور سنمار مر گیا تو یہ واقعہ اہل عرب کے لیے ضرب المثل بن گیا کہ جس آدمی کو سنمار جیسا بدلہ دیا جائے تو اس وقت سنمار کی مثال بیان کرتے ہیں۔

لغت:۔ جزیٰ یجزی جزاءً باب ضرب بمعنی بدلہ دینا نبوہُ اصل میں بنون تھا اضافت کی وجہ سے نون گر گیا اس میں محل استشہاد نبوہُ کی ہُ ضمیر ہے۔

ترکیب:۔ جزیٰ فعل نبوہُ فاعل ابا الغیلان مفعول بہ عن حرف جار کبرٍ معطوف علیہ واؤ عاطفہ حُسنِ فعلٍ معطوف معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر مجرور جار مجرور مل کر متعلق اول جزیٰ فعل کے ک حرف جار ما مصدر یہ یُجزیٰ فعل مجہول سنمار نائب فاعل فعل مجہول اپنے نائب فاعل سے مل کر بتاویل مصدر مجرور جار مجرور مل کر متعلق ثانی ہوئے جزیٰ فعل کے جزیٰ فعل اپنے فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

والتعقید ان یکون الکلام...... الی...... وھم لا یسحون بھا یہاں سے مصنفؒ تعقید اور اس کی دونوں قسموں کی وضاحت فرما رہے ہیں۔

تعقید کا لغوی معنیٰ:۔

پوشیدہ طور پر بات کرنا جو اچھی طرح سمجھ میں نہ آئے۔

اصطلاحی تعریف:۔

کلام معنیٰ مرادی پر دلالت کرنے میں مخفی ہو۔

تعقید کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) تعقید لفظی (۲) تعقید معنوی

واما من جهة اللفظ:۔

یہاں سے مصنفؒ تعقید لفظی کو بیان کر رہے ہیں۔

تعقید لفظی:۔

یہ ہے کہ بعض الفاظ کو مقدم اور بعض کو مؤخر اور بعض کے درمیان فاصلہ لایا گیا ہو اگر ان کلموں کو مقدم یا مؤخر ذکر کر دیا جائے تو کلام فصیح نہیں ہو گا کیونکہ اس میں تعقید پائی گئی ہے اسی طرح اگر یہ تعقید لفظوں میں ہو تو اس کو تعقید لفظی کہا جائے گا۔

مثال:۔

جَفَخَتْ وَهُمْ لَايَجْفَخُوْنَ بِهَا بِهِمْ   شِيَمٌ عَلَى الْحَسَبِ الْاَغَرِّ دَلَائِلُ

اس شعر میں لفظوں کو آگے پیچھے کیا گیا ہے جس کی وجہ سے معنی مرادی کا سمجھنا مخفی ہے اس کی تقدیری عبارت اس طرح ہے جفخت بهم شيمٌ دلائل على الحسب الاغر. وهم لايجفخون بها لہٰذا یہ شعر تعقید لفظی کی وجہ سے غیر فصیح ہے۔

لغت:۔ جفخ. يجفخ. جفخاً باب فتح بمعنی فخر کرنا شيمٌ بمعنی عادت وخصلت الاغر غرَّيَغِرُّ غرًّا باب سمع سمیع بمعنی سفید ہونا خوبصورت ہونا دلائل یہ دال کی جمع ہے ہر وہ چیز جس سے رہنمائی حاصل ہو۔ یہاں پر علامت مراد ہے۔

ترکیب:۔ جفخت فعل واؤ حالیہ هم مبتداء لايجفخون فعل بفاعل بها متعلق لايجفخون کے فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر حال مقدم ب حرف جر هم ذوالحال ذوالحال اپنے حال مقدم سے مل کر مجرور جار مجرور مل کر متعلق جفخت فعل کے شيمٌ موصوف على الحسب الاغر متعلق مقدم ہوئے دلائل شبہ فعل کے شبہ فعل اپنے فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر شبہ جملہ ہو کر صفت شيمٌ کی موصوف صفت مل کر فاعل ہوا جفخت فعل کا جفخت فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

وَاَمَّا مِنْ جِهَةِ الْمَعْنٰى بِسَبَبِ اِسْتِعْمَالِ مُجَازَاتٍ وَكِنَايَاتٍ لَا يُفْهَمُ الْمُرَادُ بِهَا وَيُسَمّٰى تَعْقِيْدًا مَعْنَوِيًّا نَحْوُ قَوْلِكَ نَشَرَ الْمَلِكُ اَلْسِنَتَهُ فِي

اَلْـمَـدِيْـنَةِ مُـرِيْداً جَوَاسِيْسَهٗ وَالصَّوَابُ نَشَرَعُيُوْنَهٗ وَقَوْلِهٖ. سَاَطْلُبُ بُعْدَالدَّارِ عَنْكُمْ لِتَقْرُبُوْا. وَتَسْكُبُ عَيْنَایَ الدُّمُوْعَ لِتَجْمُدَا، حَیْثُ كَنّٰی بِالْجُمُوْدِ عَنِ السُّرُوْرِ مَعَ اَنَّ الْجُمُوْدَ يُكْنٰى بِهٖ عَنِ الْبُخْلِ وَقْتَ الْبُكَاءِ.

ترجمہ:۔ اور یا معنی کی جہت سے ایسے کنایات اور مجازات کے استعمال کے سبب سے جس کی مراد کو نہ سمجھا جائے اور نام رکھا جاتا ہے تعقید معنوی جیسے تیرا قول بادشاہ نے اپنی زبانیں شہر میں پھیلا دیں مراد اس کے جاسوس ہیں اور صحیح نشر عیونہٗ ہے اور شاعر کا قول عنقریب میں تم سے طلب کروں گا گھر کی دوری تاکہ تم قریب ہو جاؤ۔ اور بہائیں گی میری دونوں آنکھیں آنسو تاکہ جم جائیں اس حیثیت سے کہ جمود کے ساتھ کنایہ ہے سرور سے اور باوجود اس کے کہ جمود کنایہ ہے بخل سے رونے کے وقت۔

تشریح:۔ واما من جهة المعنى الى وقت البكاء. یہاں سے مصنفؒ تعقید کی دوسری قسم تعقید معنوی کو بیان کر رہے ہیں۔

تعقید معنوی کی تعریف:۔

کلام کے اندر ایسے مجازات و کنایات استعمال کیے گئے ہوں جس کی وجہ سے متکلم کی مراد واضح نہ ہو۔

مثال:۔ نَشَرَ الْمَلِكُ اَلسِنَتَهٗ فِي الْمَدِيْنَةِ اس مثال میں السنتهٗ بول کر جاسوس مراد لینا معنی مجازی ہے جس سے متکلم کی مراد میں پوشیدگی ہے اس میں خفاء ہے کیونکہ السنتہ کا مرادی معنی زبانیں ہیں اس سے جاسوس مراد لینا صحیح نہیں اگر السنہ کی جگہ عیون کا ذکر کرتے اور عین سے جاسوس مراد لیتے تو یہ درست تھا کیونکہ جاسوس جب جاسوسی کرتا ہے تو آنکھ کی پوشیدگی سے کرتا ہے اس لیے عیون کا ذکر کر لینا زیادہ بہتر ہے لہٰذا السنتہٗ کو ذکر کرنے میں تعقید معنوی پائی گئی جس کی وجہ سے یہ کلام غیر فصیح ہے۔

ترکیب:۔ نشر فعل الملک فاعل السنتہ مفعول بہ فی المدینۃ نشر کے متعلق نشر فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔

مثال۔ سَاَطْلُبُ بُعْدَ الدَّارِ عَنْكُمْ لِتَقْرُبُوْا. وَتَسْكُبُ عَيْنَایَ الدُّمُوْعَ لِتَجْمُدَا

ترجمہ:۔ پس تم سے مکان کی دوری چاہتا ہوں تاکہ تم قریب ہو جاؤ، اور میری آنکھیں

آنسو بہاتی ہیں تاکہ وہ جم جائیں۔ اس شعر میں دو کنائے استعمال کیے ہیں۔ ایک تو آنکھوں سے آنسو جاری ہونے سے اس کے لازم رنج وغم سے کنایہ کیا ہے اور یہ کنایہ قریبی ہے اور درست ہے اور اس میں کوئی خفا نہیں۔ دوسرا کنایہ یہ ہے کہ شاعر نے جمود عین (آنکھوں کا خشک ہو جانا) سے فرحت و مسرت مراد لیا ہے اور یہ کنایہ بعیدہ ہے اس میں کئی واسطے ہیں۔ کیونکہ جمود عین سے کنایہ قریبی یہ ہے کہ آدمی رونا چاہے اور آنکھوں سے آنسو نہ آئیں اور ذہن بھی اسی کی طرف منتقل ہوتا ہے لیکن شاعر نے فرحت و مسرت مراد لیا ہے اس طرح کہ میں تم سے بعد مکانی اختیار کر کے اپنے نفس کو فراق پر راضی کروں گا اور حزن وغم برداشت کرنے کا اور احباء کی شدت اشتیاق کا عادی بناؤں گا اور جب رنج برداشت کروں گا تو آنسو بھی بہیں گے پھر بالآخر مجھ کو قرب و وصال حاصل ہوگا۔ کیونکہ صبر کشادگی کی کنجی ہے اور ہر تنگی کے بعد آسانی ہوتی ہے جیسے اردو شاعر نے کہا ہے بنیں گی باعث تخلیق نو بربادیاں میری۔ مجھے آباد ہونا چاہیے مجھے برباد ہونے دو جب قرب وصال حاصل ہو گا تو فرحت و مسرت ہوگی اور آنکھیں خشک ہو جائیں گی اب کئی واسطوں کے بعد شاعر کی مراد معلوم ہوئی ہے تو اس میں تعقید معنوی ہے تو یہ کلام غیر فصیح ہے اردو میں تعقید معنوی کی مثال یہ شعر ہے۔ مگس کو باغ میں جانے نہ دینا۔ کہ ناحق خون پروانے کا ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ شہد کی مکھیوں کو باغ میں جانے سے روکو کیونکہ وہ وہاں جا کر پھلوں اور پھولوں کا رس چوس کر شہد کا چھتہ بنائیں گی چھتے سے موم نکلے گا اس سے موم بتیاں بنیں گی جب موم بتیاں جلیں گی تو بے چارے پروانے آ آ کر مریں گے اور ان کا خون ناحق ہوگا۔

باندازِ دیگر:۔

شاعر کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اب تک میں قرب و وصال میں رہا لیکن مجھے محبوب جدا کرتا رہا اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ زمانہ والوں کی عادت یہ ہے کہ جو آدمی چاہے اس کے خلاف کرتے ہیں اس لیے میں بھی اب جدائی اور بُعد مکانی کا طالب ہوں تاکہ تم قریب ہو جاؤ جب میں جدا ہوں گا تو غم تو ہوگا اور آنکھیں آنسو بھی بہائیں گی لیکن جب آپ کا قرب حاصل ہوگا تو آنکھیں خشک ہو جائیں گی اور فرحت و

مسرت حاصل ہوگی چونکہ شاعر کی مراد مخفی ہے اس لیے تعقید معنوی پائی گئی تو یہ کلام غیر فصیح ہے۔

لغت:۔ لتقربوا. قَرِبَ یقرب قربا باب سمع سمع قَرُبَ یَقْرُبُ قُرباً باب کَرُمَ یکرم بمعنی قریب ہونا سَکَبَ یسکب سکباً باب نصر ینصر بمعنی پانی بہانا عَیْنَایَ اصل میں عَیْنَانِی تھا جب اضافت کی تو اضافت کی وجہ سے نون گر گیا دموع جمع ہے دَمْعٌ کی بمعنی آنکھ کا پانی لتجمدا جَمَدَ یَجْمُدُ جمداً باب نصر ینصر بمعنی پانی کا نہ بہنا، ختم ہونا۔

ترکیب:۔ سا طلب فعل انا ضمیر فاعل بُعد مضاف الدار مضاف الیہ عن جار کُم مجرور جار مجرور مل کر متعلق بعد مصدر مضاف کے مضاف مضاف الیہ اور متعلق سے مل کر ظرف ہوا اَطْلُبُ فعل کا لتقربوا فعل فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا واؤ مستانفہ تسکب فعل عینای فاعل الدموع مفعول بہ لتجمدا متعلق ہوئے تَسْکُبُ فعل کے فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

وَفَصَاحَةُ الْمُتَكَلِّمِ مَلَكَةٌ يَقْتَدِرُ بِهَا عَلَى التَّعْبِيْرِ عَنِ الْمَقْصُوْدِ بِكَلَامٍ فَصِيْحٍ فِيْ اَيِّ غَرْضٍ كَانَ.

ترجمہ:۔ اور فصاحت متکلم ایسا ملکہ ہے جس کے ذریعے متکلم مقصود کو بیان کرنے پر قادر ہوتا ہے فصیح کلام کے ساتھ جس غرض میں بھی ہو۔

وفصاحة المتكلم ملكة..... الی..... فی ای غرض کان یہاں سے مصنف فصاحت متکلم کی تعریف بیان کر رہے ہیں۔

فصاحت متکلم کی تعریف:۔

متکلم فصیح انسان اسی وقت کہلائے گا جب اس کے اندر ایسا ملکہ ہو جس کے ذریعے وہ اپنے مقصود کو فصیح الفاظ میں بیان کرنے پر قادر ہو اگر ایسا ملکہ اور ایسی قوت نہیں ہے اتفاق سے بعض مضامین کے لیے فصیح جملے استعمال کر لے تو ایسے آدمی کو فصیح نہیں کہیں گے۔

سوالات:۔ (۱) فصاحت کلام کی تعریف کریں۔

(۲) فصاحت کلام کا کن قیودات سے خالی ہونا ضروری ہے۔
(۳) تنافر کلمات کیا ہے۔
(۴) ضعف تالیف کا مطلب کیا ہے مثال سے واضح کریں۔
(۵) تعقید کی کتنی قسمیں ہیں اور کون کون سی ہیں۔
(۶) تعقید کی قسموں کی تعریف اور وضاحت کریں۔
(۷) فصاحت متکلم کی تعریف کریں۔

۞۞۞

والبلاغة

وَالْبَلاَغَةُ فِي اللُّغَةِ الْوُصُوْلِ وَالْاِنْتِهَاءِ يُقَالُ بَلَغَ فُلاَنٌ مُرَادَهُ اِذَاوَصَلَ اِلَيْهِ وَبَلَغَ الرَّكْبُ الْمَدِيْنَةَ اذَا اِنْتَهٰى اِلَيْهَا وَتَقَعُ فِي الْاِصْطِلاَحِ وَصْفًا لِلْكَلاَمِ وَالْمُتَكَلِّمِ فَبَلاَغَةُ الْكَلاَمِ مُطَابِقَةٌ لِمُقْتَضَى الْحَالِ مَعَ فَصَاحَتِهٖ

ترجمہ:۔اور بلاغت لغت میں پہنچنا اور انتہاء کرنا ہے کہا جاتا ہے بلغ فلان مرادہٗ فلاح آدمی اپنی مراد کو پہنچ گیا جب اس کی طرف پہنچ جائے اور سوار شہر میں پہنچ گئے جبکہ اس کی طرف انتہاء کرے اور اصطلاح میں کلام اور متکلم کے لیے صفت واقع ہوتی ہے۔ پس بلاغت کلام کا مقتضی حال کے مطابق ہونا اپنی فصاحت کے ساتھ۔

تشریح:۔والبلاغة فی اللغة...... الی...... وصفًا للکلام و المتکلم مصنفؒ نے مقدمہ میں دو لفظ ذکر کیے تھے۔ (۱) فصاحۃ (۲) بلاغت۔ فصاحت کا بیان مکمل ہو چکا اب یہاں سے مصنفؒ بلاغت کو بیان کر رہے ہیں۔

بلاغت کا لغوی معنی:۔

پہنچنا اور انتہاء کرنا جیسا کہ جب آدمی اپنی مراد کو حاصل کر لے تو عرب میں کہا جاتا ہے بلغ فلان مرادہٗ یعنی آدمی نے اپنی مراد کو پا لیا اسی طرح مسافر جب سواریوں پر سفر کرتے ہوئے اس شہر میں پہنچ جائیں جو ان کا مطلوب ومقصود ہے تو ان کے بارے میں کہا جاتا ہے۔

بلغ الرکب المدینۃ:۔

یعنی سوار شہر میں پہنچ گئے۔

بلاغت کی اصطلاحی تعریف:۔

بلاغت اصطلاح میں کلام اور متکلم کی صفت واقع ہوتی ہے لہٰذا بلاغت کی دو

قسمیں ہوئیں (۱) بلاغت کلام (۲) بلاغت متکلم فبلاغة الكلام...... الی...... مع فصاحته یہاں سے مصنفؒ بلاغت کلام کی تعریف کر رہے ہیں۔

بلاغت کلام کی تعریف:۔

کہ کلام بلیغ وہ فصیح کلام ہے جو مقتضی حال کے مطابق ہو یعنی جیسا موقع ہو اسی کے مطابق گفتگو کی جائے اور بلاغت کے اندر فصاحت کا ہونا بھی ضروری ہے اور حال کے مناسب ہونا بھی ضروری ہے مثال کے طور پر موقع ایسا ہے کہ کلام کو مختصر ذکر کیا جائے اگر موقع کے مطابق کلام کو مختصر ذکر کیا گیا تو یہ کلام مقتضی حال کے مطابق ہے جو کلام موقع کے مطابق ہوگا تو وہ کلام فصیح و بلیغ ہوگا۔

وَالْحَالُ يُسَمّٰى بِالْمَقَامِ هُوَ الْاَمْرُ الْحَامِلُ لِلْمُتَكَلِّمِ عَلٰى اَنْ يُّوْرِدَ عِبَارَتَهٗ عَلٰى صُوْرَةٍ مَّخْصُوْصَةٍ وَالْمُقْتَضٰى وَيُسَمّٰى الْاِعْتِبَارَ الْمُنَاسِبَ هُوَ الصُّوْرَةُ الْمَخْصُوْصَةُ الَّتِىْ تُوْرَدُ عَلَيْهَا الْعِبَارَةُ مَثَلًا اَلْمَدْحُ حَالٌ يَدْعُوْ لِاِيْرَادِ الْعِبَارَةِ عَلٰى صُوْرَةِ الْاِطْنَابِ وَذَكَاءُ الْمُخَاطَبِ حَالٌ يَدْعُوْا لِاِيْرَادِهَا عَلٰى صُوْرَةِ الْاِيْجَازِ فَكُلٌّ مِّنَ الْمَدْحِ وَالذَّكَاءِ حَالٌ وَكُلٌّ مِّنَ الْاِطْنَابِ وَالْاِيْجَازِ مُقْتَضًى وَاِيْرَادُ الْكَلَامِ عَلٰى صُوْرَةِ الْاِطْنَابِ وَالْاِيْجَازِ مُطَابَقَةٌ لِلْمُقْتَضٰى وَبَلَاغَةُ الْمُتَكَلِّمِ مَلَكَةٌ يَقْتَدِرُ بِهَا عَلَى التَّعْبِيْرِ عَنِ الْمَقْصُوْدِ بِكَلَامٍ بَلِيْغٍ فِىْ اَىِّ غَرَضٍ كَانَ.

ترجمہ:۔ اور حال نام رکھا جاتا ہے مقام کے ساتھ وہ ایسا امر ہے جو متکلم کو ابھارتا ہے اس بات پر کہ اپنی عبارت کو مخصوص صورت پر لائے اور مقتضی نام رکھا جاتا ہے اعتبار المناسب وہ صورت مخصوصہ ہے جس پر عبارت لائی جاتی ہے مثلاً مدح حال ہے جو عبارت کو اطناب کی صورت پر لانے کا تقاضا کرتی ہے اور ذکاوت مخاطب یہ ایک حال ہے جو اختصار کی صورت پر عبارت کو چاہتی ہے پس مدح اور ذکاوت میں سے ہر ایک حال ہے ایجاز اور اطناب میں سے ہر ایک مقتضی ہے اور لانا کلام کو ایجاز اور اطناب کی صورت پر مطابقة للمقتضى ہے۔اور بلاغت متکلم ایسا ملکہ ہے جس کے ذریعے مقصود کو بیان کرنے پر متکلم قادر ہوتا ہے کلام بلیغ کے ساتھ جس غرض میں بھی

ہو۔

تشریح:۔ والحال یسمیٰ باالمقام الیٰ...... مطابقة للمقتضیٰ. مصنفؒ یہاں سے حال اور مقتضی کا مطلب بیان کر رہے ہیں۔

حال کی تعریف:۔

حال ایک ایسا امر ہے جو متکلم کو اس بات پر امادہ کرے کہ جو عبارت ذکر کرنا چاہتا ہے اس کو خاص طریقے پر پیش کرے جو متکلم کو اس بات پر امادہ کرے اس کا نام حال ہے اور اس کا دوسرا نام مقام ہے یعنی وہ جگہ جہاں متکلم بیٹھ کر کلام کر رہا ہے اور متکلم کے لیے ضروری ہے کہ موقع محل کے مطابق اپنی کلام کو مخصوص صورت پر پیش کرے۔

مقتضی کی تعریف:۔

وہ صورت مخصوصہ جس پر کلام کو یا عبارت کو پیش کرنا اس کا دوسرا نام اعتبار المناسب ہے۔

مثال:۔ مدح ایک حال ہے جو اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ کلام میں کچھ طوالت ہو اگر متکلم بات کرتے وقت اس حال کا خیال رکھ کر طویل کلام پیش کرے تو یہ کلام بلیغ ہو گا۔ اسی طرح ذکاوت ایک حال ہے جو تقاضا کرتی ہے کہ کلام کو مختصر انداز میں پیش کیا جائے اگر متکلم مخاطب کی ذہانت کا لحاظ رکھ کر مختصر کلام پیش کرے گا تو وہ کلام بلیغ ہو گا۔

الحاصل:۔ حاصل کلام یہ ہے کہ مدح اور ذکاء میں سے ہر ایک حال ہے اور اطناب ایجاز میں سے ہر ایک مقتضی ہے مدح کی صورت میں اطناب اور ذکاء کی صورت میں ایجاز سے کام لے کر کلام کو پیش کرنا یہ مطابقة للمقتضی ہے۔

و بلاغة المتکلم...... الیٰ...... فی ای غرض.

یہاں سے مصنفؒ نے متکلم بلیغ کی تعریف کی ہے متکلم بلیغ ایسے شخص کو کہتے ہیں جس کے اندر ایسی مہارت اور استعداد ہو جس کی وجہ سے مافی الضمیر کے اظہار کرنے پر قدرت رکھتا ہو کلام بلیغ کے ساتھ جس غرض میں بھی ہو اگر ایسا شخص موقع محل

کے مطابق کلام پیش کرتا ہے تو وہ متکلم بلیغ کہلائے گا۔

فائدہ:۔ بلغاء نے بلاغت کے دو طرف مقرر کیے ہیں (۱) طرف اعلیٰ۔ جو بلند سے بلند ہو یہ قرآن مجید کی بلاغت ہے اور جو اعلیٰ کے قریب ہو وہ کلام رسول اللہ ہے اور یہ دونوں معجزے ہیں۔ (۲) طرف اسفل، اس کا مطلب یہ ہے کہ کلام اگر اس سے بھی گرا ہوا ہوگا تو آدمی کا کلام نہیں سمجھا جائے گا بلکہ حیوان کی آواز سے مل جائے گا اس لیے بلاغت حاصل کرنے والوں کے لیے دو چیزوں کا جاننا ضروری ہے۔

ایک یہ کہ ان اسباب کو معلوم کریں جو فصاحت کے لیے مضر ہیں تا کہ غیر فصیح کلام کو لانے سے احتراز کرے، دوسری چیز یہ ہے کہ احوال اور مقتضیات احوال کو پہلے معلوم کر لیں ورنہ کلام کو مقتضاء حال کے مطابق لانا محال ہوگا کیونکہ طرف اعلیٰ اور طرف اسفل کے درمیان بلاغت کے بہت سے درجے ہیں جو کہ باہم مختلف ہیں بعض کی بلاغت بعض سے بہتر ہے۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بلاغت کا مرتبہ فرزدق اور جریر کی بلاغت کے مرتبے سے بہت بلند ہے۔

وَيُعْرَفُ التَّنَافُرُ بِالذَّوْقِ وَ مُخَالَفَةُ الْقِيَاسِ بِالصَّرْفِ وَضُعْفُ التَّالِيفِ وَالتَّعْقِيدُ اللَّفْظِيُّ بِالنَّحْوِ، وَالْغَرَابَةُ بِكُثْرَةِ الْإِطْلَاعِ عَلٰى كَلَامِ الْعَرَبِ وَالتَّعْقِيدُ الْمَعْنَوِيُّ بِالْبَيَانِ وَالْاَحْوَالِ وَ مُقْتَضَيَاتُهَا بِالْمَعَانِيْ فَوَجَبَ عَلٰى طَالِبِ الْبَلَاغَةِ مَعْرِفَةُ اللُّغَةِ وَ الصَّرْفِ وَالنَّحْوِ وَالْمَعَانِيْ وَالْبَيَانِ مَعَ كَوْنِهٖ سَلِيْمَ الذَّوْقِ كَثِيْرَ الْإِطْلَاعِ عَلٰى كَلَامِ الْعَرَبِ.

ترجمہ:۔ اور پہچانا جاتا ہے تنافر ذوق کے ساتھ اور مخالفت قیاس صرف کے ساتھ اور ضعف تالیف اور تعقید لفظی علم نحو کے ساتھ اور غرابت کلام عرب پر کثیر مطالعہ کے ساتھ اور تعقید معنوی بیان کے ساتھ اور احوال اور مقتضیات احوال علم معانی کے ساتھ پس واجب ہے بلاغت کے طالب پر لغت اور علم صرف اور علم نحو اور علم معانی اور علم بیان کا جاننا ذوق سلیم اور کلام عرب پر کثیر مطالعہ کے ساتھ۔

تشریح:۔ و يعرف التنافر بالذوق...... الى...... على كلام العرب

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ حصول بلاغت کے لیے ان علوم میں مہارت اور اس ذوق سلیم کا ہونا ضروری ہے جن کی وجہ سے ان عیوبات پر اطلاع ہو سکے جو کلام کے

بلیغ ہونے میں مخل بنتے ہیں مثلاً تنافر کی پہچان ذوق سلیم سے ہوتی ہے اور مخالفت قیاس کی پہچان علم الصرف سے ہوتی ہے ضعف تالیف اور تعقید لفظی کی پہچان علم النحو سے ہوتی ہے اور غرابت کی پہچان کلام عرب پر کثیر مطالعہ رکھنے سے اور تعقید معنوی کی پہچان علم بیان سے حال اور اس کے مقتضی کی پہچان علم معانی سے ہوتی ہے لہٰذا بلاغت کے طالب کے لیے علم لغت، علم صرف، علم نحو، علم معانی اور علم بیان میں مہارت تامہ حاصل کرنے کے ساتھ اچھا ذوق رکھنا اور کلام عرب پر کثیر مطالعہ رکھنا ضروری ہے۔

سوالات:۔ (۱) بلاغت کا لغوی معنیٰ اور اصطلاحی معنیٰ بیان کریں۔
(۲) بلاغت کی کتنی قسمیں ہیں کون کون سی ہیں ہر ایک کی تعریف کریں۔
(۳) مقتضی اور حال کا کیا مطلب ہے وضاحت کریں۔
(۴) مقتضی اور حال کا دوسرا نام بتائیں۔
(۵) بلیغ کے لیے کن کن علوم سے واقف ہونا ضروری ہے۔

علم معانی:۔

هُوَ عِلْمٌ يُعْرَفُ بِهٖ اَحْوَالُ اللَّفْظِ الْعَرَبِيِّ الَّتِيْ بِهَا يطَابِقُ مُقْتَضَى الْحَالِ فَتَخْتَلِفُ صُوَرِ الْكَلَامِ لِاخْتِلَافِ الْاَحْوَالِ مِنْ ذَالِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَاَنَّا لَا نَدْرِيْ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَبِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا. فَاِنَّ مَاقَبْلَ (اَمْ) صُوْرَةٌ مِنَ الْكَلَامِ تُخَالِفُ صُوْرَةَ مَابَعْدَهَا لِاَنَّ الْاُوْلٰى فِيْهَا فِعْلُ الْاِرَادَةِ مَبْنِيٌّ لِلْمَجْهُوْلِ وَالثَّانِيَةُ فِيْهَا فِعْلُ الْاِرَادَةِ مَبْنِيٌّ لِلْمَعْلُوْمِ وَالْحَالُ الدَّاعِيْ لِذَالِكَ نِسْبَةُ الْخَيْرِ اِلَيْهِ سُبْحَانَهٗ فِي الثَّانِيَةِ وَمَنْعُ نِسْبَةِ الشَّرِّ اِلَيْهِ فِي الْاُوْلٰى وَيَنْحَصِرُ الْكَلَامُ عَلٰى هٰذَ الْعِلْمِ فِيْ ثَمَانِيَةِ اَبْوَابٍ وَخَاتِمَةٍ.

ترجمہ:۔ علم معانی ایسا علم ہے جس کے ذریعے عربی لفظ کے احوال معلوم کیے جاتے ہیں۔ جن کے ساتھ وہ لفظ مقتضی حال کے مطابق ہو پس کلام کی صورت مختلف ہوتی ہے احوال کے مختلف ہونے کی وجہ سے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہم نہیں جانتے کہ ان کے ساتھ جو زمین میں ہیں شر کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے ساتھ ان کے رب نے بھلائی کا ارادہ کیا ہے پس بے شک ام ماقبل کلام کی ایک صورت ہے جو ام کے مابعد

کلام کی صورت کے مخالف ہے اس لیے کہ اس میں فعل ارادہ مبنی للمجہول ہے اور دوسرا اس میں فعل ارادہ مبنی للمعلوم ہے اور حال اس بات کا تقاضا کرتا ہے اللہ سبحانہٗ کی طرف بھلائی کی نسبت کی جائے دوسرے جملے میں اور پہلے جملے میں شر کی نسبت اللہ کی طرف کرنے سے منع کرتا ہے اور کلام منحصر ہے اس علم پر جس کا بیان آٹھ ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

تشریح:۔ هو علم يعرف به...... الى...... اليه فى الاولى

یہاں سے مصنفؒ علم معانی کی تعریف کر رہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ بلاغت کے حصول کے لیے خصوصاً تین علوم کی ضرورت ہوتی ہے (۱) علم معانی (۲) علم بیان (۳) علم بدیع تو اس کتاب میں تینوں علوم پر بحث کی گئی ہے سب سے پہلے علم معانی کی تعریف کو ذکر کیا گیا ہے۔

علم معانی کا لغوی معنی:۔

مقاصد کا علم یعنی دوسروں کو سمجھانے کا علم۔

اصطلاحی تعریف:۔

علم معانی ایسے قوانین اور ضوابط کا نام ہے جس کے ذریعے عربی الفاظ کے احوال پر واقفیت حاصل ہوتی ہے جن کے ساتھ وہ الفاظ مقتضی حال کے مطابق ہوں، حال کے مختلف ہونے کی صورت میں کلام کی صورت بھی مختلف ہو گی یعنی جس طرح کلام کے واقع ہونے کا حال تقاضا کرے گا تو کلام اسی صورت پر واقع ہو گی تو حال سے مراد معرفہ لانا، نکرہ لانا، مبتداء لانا، خبر لانا، مقدم لانا، مؤخر لانا وغیرہ وغیرہ۔

اللفظ العربی:۔

لفظ عربی کی تخصیص اس وجہ سے کی ہے اس فن میں عربی زبان کی فصاحت و بلاغت کا ذکر ہو گا تاکہ قرآن کی فصاحت و بلاغت معلوم ہو جو کہ ہر مومن کی غرض ہے ورنہ ہر زبان میں وضاحت و بلاغت موجود ہے۔

مثال:۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد وَاَنَّا لَا نَدْرِیْ اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا. اس آیت میں ام کے ماقبل کے کلام کی صورت ام کے مابعد کے کلام کی صورت سے مختلف ہے کیونکہ ام کے ماقبل میں اُرید فعل مجہول لایا گیا ہے اور ام کے مابعد میں اراد فعل معروف لایا گیا ہے حالانکہ یہ دونوں ایک ہی مادہ سے ہیں تو یہاں حالت کو تبدیل ہونے کی وجہ سے کلام کو بدلا گیا ہے۔ کلام کی صورت کی اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ اس میں حال مختلف ہے حال یہ تقاضا کرتا ہے کہ خیر کی نسبت اللہ کی طرف کی جائے اس لیے ام کے مابعد میں فعل معروف لایا گیا ہے تا کہ اس فعل کا فاعل معلوم ہو اگر شر کی نسبت اللہ کی طرف کی جائے تو حال اس نسبت کو جائز قرار نہیں دیتا اس لیے ام کے ماقبل والے جملے میں فعل مجہول لایا گیا ہے تا کہ فعل کا فاعل معلوم نہ ہو الحاصل حاصل یہ ہوا کہ حالت کے مختلف ہونے سے کلام بھی مختلف ہوگی۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ کلام بلیغ منحصر ہے اس علم پر اور اس علم کی وضاحت آٹھ ابواب اور ایک خاتمہ میں بیان کی جائے گی۔

اَلْبَابُ الْاَوَّلُ

فِی الْخَبَرِ وَالْاِنْشَاءِ

كُلُّ كَلَامٍ فَهُوَ اِمَّا خَبَرٌ اَوْ اِنْشَاءٌ وَالْخَبَرُ مَايَصِحُّ اَنْ يُقَالَ لِقَائِلِهٖ اِنَّهٗ صَادِقٌ فِيْهِ اَوْ كَاذِبٌ كَسَافِرٌ مُحَمَّدٌ وَعَلِیٌّ مُقِيْمٌ وَالْاِنْشَاءُ مَالَا يَصِحُّ اَنْ يُقَالَ لِقَائِلِهٖ ذَالِكَ كَسَافِرْ يَا مُحَمَّدُ وَاَقِمْ يَا عَلِیُّ وَالْمُرَادُ بِصِدْقِ الْخَبَرِ مُطَابَقَتُهٗ لِلْوَاقِعِ وَكِذْبُهٗ عَدَمُ مُطَابَقَتِهٖ لَهٗ فَجُمْلَةُ عَلِیٌّ مُقِيْمٌ اِنْ كَانَتِ النِّسْبَةُ الْمَفْهُوْمَةُ مِنْهَا مُطَابِقَةً لِمَا فِی الْخَارِجِ فَصِدْقٌ وَاِلَّا فَكِذْبٌ وَلِكُلِّ جُمْلَةٍ رُكْنَانِ مَحْكُوْمٌ عَلَيْهِ وَمَحْكُوْمٌ بِهٖ وَيُسَمَّى الْاَوَّلُ مُسْنَدًا اِلَيْهِ كَالْفَاعِلِ وَنَائِبِهٖ وَالْمُبْتَدَأُ الَّذِیْ لَهٗ خَبَرٌ وَيُسَمَّى الثَّانِیْ مُسْنَدًا كَالْفِعْلِ وَالْمُبْتَدَأُ الْمُكْتَفِیْ بِمَرْفُوْعِهٖ.

ترجمہ:۔ ہر کلام پس وہ خبر ہے یا انشاء ہے اور خبر وہ ہے کہ صحیح ہو یہ کہ کہا جائے

اس کے کہنے والے کے لیے کہ وہ اس میں سچا ہے یا جھوٹا جیسے سافر محمد وعلی مقیم، اور انشاء وہ کلام ہے کہ نہ صحیح ہو یہ کہ کہا جائے اس کے کہنے والے کے لیے کہ وہ اس میں سچا ہے یا جھوٹا جیسے سافر یا محمد واقم یا علی، اور صدق خبر سے مراد واقع کے مطابق ہونا ہے اور کذب خبر سے مراد اس کے مطابق نہ ہوتا ہے پس جملہ علی مقیم اگر نسبت جو سمجھی گئی ہو اس کے مطابق ہے جو خارج میں ہے پس صدق ہے ورنہ کذب، اور ہر جملہ کے دو رکن ہیں محکوم علیہ اور محکوم بہ اور نام رکھا جاتا ہے پہلے کا مسند الیہ جیسے فاعل اور نائب فاعل اور مبتدا وہ جس کی خبر دی جائے اور نام رکھا جاتا ہے دوسرے کا مسند جیسے فعل اور وہ مبتداء کہ اکتفا کیا گیا ہو اس کے مرفوع کے ساتھ۔

تشریح:۔ کل کلام فھو خبر ...... الیٰ ...... والا فکذبٌ

ہر وہ کلام جو انسان کی زبان سے ادا ہو اس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) خبر (۲) انشاء

خبر کی تعریف:۔

خبر یہ ہے کہ اس کے کہنے والے کو سچا یا جھوٹا کہہ سکیں مثلاً سافر محمد محمد نے سفر کیا اب جو بھی آدمی یہ کلام کہے گا ہم اسے سچا بھی کہہ سکتے ہیں اور جھوٹا بھی کہہ سکتے ہیں۔

انشاء کی تعریف:۔

انشاء یہ ہے کہ اس کے کہنے والے کو سچا یا جھوٹا نہ کہہ سکیں مثلاً سافر یا محمد واقم یا علی......

والمراد بصدق...... الیٰ...... فصدق والافکذب.

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ صدق خبر سے مراد یہ ہے کہ مخبر نے جو خبر دی ہے اگر وہ خبر واقع کے مطابق ہے تو اس خبر کو صدق سے تعبیر کرتے ہیں اور مخبر کو صادق سے اگر وہ واقع کے مطابق نہیں ہے تو خبر کو کذب سے اور مخبر کو کاذب سے تعبیر کرتے ہیں۔

مثال:۔ علی مقیم اب اس جملے میں مخبر نے علی کے مقیم ہونے کی خبر دی ہے اور جو بات

اس جملہ سے سمجھی گئی ہے اگر وہ واقع کے مطابق ایسے ہی ہے یعنی علی مقیم ہے تو یہ صدق ہے ورنہ کذب۔

ولکل جملۃ رکنان...... الی...... المکتفی بمرفوعہ

یہاں سے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ہر کلام کے لیے دو جز ہوتے ہیں۔

(۱) محکوم علیہ (۲) محکوم بہ

محکوم علیہ کی تعریف:۔

محکوم علیہ وہ شے ہے جس کی طرف خبر میں مذکورہ حکم کی نست کی جائے اور اس کا دوسرا نام مسند الیہ ہے اور اس کو مخبر عنہ بھی کہتے ہیں۔

مثال:۔ جیسے فاعل نائب فاعل وغیرہ۔

محکوم بہ کی تعریف:۔

وہ حکم جس کی محکوم علیہ کی طرف نسبت کی جائے اس کو مسند بہ اور مخبر بہ بھی کہتے ہیں مثال جیسے فعل، شبہ فعل، خبر وغیرہ المبتداء المکتفی بمرفوعہ. وہ مبتداء جو اکتفا کرنے والا ہو اپنے مرفوع کے ساتھ اسے مبتداء ثانی بھی کہتے ہیں یعنی وہ صفت کا صیغہ جو حرف نفی اور ہمزہ استفہام کے بعد واقع ہو اور اپنے اسم ظاہر کو رفع دے جیسے ماقائم الذیدان اور اقائم الذیدان اب ان دونوں مثالوں میں صفت اپنے مابعد کی طرف منسوب ہے اور مابعد اس صفت کا فاعل ہے اور خبر کے قائم مقام ہے۔

سوالات:۔ (۱) کلام کی کتنی قسمیں ہیں اور کون کون سی ہیں؟

(۲) خبر کی تعریف کریں۔

(۳) صدق اور کذب کا کیا مطلب ہے مثال سے واضح کریں۔

(۴) خبر کے ارکان کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں۔

(۵) محکوم علیہ اور محکوم بہ ان کی تعریف کریں اور یہ بتائیں ان کا دوسرا نام کیا ہے۔

الکلام علی الخبر

اَلْخَبَرُ اِمَّا اَنْ یَّکُوْنَ جُمْلَةً فِعْلِیَّةً اَوْ اِسْمِیَّةً فَالْاُوْلٰی مَوْضُوْعَةٌ لِاِفَادَةِ الْحُدُوْثِ فِیْ زَمَنٍ مَخْصُوْصٍ مَعَ الْاخْتِصَارِ وَقَدْ تفید الْاِسْتِمْرَارَ التَّجَدُّدِیَّ بِالْقَرَائِنِ اِذَا کَانَ الْفِعْلُ مُضَارِعًا کَقَوْلِ الظَّرِیْفِ.

اَوَکُلَّمَا وَرَدَتْ عُکَاظُ قَبِیْلَةً. بَعَثُوْا اِلَیَّ عَرِیْفَهُمْ یَتَوَسَّمُ

ترجمہ:۔ خبر یا تو جملہ فعلیہ ہوگا یا اسمیہ پس اولیٰ (یعنی جملہ فعلیہ) وضع کیا گیا ہے حدوث کا فائدہ دینے کے لیے مخصوص زمانہ میں اختصار کے ساتھ اور کبھی فائدہ دیتا ہے استمرار تجددی کا قرائن کے ساتھ جبکہ فعل مضارع ہو جیسے ظریف کا قول ہے۔ جب عکاظ کے بازار میں کوئی قبیلہ اترے گا۔ بھیجے گا میرے پاس اپنے سردار کو تا کہ مجھ کو اچھی طرح پہچان لے۔

تشریح:۔ یہاں سے مصنف "کلام خبر کی قسمیں بیان کر رہے ہیں۔

کلام خبر کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) جملہ فعلیہ (۲) جملہ اسمیہ۔

جملہ فعلیہ کی تعریف:۔

جملہ فعلیہ وہ جملہ ہے جس کا پہلا جز فعل ہو۔

مثال:۔ قَامَ زَیْدٌ.

فائدہ:۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ کسی مخصوص زمانہ میں مسندالیہ کے لیے سند کا وجود ثابت ہو۔

مع الاختصار:۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ زمانے کو بتلانے کے لیے اس میں کوئی قرینہ نہ ہو جیسے زید قائم الآن اوامس اوغداً اب اس مثال میں دلالت زمانہ مخصوص پر دوسرے لفظ کو ملانے کی وجہ سے ہے یعنی الآن امس غداً بخلاف فعل کے کہ وہ اپنی ہیئت مخصوصہ کے ذریعے ان تینوں زمانوں میں سے کسی ایک پر دلالت کرتا ہے۔ اور اس میں قرینہ کی

ضرورت نہیں پڑتی۔

مخصوص فائدہ:۔

فعل استمرار تجددی کا فائدہ دیتا ہے جبکہ فعل مضارع ہو فعل ماضی استمرار تجددی کے لیے نہیں آتا جیسے طریف کا قول اَوَ کُلَّمَا وَرَدَتْ عُكَاظَ قَبِيلَةٌ، بَعَثُوا اِلَيَّ عَرِيفَهُمْ يَتَوَسَّمُ

شعر کا پس منظر:۔

طریف ایک شاعر تھا عکاظ بازار میں ایک میلہ لگتا تھا تو زمانہ جاہلیت میں تمام عرب کے قبائل جمع ہو کر فخر یہ اشعار پڑھتے تھے اور اس کی خصوصیت یہ تھی کہ اگر کوئی اپنے باپ کے قاتل کو دیکھ لیتا تو اشہر حرم کی رعایت کرتے ہوئے قاتل کے پیچھے نہیں لگتا تھا اور عام طور پر عرب کے بہادر اپنے چہروں پر نقاب ڈالتے تھے تا کہ پہچانے نہ جائیں، لیکن طریف اس قدر بہادر اور مغرور تھا کہ وہ اپنے چہرے پر نقاب نہیں ڈالتا تھا تو طریف نے ایک آدمی کو قتل کر دیا اس کا نام شراحیل تھا یہ قبیلہ بنی شیبان کا آدمی تھا اس کے بیٹے نے کہا میں اپنے والد کا بدلہ ضرور لوں گا چنانچہ عکاظ بازار میں شراحیل کا بیٹا اس کو گھور گھور کر دیکھتا تھا تو طریف نے اسے للکارتے ہوئے کہا مَالَكَ تَنظُرُ اِلَيَّ تجھے کیا ہو گیا کہ تو میری طرف دیکھتا ہے۔

اس نے کہا اَتَوَسَّمُكَ لِاَعْرِفَكَ میں تجھے گھور گھور کر اس لیے دیکھتا ہوں کہ تجھے اچھی طرح پہچان لوں اور جب کبھی جنگ کا موقع ہو تو تجھے اپنے باپ کے بدلے میں قتل کر ڈالوں اس کا یہ سننا تھا تو طریف نے یہ شعر کہا اس میں یتوسم فعل مضارع ہے یہ استمرار تجددی کا فائدہ دیتا ہے اور اس میں یتوسم محل استشہاد ہے۔

لغت:۔

عکاظ یہ ایک بازار کا نام ہے جو نخلہ اور طائف کے درمیان ہے یہاں پر اشعار پڑھتے تھے قبیلہ یہ مفرد ہے اس کی جمع قبائل ہے قبیلہ اور خاندان کے معنی ہیں

وَرَدَتْ وَرَدَ يَرِدُ وُرُوْدًا باب ضرب یضرب بمعنی وارد ہونا، اتر نا عریف بروزن امیر عَرِفَ یَعْرَفُ باب سمع یسمع بمعنی لیڈر، سردار ہونا، چوہدری ہونا۔ یتوسم توسم یتوسم باب تفعل بمعنی تاثر لینا، فراست سے پہچان لینا۔

ترکیب:۔ کلما شرط وردت فعل عکاظ مفعول فیہ قبیلہ فاعل وردت کا فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہو کر شرط۔ بعثوا فعل فاعل الی متعلق ہوئے بعثوا کے عریفھم ذوالحال یتوسم فعل اس میں ہو ضمیر فاعل فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہو کر حال حال ذوالحال مل کر مفعول بہ فعل اپنے فاعل مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جزاء شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

وَالثَّانِيَةُ مَوْضُوْعَةٌ لِمُجَرَّدِ ثُبُوْتِ الْمُسْنَدِ لِلْمُسْنَدِ اِلَيْهِ نَحْوُ الشَّمْسُ مُضِيْئَةٌ وَقَدْ تُفِيْدُ الْاِسْتِمْرَارَ بِالْقَرَائِنِ اِذَا لَمْ يَكُنْ فِيْ خَبَرِهَا فِعْلٌ نَحْوُ الْعِلْمُ نَافِعٌ، وَالْاَصْلُ فِي الْخَبَرِ اَنْ يُلْقٰى لِاِفَادَةِ الْمُخَاطَبِ الْحُكْمَ الَّذِيْ تَضَمَّنَهُ الْجُمْلَةُ كَمَا فِيْ قَوْلِنَا حَضَرَ الْاَمِيْرُ اَوْ لِاِفَادَةِ اَنَّ الْمُتَكَلِّمَ عَالِمٌ بِهٖ نَحْوُ اَنْتَ حَضَرْتَ اَمْسِ وَيُسَمَّى الْحُكْمُ فَائِدَةُ الْخَبَرِ وَكَوْنَ الْمُتَكَلِّمِ عَالِمًا بِهٖ لَازِمَ الْفَائِدَةِ.

ترجمہ:۔ اور دوسرا وضع کیا گیا ہے کہ محض مسند مسند الیہ کے لیے ثابت ہو جیسے الشمس مضیئۃ اور کبھی فائدہ دیتا ہے استمرار کا قرائن کے ساتھ جبکہ اس کی خبر میں فعل نہ ہو جیسے العلم نافع اور خبر میں اصل یہ ہے کہ اس کو ذکر کیا جائے مخاطب کو اس حکم کا فائدہ پہنچانے کے لیے جس کو جملہ شامل ہے جیسے ہمارے قول میں حضر الامیر امیر حاضر ہے یا فائدہ دینے کے لیے اس بات کا کہ متکلم اس خبر کو جانتا ہے جیسے انت حضرت امس نام رکھا جاتا ہے اس حکم کا فائدۃ الخبر اور متکلم کا خبر کو جاننا اس کو لازم الفائدہ کہتے ہیں۔

تشریح:۔ والثانیۃ موضوعۃ...... الی...... العلم نافع.

یہاں سے مصنفؒ جملہ اسمیہ کو بیان فرمار ہے ہیں۔

جملہ اسمیہ کی تعریف:۔

جملہ اسمیہ وہ جملہ ہے جس کا پہلا جز اسم ہو۔

مثال:۔ جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ.

اس کے دو فائدے ہیں (۱) مسند مسندالیہ کے لیے ثابت ہو یہ اس کا عام فائدہ ہے جیسے الشمس مضیئة یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ روشنی سورج کے لیے ثابت ہے۔

فائدہ (۲):۔ مسند کا مسندالیہ کے لیے استمرار کے ساتھ ثبوت ہو یہ اس کا خاص فائدہ ہے جبکہ اس کی خبر فعل نہ ہو جیسے العلم نافع، علم نافع ہے یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ علم ہمیشہ نفع مند ہے یعنی یہ خبر استمراری طور پر ثابت ہے۔

والاصل فی الخبر...... الٰی...... لازم الفائده.

یہاں سے مصنفؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ متکلم جب خبر دیتا ہے تو اس کے دو مقصد ہوتے ہیں۔

مقصد (۱):۔ یا تو مخاطب کو فائدہ پہنچانا ہوتا ہے جیسے حضر الامیر اب یہاں پر متکلم کا مقصد یہ ہے کہ مخاطب کو پتہ چل جائے کہ امیر حاضر ہے یعنی اس کو امیر کے آنے کی خبر دینا ہے اس کو فائدۃ الخبر کہتے ہیں۔

مقصد (۲):۔ متکلم کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جس بات کا تجھے علم ہے اس کا مجھے بھی علم ہے جیسے انت حضرت امس کہ تم تو کل ہی آ گئے تھے، اب یہاں پر مخاطب کے آنے کی اطلاع دینا مقصود نہیں ہے اس لیے کہ مخاطب کو اپنے آنے کا علم ہے بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ مجھ کو بھی تمہارے آنے کی اطلاع ہے۔ اس کو لازم فائدۃ الخبر کہتے ہیں۔

وَقَدْ يُلْقَى الْخَبَرُ لِاَغْرَاضٍ اُخْرىٰ كَا الْاِسْتِرْحَامِ فِیْ قَوْلِ مُوْسٰی علیه السلام رَبِّ اِنِّیْ لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ، وَاِظْهَارِ الضُّعْفِ فِیْ قَوْلِ زَكَرِیَّا علیه السلام رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْباً، وَاِظْهَارِ التَّحَسُّرِ فِیْ قَوْلِ امْرَاَةِ عِمْرَانَ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَا اُنْثٰی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ، وَاِظْهَارِ الْفَرَحِ بِمُقْبِلٍ وَالشَّمَاتَةِ بِمُدْبِرٍ فِیْ قَوْلِكَ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ وَاِظْهَارِ السُّرُوْرِ فِیْ قَوْلِكَ اَخَذْتُ جَائِزَةَ التَّقَدُّمِ لِمَنْ یَّعْلَمُ ذَالِكَ وَالتَّوْبِیْخِ فِیْ قَوْلِكَ لِلْعَاثِرِ اَلشَّمْسُ طَالِعَةٌ.

ترجمہ:۔ اور کبھی خبر دوسرے مقاصد کے لیے آتی ہے مثلاً رحمت وشفقت طلب کرنا موسیٰ علیہ السلام کے قول میں، اے میرے رب میں اس بھلائی کا محتاج ہوں جو تو

میری طرف اتارے، اور کمزوری کے اظہار کے لیے زکریا علیہ السلام کے قول میں، اے میرے رب میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں اور میرے سر کے بال بھی سفید ہو چکے ہیں، اور اظہار حسرت کے لیے عمران کی بیوی کے قول میں، اے میرے رب میں نے اس کو لڑکی جنا اور اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے جو جنا، اور خوشی کے اظہار کے لیے اچھی چیز کے آنے اور بری چیز کے جانے کے ساتھ تیرے قول میں، حق آ گیا، اور باطل چلا گیا اور خوشی کے اظہار کے لیے تیرے قول میں، لیا میں نے انعام آگے بڑھنے کا اس آدمی کے لیے جو اس بات کو جانتا ہو، اور زجر و توبیخ کے لیے تیرے قول میں، پھسلنے والے کے لیے الشمس طالعۃ۔

تشریح:۔ قدیلقی الخبر لاغراض اخریٰ...... الیٰ...... الشمس طالعۃ

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ خبر اصل کے اعتبار سے تو دو فائدوں کے لیے آتی ہے لیکن کبھی کبھی دوسرے اغراض کے لیے بھی آتی ہے جیسے:

(۱) استرحام:۔

یعنی خبر کبھی رحمت و شفقت طلب کرنے کے لیے آتی ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کا قول۔ رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر اب اس مثال میں خبر جو ہے وہ فائدہ الخبر یا لازم فائدہ الخبر کے لیے نہیں ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے یہ فرما رہے ہیں کہ آپ میرے پاس جو بھی اچھی چیز اتاریں گے میں اس کا محتاج ہوں یہ خبر مہربانی طلب کرنے کے لیے ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کو خبر دینے کے لیے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب ہے۔

(۲) اظہار الضعف:۔

اور کبھی خبر کمزوری کے اظہار کے لیے آتی ہے جیسے زکریا علیہ السلام کا قول رب انی وھن العظم منی. اب یہاں پر بھی حضرت زکریا علیہ السلام اپنی کمزوری کا اظہار کر رہے ہیں نہ کہ اللہ تعالیٰ کو خبر دے رہے ہیں۔

(۳) اظہار التحسر :۔

کبھی خبر حسرت و افسوس کے اظہار کے لیے بھی آتی ہے جیسے عمران کی بیوی کا قول رب انی وضعتها انثی و الله اعلم بما وضعت، کیونکہ ان کی بیوی یہ چاہتی تھی کہ ان کے ہاں بیٹا پیدا ہو لیکن ان کی آرزو کے خلاف ہوا اس لیے انہوں نے یہ جملہ بول کر افسوس کا اظہار کیا ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کو خبر دینا مقصود ہے۔

(۴) او اظهار الفرح بمقبل و الشماتة بمدبر :۔

اور کبھی خبر ذکر کی جاتی ہے اچھی چیز کے مل جانے اور بری چیز کے چلے جانے پر جیسے جآء الحق و زهق الباطل حق سے مراد اسلام اور باطل سے مراد کفر و شرک ہے حق کے آنے سے مسلمانوں کو خوشی ہوئی اور باطل کے چلے جانے سے بھی مسلمانوں کو خوشی حاصل ہوئی۔

(۵) اظہار السرور :۔

اور کبھی خبر خوشی کے اظہار کے لیئے آتی ہے جیسے اَخَذْتُ جَائِزَةِ التَّقَدُّمِ اس مثال میں متکلم کا مخاطب کو خبر دینا مقصود نہیں بلکہ اول آنے پر انعام کے حصول کو ظاہر کرنے کے وقت جو خوشی حاصل ہوتی ہے تو اسے ظاہر کرنا ہے اس شخص کے سامنے جو اس کو جانتا ہو لیکن جب مخاطب اس بات کو نہ جانتا ہو تو پھر اس کو خبر دینا ہے۔

(۶) التوبیخ :۔

اور کبھی خبر زجر و توبیخ کے لیے بھی آتی ہے جیسے کسی گرنے والے شخص کو کہنا الشمس طالعة اس مثال سے متکلم کا یہ مقصد نہیں کہ مخاطب کو پتہ نہیں کہ سورج نکلا ہوا ہے کہ نہیں بلکہ تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ سورج نکلا ہوا ہے پھر بھی تو گر گیا ہے۔

(اَضْرَبُ الْخَبَرِ) حَيْثُ كَانَ قَصْدُ الْمُخْبِرِ بِخَبَرِهِ إِفَادَةُ الْمُخَاطِبِ يَنْبَغِيْ اَنْ يُقْتَصِرَ مِنَ الْكَلَامِ عَلٰى قَدْرِ الْحَاجَةِ حَذْراً مِنَ اللَّغْوِ فَإِنْ كَانَ

الْمُخَاطَبُ خَالِيَ الذِّهْنِ مِنَ الْحُكْمِ اُلْقِيَ اِلَيْهِ الْخَبَرُ مُجَرَّداً عَنِ التَّاكِيْدِ نَحْوُ اَخُوْكَ قَادِمٌ وَاِنْ كَانَ مُتَرَدِّداً فِيْهِ طَالِبًا لِمَعْرِفَتِهٖ حَسُنَ تَوْكِيْدُهٗ نَحْوَ اَنَّ اَخَاكَ قَادِمٌ وَاِنْ كَانَ مُنْكِراً وَجَبَ تَوْكِيْدُهٗ بِمُؤَكِّدٍ اَوْمُؤَكِّدَيْنِ اَوْ اَكْثَرَ حَسْبَ دَرَجَةِ الْاِنْكَارِ نَحْوُ اِنَّ اَخَاكَ قَادِمٌ اَوْاِنَّهٗ لَقَادِمٌ اَوْوَاللّٰهِ اِنَّهٗ لَقَادِمٌ فَالْخَبَرُ بِالنِّسْبَةِ لِخُلُوِّهٖ مِنَ التَّوْكِيْدِ وَاشْتِمَالِهٖ عَلَيْهِ ثَلٰثَةُ اَضْرُبٍ كَمَارَاَيْتَ وَيَسَمَّى الضَّرْبُ الْاَوَّلُ اِبْتِدَائِيًا وَالثَّانِيْ طَلَبِيًا وَالثَّالِثُ اِنْكَارِيًا وَيَكُوْنَ التَّوْكِيْدُ بِاِنَّ وَاَنَّ وَلَامِ الْاِبْتِدَاءِ وَاَحْرُفِ التَّنْبِيْهِ وَالْقَسْمِ وَنُوْنِي التَّوْكِيْدِ وَالْحُرُوْفِ الذَّائِدَةِ وَالتَّكْرِيْرِ وَقَدْ وَاَمَّا الشَّرْطِيَّةُ۔

ترجمہ:۔ (خبر کی اقسام) اس وقت جب ارادہ کرے خبر دینے والا اپنی خبر کے ساتھ مخاطب کو فائدہ پہنچانا تو مناسب ہے اس کے لیے یہ کہ اکتفاء کرے کلام سے ضرورت کی مقدار پر لغو سے بچتے ہوئے پس اگر مخاطب خالی الذہن ہو حکم سے تو ذکر کی جائے گی خبر اس کے لیے جو خالی ہو تاکید سے جیسے اخوک قادم تیرا بھائی آنے والا ہے اور اگر وہ اس میں شک کرنے والا ہو طلب کرنے والا ہو اس کی معرفت کو تو اچھا ہے اس کی تاکید لانا جیسے ان اخاک قادم بے شک تیرا بھائی آنے والا ہے اور اگر انکار کرنے والا ہو تو واجب ہے اس کی تاکید لانا ایک تاکید یا دو تاکید یا اس سے زیادہ کے ساتھ انکار کے درجہ کے مطابق جیسے ان اخاک قادم یا انہ لقادم یا واللہ انہ لقادم پس خبر اس نسبت سے کہ وہ تاکید سے خالی ہو اور مشتمل ہو اس تاکید پر تین قسمیں ہیں جیسا کہ تو نے دیکھا اور نام رکھا جاتا ہے پہلی قسم کا ابتدائی اور دوسری کا طلبی اور تیسری کا انکاری اور تاکید ہوتی ہے اِنَّ اَنَّ اور لام ابتداء اور حروف تنبیہ اور قسم اور نون تاکید اور حروف زائدہ اور تکریر اور قد اور اما شرطیہ کے ساتھ۔

تشریح:۔ حیث کان قصد المخبر ...... الی ...... والثالث انکاریاً۔

یہاں سے مصنفؒ خبر کی اقسام بیان کر رہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں جب متکلم بلیغ ہو اور کسی خبر دینے کا ارادہ کرے تو ضروری ہے اس کے لیے کہ مخاطب کو اس کے حال کے مطابق خبر دے اگر متکلم مخاطب کو اس کے حال کے مطابق خبر دے گا تو اس کو متکلم بلیغ کہا جائے گا اگر مخاطب کے حال کے مطابق خبر نہیں دے گا تو اس کو متکلم بلیغ

نہیں کہا جائے گا۔ مخاطب کے حال کے اعتبار سے خبر کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) کلام ابتدائی (۲) کلام طلبی (۳) کلام انکاری۔

کلام ابتدائی کی تعریف:۔

اگر مخاطب خالی الذہن ہو تو متکلم کے لیے ضروری ہے کہ کلام کو بغیر تاکید کے ذکر کرے اگر اس نے کلام میں تاکید ذکر کر دی تو کلام لغو ہو جائے گا۔

مثال:۔ جیسے اخوک قادمٌ

کلام طلبی کی تعریف:۔

اگر مخاطب کو خبر کے بارے میں شک اور تردد ہے اور مخاطب اس خبر کی معرفت طلب کرتا ہے تو اس صورت میں خبر کو تاکید کے ساتھ ذکر کرنا بہتر ہے۔

مثال:۔ جیسے ان اخاک قادمٌ

کلام انکاری کی تعریف:۔

اگر مخاطب منکر ہے تو پھر دیکھیں گے کہ اس کا انکار کس درجہ کا ہے اگر انکار کم درجہ کا ہے تو ایک تاکید لائیں گے اگر اس سے زیادہ درجے کا انکار ہے تو خبر کو دو تاکیدوں کے ساتھ ذکر کریں گے اور اگر اس سے بھی زیادہ ہو تو پھر زیادہ تاکیدوں کے ساتھ خبر کو مؤکد ذکر کریں گے یعنی جس درجہ کا انکار ہو گا اسی درجے کی تاکید لائی جائے گی۔

مثال:۔ جیسے ان اخاک قادم اب اس مثال میں اِنَّ کے ساتھ تاکید لائی گئی ہے انہٗ لقادم اس میں اِنَّ اور لام تاکید کا اضافہ کیا گیا ہے۔ واللّٰہ انہ لقادم اس مثال میں اِنَّ کے ساتھ لام تاکید اور قسم کا اضافہ کیا گیا ہے۔

الحاصل:۔ حاصل یہ ہوا کہ خبر چاہے تاکید سے خالی ہو یا تاکید پر مشتمل ہو تو تین قسم پر ہے اور وہ خبر جو تاکید سے خالی ہو اس کو خبر ابتدائی اور جس میں تاکید لانا اچھا ہو اسے خبر طلبی اور جس میں تاکید کا لانا واجب ہو اسے خبر انکاری کہتے ہیں۔

ویکون التاکید بِاِنَّ...... الیٰ...... اما شرطیه

یہاں سے مصنفؒ حروف تاکید ذکر کرنا چاہتے ہیں حروف تاکید یہ ہیں۔

(۱) اِنَّ اَنَّ ان کے ساتھ بھی کلام کو مؤکد کیا جا سکتا ہے۔ جیسے **اِنَّ زیداً قائمٌ**

(۲) لام ابتداء۔ اس کے ذریعے بھی کلام کو مؤکد کیا جا سکتا ہے جیسے **واللّٰہ لذید قائم.**

(۳) حروف تنبیہ۔ حروف تنبیہ کے ذریعے بھی کلام کو مؤکد کیا جا سکتا ہے۔

حروف تنبیہ کی تعریف:۔

حروف تنبیہ وہ ہیں جن کے ذریعے مخاطب کو تنبیہ کی جا سکتی ہو اور یہ تین حروف ہیں۔ الا. اما. ھا

مثال:۔ الا انھم ھم المفسدون

(۴) قسم۔ حروف قسم کے ذریعے بھی کلام کو مؤکد کیا جا سکتا ہے حروف قسم تین ہیں۔ واو۔ تا. با.

مثال:۔ واللہ، باللہ، تا اللہ.

(۵) نون تاکید۔ نون تاکید کے ذریعے بھی کلام کو مؤکد کیا جا سکتا ہے نون تاکید سے مراد نون ثقلیہ اور نون خفیفہ ہیں۔

مثال:۔ لیجمعنَّ لیجمعنْ.

(۶) حروف الزائد۔ حروف زائدہ کے ذریعے بھی کلام کو مؤکد کیا جا سکتا ہے۔

حروف زائد کی تعریف:۔

حروف زائد وہ حروف ہیں اگر ان کو کلام سے حذف کر دیا جائے تو کلام میں کوئی فرق نہیں پڑتا حروف زائدہ کی دو قسمیں ہیں (۱) ایسے حروف جن کا کلام میں کوئی فائدہ نہ ہو تو قرآن وحدیث میں ایسے حروف نہیں پائے جاتے (۲) ایسے حروف جن کا کلام میں کوئی معنی نہیں ہوتا مگر کلام میں خوبصورتی اور تاکید پیدا کرنے کے لیے آتے ہیں۔ انکا ذکر قرآن وحدیث میں ہوتا ہے۔

مثال:۔ جیسے ان اللّٰہ لا یستحی ان یضرب مثلا مابعوضۃ.

(۷) التکریر۔ کبھی تکرار کے ذریعے بھی کلام کو موکد کیا جا سکتا ہے۔

مثال:۔ زید قائم زید قائم جآء زید زید.

(۸) وقد اور قد کے ذریعے بھی کلام کو موکد کیا جا سکتا ہے۔

مثال:۔ جیسے قدضرب.

(۹) اما الشرطیہ اما شرطیہ کے ذریعے بھی کلام کو موکد کیا جا سکتا ہے۔

مثال:۔ فاما الذین شقوا. واما الذین سعدوا.

سوالات:۔ (۱) کلام خبر کی کتنی قسمیں ہیں اور کون کون سی ہیں؟

(۲) جملہ اسمیہ کس کو کہتے ہیں اور اس کے فوائد کیا ہیں؟

(۳) جملہ فعلیہ کی تعریف کرنے کے بعد اس کے فوائد کیا ہیں؟

(۴) فائدۃ الخبر اور لازم فائدۃ الخبر کس کو کہتے ہیں؟

(۵) مخاطب کے حال کے اعتبار سے خبر کی کتنی قسمیں ہیں اور کون کون سی ہیں ہر ایک کی تعریف کریں؟

(٦) حروف تاکید کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں مع امثلہ بیان کریں؟

۞۞۞
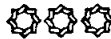
الکلام علی الانشاء

اَلْاِنْشَاءُ طَلَبِیٌّ اَوْغَیْرُ طَلَبِیٍّ فَا الطَّلَبِیُّ مَا یَسْتَدْعِیْ مَطْلُوْبًا غَیْرَ حَاصِلٍ وَقْتَ الطَّلَبِ وَغَیْرُ الطَّلَبِیْ مَالَیْسَ کَذَالِکَ فَا الْاَوَّلُ یَکُوْنُ بِخَمْسَۃِ اِشْیَاءِ اَلْاَمْرُ، وَالنَّھْیُ، وَالْاِسْتِفْھَامُ، وَالتَّمَنِّیْ، وَالنِّدَاءِ، (اَمَّا الْاَمْرُ) فَھُوَ طَلَبُ الْفِعْلِ عَلٰی وَجْہِ الْاِسْتِعْلَآءِ وَلَہٗ اَرْبَعُ صِیَغٍ فِعْلُ الْاَمْرِ (نحو خُذِالْکِتَابَ بِقُوَّۃٍ) وَالْمُضَارِعُ الْمَقْرُوْنُ باا للاَّمِ (نحو لِیُنْفِقْ ذُوْسَعَۃٍ مِّنْ سَعَۃٍ) وَاِسْمُ فِعْلِ الْاَمْرِ (نحو حَیَّ عَلَی الْفَلاَحِ) وَالْمَصْدَرُ النَّائِبِ عَنْ فِعْلِ الْاَمْرِ (نحو سَعْیًا فِی الْخَیْرِ).

(ترجمہ) انشاء یا تو طلبی ہوگا یا غیر طلبی پس انشاء طلبی یہ ہے کہ جو ایسے مطلوب کا تقاضا کرے جو طلب کے وقت حاصل نہ ہو اور طلبی جو اس طرح نہیں ہے پس اول (طلبی) پانچ چیزوں کے ساتھ ہوگی، امر، نہی، استفہام، تمنی، نداء (بہرحال امر) پس وہ فعل کا طلب کرنا ہے استعلاء کے طریقے پر اور اس کے لیے چار صیغے ہیں (۱) جیسے پکڑ تو کتاب کو مضبوطی کے ساتھ) (۲) مضارع، مقرون باللام جیسے (چاہیے کہ وسعت والے اپنی وسعت کے مطابق خرچ کریں) (۳) اور اسم جو فعل امر کے معنی میں ہو جیسے (آؤ بھلائی کی طرف) (۴) اور وہ مصدر جو فعل امر کے قائم مقام ہو جیسے (کوشش کرو بھلائی میں)۔

تشریح:۔ الانشاء اما طلبی و غیر طلبی..... الی..... سعیافی الخیر مصنفؒ کلام خبر کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد یہاں سے کلام انشاء کو بیان فرما رہے ہیں۔

انشاء کی تعریف:۔

انشاء وہ کلام ہے جو صدق و کذب کا متحمل نہ ہو اور جس کے قائل کو صادق اور کاذب نہ کہا جاسکے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کلام انشاء کی دو قسمیں ہیں (۱) طلبی (۲) غیر طلبی:

انشاء طلبی کی تعریف:۔

انشاء طلبی وہ ہے جو ایسے مطلوب کا تقاضہ کرے جو طلب کرنے کے وقت حاصل نہ ہو۔

انشاء غیر طلبی کی تعریف:۔

کسی چیز کو طلب نہ کیا گیا ہو۔ انشاء طلبی کی پانچ قسمیں ہیں۔ (۱) امر (۲) نہی (۳) استفہام (۴) تمنی (۵) نداء۔

امر کی تعریف:۔

فعل کو بطور استعلاء کے طلب کرنا (استعلاء کا معنی یہ ہے کہ امر اپنے آپ کو مخاطب کے مقابلے میں عالی رتبہ سمجھے خواہ وہ اصل میں عالی رتبہ ہو یا نہ ہو) امر چار صیغوں سے حاصل ہوتا ہے۔

(۱) فعل امر جیسے خذ الکتاب بقوة اس مثال میں خُذْ امر کا صیغہ ہے اور اس میں امر بذلتہٖ بڑا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

(۲) وہ مضارع جس پر لام امر داخل ہو جیسے لینفق ذُو سعة من سعته اب اس مثال میں لینفق مضارع کا صیغہ ہے اور اس پر لام امر داخل ہے یہاں پر مضارع بالملام سے مراد وہ صیغے ہیں جو مضارع سے نکلتے ہیں جیسے امر نہی وغیرہ۔

(۳) وہ اسم جو فعل امر کے معنی میں ہو جیسے حیَّ علی الفلاح یہاں پر حَیَّ اسم ہے جو فعل امر اَقْبِلْ (متوجہ ہو) کے معنی میں ہے۔

(۴) وہ مصدر جو فعل امر کے قائم مقام ہو جیسے سعیاً فی الخیر اصل عبارت تھی اِسْعَ سعیًا فی الخیر اس مثال میں سعیاً مصدر فعل امر اسعیٰ محذوف کے قائم مقام ہے۔ (یعنی کوشش کر تو خیر میں) دعا کے معنی پر دلالت کر رہا ہے کیونکہ اس سے مقصود توفیق کو طلب کرنا ہے یعنی مجھے توفیق دے۔

وَقَدْ تَخْرُجُ صِیَغُ الْاَمْرِ عَنْ مَعْنَاهَا الْاَصْلِی اِلٰی مَعَانٍ اُخَرَ تُفْهَمُ مِنْ

سِيَاقِ الْكَلَامِ وَقَرَائِنِ الْاَحْوَالِ.

(۱) كَالدُّعَاءِ نحو اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ.

(۲) وَالْاِلْتِمَاسُ كَقَوْلِكَ لِمَنْ يُسَاوِيْكَ اَعْطِنِی الْكِتَابَ.

(۳) وَالتَّمَنِّیْ نحو اَلَا اَيُّهَا اللَّيْلُ الطَّوِيْلُ اِلَّا انْجَلِیْ. بِصُبْحٍ وَمَا الْاِصْبَاحُ مِنْكَ بِاَمْثَلٍ.

(۴) وَالْاِرْشَادُ نحو اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰی اَجَلٍ مُسَمًّی فَاكْتُبُوْهُ وَلْيَكْتُبْ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ.

(۵) وَالتَّهْدِيْدِ نحو اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ.

(۶) وَالتَّعْجِيْزِ نحو يَا لَبَكْرٍ اَنْشِرُوْا لِیْ كُلَيْباً. يَا لَبَكْرٍ اَيْنَ اَيْنَ الْفِرَارُ.

(۷) وَالْاِهَانَةُ نحو كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْحَدِيْدًا.

(۸) وَالْاِبَاحَةُ نحو كُلُوْا وَاشْرَبُوْا.

(۹) وَالْاِمْتِنَانُ نحو كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ.

(۱۰) وَالتَّخْيِيْرُ نحو خُذْ هٰذَا اَوْ ذَاكَ.

(۱۱) وَالتَّسْوِيَةُ نحو اصْبِرُوْا اَوْلَا تَصْبِرُوْا.

(۱۲) وَالْاِكْرَامُ نحو اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ.

ترجمہ:۔ اور کبھی امر کے صیغے اپنے اصلی معنی کو چھوڑ کر دوسرے معنی کی طرف نکل جاتے ہیں سمجھے جاتے ہیں۔ سیاق کلام اور قرائن احوال کے ذریعے سے۔

(۱) مثلاً دعا جیسے روز عنی ان اشکر نعمتک (اے اللہ مجھے توفیق دے میں تیری نعمتوں کا شکر ادا کروں) یہاں پر اَوْزِعْ امر کا صیغہ ہے۔ دعا کے معنی پر دلالت کر رہا ہے کیونکہ اس سے مقصود توفیق کو طلب کرنا ہے یعنی مجھے توفیق دے لیکن اس میں امر کے اصلی معنی نہیں پائے جاتے کیونکہ امر استعلاء کے طریقے پر ہوتا ہے اور اوزعنی میں دعا والے معنی پائے جاتے ہیں اور دعا میں عاجزی اور انکساری کا اظہار کرنا مقصود ہوتا ہے۔

(۲) اور کبھی امر التماس کے لیے آتا ہے یعنی درخواست کرنے کے لیے جیسے تیرا قول اس شخص کے لیے جو تیرے برابر ہے اعطنی الکتاب (مجھے کتاب دے)

اس مثال میں اعطنی امر کا صیغہ ہے یہ اپنے اصلی معنی میں استعمال نہیں ہے کیونکہ اس کے معنی درخواست کے ہیں اور درخواست برابر کے آدمی سے کی جاتی ہے۔ اور جو امر ہے وہ برابر کے آدمی سے نہیں کہا جاتا کیونکہ امر استعلاء کے طریقے پر کیا جاتا ہے اور یہاں پر استعلاء نہیں۔

(۴) اور کبھی امر تمنی کے لیے بھی آتا ہے یعنی کسی چیز کی امید اور آرزو کرنے کے لیے۔

مثال:۔ اَلَا اَیُّھَا اللَّیْلُ الطَّوِیْلُ اِلَّا انْجَلِیْ، بِصُبْحٍ وَمَا الْاِ صْبَاحُ مِنْکَ بِاَمْثَلٍ.

ترجمہ:۔ اے لمبی رات روشن ہو جا صبح کے ساتھ اور نہیں ہے صبح تجھ سے بہتر اب اس شعر میں انجلی امر کا صیغہ ہے اور شاعر نے صبح کے روشن ہونے کی تمنا کی ہے کہ رات جلدی جلدی صبح میں تبدیل ہو جائے اس کے بعد شاعر کہتا ہے اگر صبح ہو گئی تو پھر بھی وہ تجھ سے اچھی نہیں ہو گی کیونکہ صبح ہونے سے میرا غم ختم نہیں ہو گا کیونکہ رات اور دن دونوں ہی میرے غم کے لیے برابر ہیں۔

(۴) اور کبھی امر راہنمائی کے لیے بھی آتا ہے۔

مثال:۔ اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ ولیکتب بینکم کاتب بالعدل.

ترجمہ:۔ جب تم آپس میں لین دین کا معاملہ کرو وقت مقررہ تک تو تم اس کو لکھ لیا کرو اور چاہیے کہ لکھے تمہارے درمیان لکھنے والا انصاف کے ساتھ؟ آیت مذکورہ میں فاکتبوہ امر کا صیغہ ہے جو دنیاوی مصلحت پر دلالت کر رہا ہے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ تم اس معاملہ کو لکھ لیا کرو تاکہ جانبین کے لیے آسانی پیدا ہو جائے یہاں پر امر اپنے اصلی معنی میں مستعمل نہیں ہے بلکہ مجازی معنی میں ہے یعنی راہنمائی کے معنی میں ہے۔

(۵) اور تہدید کے لیے یعنی امر کبھی ڈانٹنے کے لیے بھی آتا ہے۔

مثال:۔ اعملوا ما شئتم (جو تم چاہو کرو) اب یہاں پر اعملوا امر کا صیغہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو تم چاہو کرو لیکن جب قیامت کے دن حساب و کتاب ہو گا تو اس وقت تمہیں معلوم ہو گا لہٰذا اعملوا سے طلب فعل مراد نہیں بلکہ ڈرانے کے لیے امر کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔

(۶) اور کبھی امر کا صیغہ عاجز کرنے کے لیے بھی آتا ہے۔

مثال:۔ يَا لِبَكْرَ اُنْشُرُوْا لِيْ كُلَيْباً، يَا لِبَكْرَ اَيْنَ اَيْنَ الْفِرَارُ.

اے قبیلہ بکر تم میرے مقابلے کے لیے کلیب کو زندہ کرو۔ اے قبیلہ بکر تم کہاں کہاں بھاگو گے یہاں اس شعر میں ان کی عاجزی کو ظاہر کرنا مقصود ہے کیونکہ کلیب کو زندہ کرنا ان کے بس کی بات نہیں ہے تو اس لیے یہاں پر امر اپنے اصلی معنی میں نہیں ہے بلکہ مجازی معنی میں ہے۔

(۷) اور کبھی امر اہانت کے لیے بھی آتا ہے۔

مثال:۔ جیسے کونوا احجارۃً او حدیداً (ہو جاؤ تم پتھر یا لوہا) اس مثال میں کونوا امر کا صیغہ ہے جو اہانت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اس سے مراد پتھر یا لوہا بننا مقصود نہیں بلکہ ذلیل کرنا مقصود ہے۔

(۸) اور کبھی امر اباحت کے لیے بھی آتا ہے یعنی فعل میں اجازت کے لیے آتا ہے۔

مثال:۔ کلوا واشربوا (کھاؤ اور پیو) اب اس مثال میں امر استعلاء کے لیے نہیں ہے بلکہ اجازت کے لیے ہے یعنی تمہارے لیے کھانا پینا جائز ہے۔

(۹) کبھی امر احسان جتلانے کے لیے بھی آتا ہے۔

مثال:۔ جیسے کلوا مِمّا رزقکم اللّٰہ (کھاؤ اس سے جو تمہیں اللہ نے دیا ہے) اس میں کلوا امر کا صیغہ ہے رزقکم اللّٰہ قرینہ ہے احسان کا یعنی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو رزق دیا ہے۔

(۱۰) اور کبھی امر تخییر کے لیے بھی آتا ہے یعنی دو کاموں میں اختیار دینے کے لیے۔

مثال:۔ جیسے خذھذا او ذاک (یہ لے لے یا وہ لے لے)

(۱۱) اور کبھی امر دو چیزوں کے درمیان برابری ظاہری کرنے کے لیے بھی آتا ہے۔

مثال:۔ اصبروا اولا تصبروا (تم صبر کرو یا نہ کرو) برابری اس وقت ہے جبکہ مخاطب کو ان میں سے ایک کا دوسرے سے افضل ہونے کا وہم ہو اب اس مثال میں

وہم یہ ہوا کہ صبر نافع ہے اور صبر نہ کرنا غیر نافع ہے تو اس وہم کو قرائن کے ذریعے دور کیا اور وہ قرینہ یہ ہے کہ اس آیت کا نزول کفار کے بارے میں ہے لہٰذا ان کے لیے صبر کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہے۔

الفرق فیما بین التسویة والتخییر والاباحة تخییر میں دو کاموں کا جمع کرنا جائز نہیں ہے لیکن اباحت اور تسویہ میں دو کاموں کا جمع کرنا جائز ہے اور تسویہ میں اس وجہ کا ازالہ مقصود ہوتا ہے جس سے کسی ایک کی مرجوحیت معلوم ہوتی ہے لیکن اباحت میں یہ بات نہیں ہے۔

(۱۲) اور کبھی امر اکرام کے لیے بھی آتا ہے یعنی تعظیم کے لیے۔

مثال:۔ جیسے وادخلوھا بسلامٍ امنین. تم داخل ہو جاؤ امن اور سلامتی کے ساتھ اللہ تعالیٰ اس آیت میں بطور تعظیم کے مؤمنین سے فرمائیں گے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ امن اور سلامتی کے ساتھ۔

لغت:۔ انجلی باب انفعال بمعنی روشن ہونا بصبحٍ صبح یصبح صبحا باب فتح یفتح بمعنی صبح، الاصباح مصدر ہے باب افعال کا، انشروا صیغہ جمع مذکر امر حاضر معروف نشر ینشر نشراً باب نصر ینصر بمعنی پھیلانا، زندہ کرنا، کلیباً، اسم قبیلہ، فراراً مصدر فریفر فراً باب ضرب یضرب بمعنی بھاگنا۔

اشعار کی ترکیب:۔

(۱) الا ایھا اللیل الطویل الاانجلی. بصبح وما الاصباح منک بامثل.

الا حرف تنبیہ ایُ موصوف ھا تنبیہ اللیل الطویل مرکب توصیفی صفت، موصوف صفت منادیٰ مفعول بہ ادعوا کا جو قائم مقام ہے یا محذوف کا فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر نداء، الا حرف تنبیہ انجلی فعل ی ضمیر ذوالحال بصبح جار مجرور متعلق انجلی کے واؤ حالیہ ما نافیہ الاصباح اسم منک جار مجرور متعلق مقدم بامثل کا، بامثل اپنے متعلق سے مل کر خبر ما نافیہ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل فعل فاعل سے مل کر جواب نداء، نداء جواب نداء مل کر جملہ ندائیہ ہوا۔

(۲) یالبکر انشرِوا لی کلیبا، یالبکری این این الفرار.

یا حرف نداء قائم مقام ادعوا فعل کے ادعوا فعل فاعل لام جارہ بکر مجرور جار مجرور متعلق ادعوا کے فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر نداء انشروا فعل بفاعل لی جار مجرور متعلق انشرا کے کلیبا مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جواب نداء نداء اپنے جواب نداء سے مل کر جملہ ندائیہ ہوا، یا لبکر حسب سابق نداء این مؤکد این ثانی تاکید مؤکد تاکید مل کر مفعول فیہ کائن محذوف کا کائن مفعول فیہ سے مل کر خبر مقدم الفرار مبتداء مؤخر خبر مقدم اپنے مبتداء مؤخر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر جواب نداء نداء جواب نداء مل کر جملہ ندائیہ ہوا۔

سوالات:۔ (۱) انشاء کی تعریف اور اس کی اقسام بتائیں؟

(۲) انشاء طلبی کی تعریف کریں اور بتائیں کہ اس کی کتنی اقسام ہیں؟

(۳) امر کی تعریف اور اس کے صیغے بتائیں؟

(۴) امر کے مجازی معنی کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں؟

(۵) امثلہ ذیل میں امر کے صیغوں کی نشاندہی کریں؟

(۱) فلیتوکل المؤمنون.

(۲) عایکم انفسکم.

(۳) وبا الوالدین احساناً.

(۴) فلتینافس المتنافسون.

(۵) حمداً شکراً لاکفراً.

(۶) لیلزم کل انسان حدهٔ.

(۷) احب لغیرک ماتحب لنفسک.

(۸) ولیوفوا نذورھم ولیطوفوا بالبیت العتیق.

(۶) امثلہ ذیل میں امر کے مجازی معنی کی نشاندہی کریں؟

(۱) فاتوا بسورۃ من مثلہ.

(۲) ذق انک انت العزیز الحکیم.

(۳) اجلس کماتشاء.

(۴) ربنا امنا فاغفر لنا وارحمنا و انت خير الراحمين.

(۵) واسروا قولکم او جهروا به.

(٦) فمن شاء منکم فليؤمن و من شاء فليکفر.

(۷) قل تمتعوا فان مصيرکم الى النار.

(۸) ردعنک الموت.

(۹) اروني بخيلا طال عهده بخيله. وها توا کريماً مات منک کثرة البذل.

(۱۰) اللّٰهم طهر قلبي من النفاق و عملي من الرياء ولساني من الکذب و عيني من الخيانة فانک تعلم خائنة الاعين و ماتخفي الصدور.

وَاَمَّا النَّهِيُ فَهُوَ طَلَبُ الْکَفِّ عَنِ الْفِعْلِ عَلٰى وَجْهِ الْاِسْتِعْلَاءِ وَلَهٗ صِيْغَةٌ وَاحِدَةٌ وَهِيَ الْمُضَارِعِ مَعَ لَا النَّاهِيَةِ کَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا، وَقَدْ تَخْرُجُ صِيْغَتُهٗ عَنْ مَعْنَاهَا الْاَصْلِيْ اِلٰى مَعَانٍ اُخَرَ تُفْهَمُ مِنَ الْمَقَامِ وَالسِّيَاقِ (۱) کَالدُّعَاءِ نَحْوُ لَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ (۲) وَالْاِلْتِمَاسُ کَقَوْلِکَ لِمَنْ يُسَاوِيْکَ لَا تَبْرَحْ مِنْ مَکَانِکَ حتى اَرْجِعَ اِلَيْکَ (۳) وَالتَّمَنِّيْ نحو لَا تَطْلِعْ فِيْ قَوْلِهٖ يَا لَيْلُ طُلْ يَا نَوْمُ زُلْ يَا صُبْحُ قِفْ لَا تَطْلِعُ (۴) وَالتَّهْدِيْدُ کَقَوْلِکَ لِخَادِمِکَ لَا تُطِعْ اَمْرِيْ.

ترجمہ:۔ اور نہی پس وہ طلب کرنا ہے ترک فعل کو استعلاء کے طریقے پر اور اس کے لیے ایک صیغہ ہے اور وہ فعل مضارع ہے لائے نہی کے ساتھ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے (نہ تم فساد کرو زمین میں اس کی اصلاح کے بعد) اور کبھی نہیں کا صیغہ نکل جاتا ہے اپنے اصلی معنی سے دوسرے معنی کی طرف اور وہ سمجھے جاتے ہیں مقام اور سیاق کے ذریعے جیسے دعا جیسے نہ تو خوش کر دشمنوں کو میری تکلیف کی وجہ سے، اور التماس جیسے تیرا قول اس شخص کے لیے جو تیرے برابر ہے نہ ہٹنا تو اپنی جگہ سے حتیٰ کہ میں لوٹ آؤں تیری طرف اور تمنی جیسے لاتطلع شاعر کے قول میں اے رات لمبی ہو جا نیند ختم ہو جا۔ اے صبح تو ٹھہر جا طلوع نہ ہو، اور تہدید جیسے تیرا قول اپنے خادم کے لیے، نہ تو اطاعت کر میرے حکم کی۔

تشریح:۔ وَاَمَّا النَّهِیُ فَهُوَ طَلَبُ الْكَفِّ...... الٰی...... لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ یہاں سے مصنفؒ انشاء طلبی کی دوسری قسم بیان فرمارہے ہیں اور وہ دوسری قسم نہی ہے۔

نہی کی تعریف:۔

متکلم اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے مخاطب سے کسی کام کے نہ کرنے کا مطالبہ کرنا، نہی صرف ایک صیغہ سے حاصل ہوتی ہے وہ فعل مضارع جس کے شروع میں لائے نہیں داخل ہو۔

مثال:۔ لاتفسدوا فی الارض بعد اصلاحها. اس مثال میں لاتفسدوا نہی کا صیغہ ہے اس سے مراد نهی عن الفساد ہے۔

وَقَدْ تَخْرُجُ صِیْغَتُهٗ...... الٰی...... لَاتُطِعْ اَمْرِیْ. یہاں سے مصنفؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ نہی کبھی اپنے اصلی معنی کے علاوہ مجازی معنی میں بھی استعمال ہوتی ہے ان کو کلام کے موقع اور سیاق وسباق اور طرز کلام سے پہچانا جائے گا۔

(۱) دعاء جیسے لاتشمت بی الاعداء اس مثال میں محل استشہاد لاتشمت نہی کا صیغہ ہے لیکن اس سے مراد دعا ہے۔ (یہ موسیٰ علیہ السلام کو ہارون علیہ السلام نے کہا تھا جب موسیٰ علیہ السلام طور سے واپس آئے اور قوم کو گوسالہ پرستی میں مبتلا دیکھا تو ہارون علیہ السلام کی داڑھی اور سر پکڑ لیا اور ڈانٹا تو انہوں نے کہا لاتشمت بی الاعداء مجھے نقصان دے کر میرے دشمنوں کو خوش نہ کر)۔

سوال:۔ شماتت کسے کہتے ہیں؟

جواب:۔ شماتت اس خوشی کو کہتے ہیں جو دشمن کو نقصان پہنچنے سے حاصل ہو۔

(۲) التماس یعنی (درخواست کے لیے) جیسے کوئی آدمی اپنے ہم مرتبہ سے کہے لاتبرح من مکانک اس میں لاتبرح نہی کا صیغہ ہے جو کہ التماس کے معنی پر دلالت کرتا ہے۔

(۳) اور کبھی نہی تمنی کے لیے بھی آتی ہے۔

مثال:۔ جیسے شاعر کا قول یَا لَیْلُ طُلْ یَا نَوْمُ زُلْ، یَا صُبْحِ قِفْ لَاتُطْلِعْ.

اس شعر میں لَاتُطْلِعْ نہی کا صیغہ ہے جو تمنی کے لیے آیا ہے شاعر کا مقصد

صرف یہ ہے کہ صبح طلوع نہ ہو۔

(۴) اور کبھی نہی کا صیغہ تہدید کے لیے بھی آتا ہے۔ جیسے کوئی آدمی اپنے خادم سے کہے لاتطع امری اب اس مثال میں لاتطع نہی کا صیغہ ہے۔ یعنی اپنے خادم کو ڈانٹ رہا ہے کہ اگر تو میرے حکم کی اطاعت نہیں کرے گا تو اپنا انجام دیکھ لینا یعنی ڈانٹنا اطاعت نہ کرنے کی وجہ سے ہے؟

لغت:۔ لیل ۔رات جمع لیالی طُلْ امر کا صیغہ طال یطول طولا باب نصر بمعنی دراز ہونا نوم سام ینوم نوماً باب نصر بمعنی نیند، سونا قف صیغہ امر باب ضرب سے ٹھہرنا رکنا لاتطلع نہی کا صیغہ طلع یطلع باب فتح یفتح سے بمعنی طلوع ہونا۔ نمودار ہونا۔ ظاہر ہونا۔

ترکیب:۔ یا حرف نداء قائم مقام ادعو فعل کے لیل مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر نداء طُلْ فعل فاعل فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جواب نداء، نداء جواب نداء مل کر جملہ ندائیہ ہوا۔

یا حرف نداء قائم مقام ادعو فعل کے نوم مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر نداء زُلْ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جواب نداء۔ ندا جواب نداء مل کر جملہ ندائیہ ہوا۔

یا حرف نداء قائم مقام ادعو فعل کے صُبْحَ مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر نداء قِفْ فعل امر ضمیر اس کا فاعل فعل فاعل مل کر جواب نداء اوّل لاتطلع فعل فاعل مل کر جواب ندا ثانی مفعول بہ قِفْ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جواب نداء، نداء جواب نداء مل کر جملہ ندائیہ ہوا۔

سوالات:۔ (۱) نہی کی تعریف اور اس کے صیغے بتائیں؟

(۲) نہی کے مجازی معنی کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں؟

(۳) امثلہ ذیل میں نہی کے حقیقی اور مجازی معنی کی نشاندہی کریں؟

(۱) لاتشرک باللّٰہ.

(۲) لاتمطر ایتھا السمآء.

(۳) صلو ولا تقتلوا.

(۴) ربنا لاتؤاخذنا.

(۵) لاتفسدو فی الارض بعد اصلاحها.

(۶) کفولک لخادک لاتفعل.

(۷) ربنا لاتجعلنا فتنه اللذین کفروا.

(۸) لاتعتذروا قد کفر تم بعد ایمانکم.

(۹) لاتقربوا مال الیتیم الابا التی ھی احسن.

(۱۰) یا ایھا الذین اٰمنو الاتقتلوا الصیدو انتم حرم.

وَاَمَّا الْاِسْتِفْهَامُ فَهُوَ طَلَبُ الْعِلْمِ بِشَیْءٍ وَاَدْوَاتُهُ الْهَمْزَةُ، وَهَلْ، وَمَا، وَمَنْ، وَمَتٰی، وَاَیَّانَ، وَکَیْفَ، وَاَیْنَ، وَاَنّٰی وَکَمْ، وَاَیُّ (۱) فَالْهَمْزَةُ لِطَلَبِ التَّصَوُّرِ اَوِالتَّصْدِیْقِ وَالتَّصُوْرُ هُوَاِدْرَاکُ الْمُفْرَدِ کَقَوْلِکَ اَعَلِیٌّ مُسَافِرٌ اَمْ خَالِدٌ تَعْتَقِدُ اَنَّ السَّفْرَ حَصَلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلٰکِنْ تَطْلُبُ تَعْیِیْنَهٗ وَلِذَا یُجَابُ بِالتَّعْیِیْنِ فَیُقَالُ عَلِیٌّ مثلاً وَالتَّصْدِیْقُ هُوَاِدْرَاکُ النِّسْبَةِ نحو اَسَافَرَ عَلِیٌّ تَسْتَفْهِمُ عَنْ حُصُوْلِ السَّفْرِ وَعَدْمِهٖ وَلِذَایُجَابُ بِنَعَمْ اَوْلَا.

ترجمہ:۔ بہر حال استفہام پس وہ کسی چیز کے علم کو طلب کرنا ہے اور اس کے حروف یہ ہیں ھمزہ. ھل. ما. من. متی. ایان. این. کیف. انی. کم. ای (۱) پس ہمزہ وہ طلب تصور یا تصدیق کے لیے آتا ہے اور تصور وہ معلوم کرنا ہے مفرد کو جیسے تیرا قول اَعَلِیٌّ مسافر ام خالد حالانکہ تو یقین رکھتا ہے کہ سفر ان میں سے کسی ایک سے حاصل ہوا ہے اور لیکن تو طلب کرتا ہے۔ اس کی تعین کو اور اس لیے جواب دیا جائے گا تعیین کے ساتھ پس کہا جائے گا علیٌّ مثال کے طور پر اور تصدیق وہ معلوم کرنا ہے نسبت کو جیسے اَسَافَرَ عَلِیٌّ (کیا علی نے سفر کیا) تو سمجھنا چاہتا ہے سفر کے حاصل ہونے اور نہ ہونے کے بارے میں اس لیے جواب دیا جائے گا نعم یا لا کے ساتھ۔

تشریح:۔ اما الاستفھام...... الی...... وایُّ

یہاں سے مصنفؒ انشاء طلبی کی تیسری قسم کو بیان فرما رہے ہیں انشاء طلبی کی تیسری قسم استفہام ہے۔

استفہام کی تعریف:۔

کسی شے کے علم کوطلب کرنا۔

استفہام کے گیارہ حروف ہیں۔(۱)**همزه** (۲)**هل** (۳)**ما** (۴)**من** (۵)**متی** (۶)**ایان** (۷)**کیف** (۸)**این** (۹)**انی** (۱۰)**کم** (۱۱)**ایُّ**

فـا الهمزة لطلب التصور...... الی...... نعم او لا. حروف استفہام میں سے پہلا حرف ہمزہ ہے تو یہاں سے مصنفؒ ہمزہ کی قسمیں بیان کررہے ہیں ہمزہ کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) طلب تصور کے لیے (۲) طلب تصدیق کے لیے

تصور کی تعریف:۔

تصور یہ ہے کہ مفرد چیز کا علم حاصل کرنا۔

مثال:۔ جیسے **اَعَلِیٌّ مسافر ام خالد** اس مثال میں ہمزہ کے ذریعے علم مفرد کو معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ علی نے سفر کیا یا خالد نے اتنی بات تو یقینی ہے کہ ان میں سے کسی ایک نے سفر کیا ہے لیکن جس نے سفر کیا ہے اس کی تعیین مقصود ہے لہٰذا جس نے سفر کیا اس کا نام لینا ضروری ہے تاکہ سوال کا جواب سوال کے مطابق ہو مثلاً علی کہیں گے یا خالد۔

تصدیق کی تعریف:۔

نسبت کو معلوم کرنا۔

مثال:۔ جیسے **اَسَافَرَ عَلِیٌّ** اس مثال میں سائل یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ علی سے سفر کا حصول ہوا ہے یا نہیں یعنی سفر کی جو نسبت علی کی طرف ہے یہ ثابت ہے یا نہیں اگر علی سے سفر کا حصول ہوا ہے تو اس کے جواب میں (**نعم**) کہیں گے اگر نہیں ہوا تو اس کے جواب میں (**لا**) کہیں گے۔

وَالْمَسْئُوْلُ عَنْهُ فِي التَّصَوُّرِ مَا يَلِي الْهَمْزَةَ وَيَكُوْنُ لَهٗ مُعَادِلٌ يُذْكَرُ بَعْدَ اَمْ وَ تُسَمّٰى مُتَّصِلَةً فَتَقُوْلُ فِي الْاِسْتِفْهَامِ عَنِ الْمُسْنَدِ اِلَيْهِ ءَاَنْتَ فَعَلْتَ

هٰـذَا اَمْ يُوْسُفَ وَعَنِ الْـمُسْنَـدِ اَرَاغِـبٌ اَنْتَ عَنِ الْاَمْرِ اَمْ رَاغِبٌ فِيْـهِ وَعَنِ الْـمَفْعُوْلِ اَاِيَّایَ تَقْصُدُ اَمْ خَـالِـداً وَعَـنِ الْـحَالِ اَرَاكِبًا جِئْتَ اَمْ مَاشِيًا وَعَنِ الظَّرْفِ اَيَوْمَ الْخَمِيْسِ قَدِمْتَ اَمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَ هٰكذا وَقَدْ لَايُذْكَرُ الْمُعَادِلُ نـحوا اَنْـتَ فَـعَلْتَ هٰذاَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنِ الْاَمْرِ اَاِيَّایَ تَقْصِدُ اَرَكِبًا جِئْتَ اَيَوْمَ الْـخَـمِيْسِ قَدِمْتَ وَالْمَسْئُوْلُ عَنْهُ فِي التَّصْدِيْقِ النِّسْبَةِ وَلَا يَكُوْنُ لَهَا مَعَادِلُ فَاِنْ جَاءَ تْ اَمْ بَعْدَ هَا قُدِّرَتْ مُنْقَطِعَةً وَتَكُوْنُ بِمَعْنٰى بَلْ.

(ترجمہ) اور مسئول عنہ تصور میں وہ ہے جو ملا ہوا ہو ہمزہ کے ساتھ اور ہوتا ہے اس کے لیے معادل جو ذکر کیا جاتا ہے ام کے بعد اور نام رکھا جاتا ہے اس کا متصلہ پس تو کہے گا استفہام میں مسندالیہ کے بارے میں، (کیا تو نے یہ کام کیا ہے یا یوسف نے)، اور مسند کے بارے میں (کیا تو اس کام سے اعراض کرنے والا ہے یا اس کام میں رغبت کرنے والا ہے، اور مفعول کے بارے میں (کیا میرے پاس آنے کا تیرا ارادہ ہے یا خالد کے پاس)، اور حال کے بارے میں (کیا تم سوار ہو کر آئے یا پیدل)، اور ظرف کے بارے میں (کیا تو جمعرات کو آیا یا جمعہ کو)، اور اسی طرح کبھی نہیں ذکر کیا جاتا مقابل جیسے انت فعلت ھذا (کیا تو نے یہ کام کیا ہے) کیا تمہیں اس کام سے اعراض ہے، کیا تیرا ارادہ میرے پاس آنے کا ہے، کیا تو سوار ہو کر آیا، اور کیا تو جمعرات کو آیا، اور مسئول عنہ تصدیق میں نسبت ہے اور نہیں ہوتا اس کے لیے کوئی مقابل اگر آجائے اس کے بعد تو فرض کیا جائے گا اس کو ام منقطعہ اور وہ ہوگا بَلْ کے معنی میں۔

تشریح:۔ **والمسئول عنہ...... الٰی...... وتسمی متصلۃ** یہاں سے مصنفؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جس چیز کے بارے میں سوال کیا جارہا ہے اس کو مسئول عنہ کہتے ہیں اور جب ہمزہ طلب تصور کے لیے ہو تو مسئول عنہ وہ چیز ہوگی جو ہمزہ کے بعد متصل ہو اور تصور میں اس کے لیے مقابل ہوتا ہے جو ذکر کیا جاتا ہے ام کے بعد اور اس ام کو ام متصلہ کہتے ہیں گویا کہ ہمزہ کے بعد اور ام متصلہ کے بعد جو چیز ہوگی وہ دونوں مسئول عنہ ہوں گی اور تصور میں ان میں سے ایک کی تعیین مقصود ہوگی۔

فتقول فی الاستفهام...... الٰی...... ام یوم الجمعة ھکذا یہاں سے

مصنفؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مسئول عنہ کئی چیزیں ہوسکتی ہیں۔
(۱) مثلاً مسندالیہ کی تعیین کے بارے میں سوال کرنا۔
مثال:۔ جیسے اَاَنتَ فَعَلتَ ھٰذا ام یوسف. اب اس مثال میں (انت) اور (یوسف) مسندالیہ ہیں اور سوال مسندالیہ کے بارے میں کیا جارہا ہے اور ام کے بعد (یوسف) ہے یہ بھی مسندالیہ ہے یعنی انت کے معادل ہے اس لیے ام متصلہ ہے (انت) اور (یوسف) ان میں سے ایک کی تعیین مقصود ہے۔
(۲) اور کبھی مسئول عنہ مسند ہوتا ہے۔
مثال:۔ جیسے اراغب انت عن الامر ام راغب فیه. اب اس مثال میں (اراغب انت) میں راغب مسند ہے اور سوال مسند کے بارے میں ہے اور ام کے بعد (راغب فیه) ہے اور راغب مسند ہے یعنی معادل ہے پہلے راغب کے اس لیے ام متصلہ ہے۔
فائدہ:۔ راغب کا صلہ جب عن ہو اس وقت راغب بمعنی اعراض کرنے کے ہوں گے اور راغب کا صلہ جب فی ہو تو اس وقت راغب کے معنی رغبت کرنے کے ہوں گے اس مثال میں پہلے راغب سے فعلِ اعراض مقصود ہے اور دوسرے راغب سے رغبت کرنا مقصود ہے تو جو بھی مقصود ہوگا وہ تعیین کرنے سے سائل کا مقصد پورا ہو جائے گا۔
(۳) اور کبھی مسئول عنہ مفعول بہ ہوتا ہے۔
مثال:۔ جیسے ایای تقصد ام خالداً اس مثال میں ہمزہ استفہام کے بعد ایای مفعول به ہے اور اس ایای کے مساوی ام کے بعد خالداً ہے یعنی دونوں مفعول به ہیں اس لیے یہ ام متصلہ ہے اور ان میں سے کسی ایک کی تعیین مقصود ہے۔
(۴) اور کبھی مسئول عنہ حال ہوتا ہے۔
مثال:۔ جیسے اراکباً جئت ام ماشیاً. مثال مذکورہ میں راکباً حال ہے ام کے بعد (ماشیاً) ہے یہ بھی حال ہے یعنی راکباً کے معادل ہے اس لیے ان میں سے ایک کی تعیین مقصود ہے۔
(۵) اور کبھی مسئول عنہ ظرف ہوتا ہے۔
مثال:۔ جیسے ایوم الخمیس قدمت ام یوم الجمعه. اس مثال میں (یوم الخمیس) ظرف ہے اور ام کے بعد (یوم الجمعه) ہے یہ بھی ظرف ہے یعنی یوم الخمیس کے

معادل ہے اس لیے ان میں سے کسی ایک کی تعیین مقصود ہے۔

وقد لایذکر المعادل...... الیٰ...... ایوم الخمیس قدمت.

عبارت مذکورہ میں مصنفؒ فرماتے ہیں کبھی مسئول میں تصور کے مقابل کو عبارت سے حذف کر دیتے ہیں لیکن معنوی طور پر موجود ہوتا ہے اور یہ فرق کرنا کلام کے اختصار کے لیے ہوتا ہے۔

مثال:۔ جیسے اانت فعلت هذا اس کا مقابل (ام یوسف) تھا اس کو حذف کر دیا اراغب انت عن الامر اس کا مقابل (ام راغب فیه) تھا اس کو حذف کر دیا، ایای تقصد اس کا مقابل (ام خالدا) تھا اس کو حذف کر دیا، اراکباً جئت اس کا مقابل (ام ماشیاً) تھا اس کو حذف کر دیا، ایوم الخمیس قدمت اس کا مقابل (ام یوم الجمعه) تھا اس کو حذف کر دیا۔

والمسئول عنه فی التصدیق:۔

یہاں سے مصنفؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جب ہمزہ طلب تصدیق کے لیے ہوتو اس وقت مسئول عنہ نسبت ہوگی اور اس کے لیے کوئی مقابل نہیں ہوگا اور جب مقابل نہیں ہوگا تو اس کے بعد ام بھی نہیں ہوگا اگر ام آ بھی جائے تو وہ ام منقطعہ ہوگا اور اس کا ماقبل والی کلام سے کوئی تعلق نہیں ہوگا اور ام بل کے معنی میں ہوگا۔

مثال:۔ جیسے اجاء زید ام خالد (کیا زید آیا ہے بلکہ کیا خالد آیا ہے) اس مثال میں مسئول عنہ مجیئت کی نسبت ہے ام بل کے معنی میں ہے پہلے سوال تھا اجاء زید لیکن جب ام کو ذکر کیا اب ماقبل سے اعراض ہے اور مابعد والی کلام کے بارے میں استفہام ہے کہ (کیا خالد آیا ہے۔)

(۲) وَهَلْ لِطَلَبِ التَّصْدِيْقِ فَقَطْ نَحْوُ هَلْ جَآءَ صَدِيْقُکَ وَالْجَوَابُ نَعَمْ اَوْلاَ وَلِذَا يَمْتَنِعُ مَعَهَا ذِكْرُ الْمَعَادِلِ فَلاَ يُقَالُ هَلْ جَآءَ صَدِيْقُکَ اَمْ عَدُوُّکَ وَهَلْ تُسَمّٰى بَسِيْطَةً اِنْ اُسْتُفْهِمَ بِهَا عَنْ وُجُوْدِ شَيْءٍ فِيْ نَفْسِهٖ نَحْوُ هَلِ الْعُنْقَاءِ مَوْجُوْدَةٌ وَمُرَكَّبَةٌ اِنْ اُسْتُفْهِمَ بِهَا عَنْ وُجُوْدِ شَيْءٍ نَحْوُ هَلْ تَبِيْضُ الْعُنْقَاءِ وَتَفْرُخُ.

(۳) وَمَا يُطْلَبُ بِهَا شَرْحُ الْإِسْمِ نَحْوُ مَا الْعَسْجَدُ اَوِ الْلُجِيْنِ اَوْحَقِيْقَةُ الْمُسَمّٰى نَحْوُ مَا الْاِنْسَانُ اَوْحَالُ الْمَذْكُوْرِ مَعَهَا كَقَوْلِكَ لِقَادِمٍ عَلَيْكَ مَا اَنْتَ.

(۴) وَمَنْ يُطْلَبُ بِهَا تَعْيِيْنُ الْعُقَلَاءِ كَقَوْلِكَ مَنْ فَتَحَ مِصْرَ.

(۵) وَمَتٰى يُطْلَبُ بِهَا تَعْيِيْنُ الزَّمَانِ مَاضِيًا كَانَ اَوْمُسْتَقْبِلاً نَحْوُ مَتٰى جِئْتَ وَمَتٰى تَذْهَبُ.

ترجمہ:۔ اور ھل تصدیق کی طلب کے لیے آتا ہے فقط جیسے کیا تیرا دوست آیا اور جواب نعم یا لا کے ساتھ ہوگا اس لیے ممتنع ہے اس کے ساتھ معادل کا ذکر کرنا پس نہیں کہا جائے گا ھل جاء صدیقک ام عدوک اور نام رکھا جاتا ہے ھل بسیطہ اگر استفہام کیا جائے اس کے ذریعے کسی چیز کے وجود کا فی نفسہٖ جیسے کیا عنقاء موجود ہے اور مرکبہ اگر استفہام کیا جائے اس کے ذریعے ایک چیز کے وجود کے بارے میں دوسری چیز کے لیے جیسے کیا عنقاء انڈے دیتا ہے یا بچے دیتا ہے، اور ما اس کے ساتھ طلب کی جاتی ہے اسم کی تشریح جیسے کیا عسجد ہے یا لجین یا مسمی کی حقیقت جیسے ما الانسان (انسان کیا ہے) یا حال کو جو ذکر کیا گیا اس کے ساتھ جیسے تیرا قول اس کو جو تیرے پاس آئے ما انت، اور من طلب کی جاتی ہے اس کے ذریعے عقلاء کی تعیین جیسے تیرا قول من فتح مصر (مصر کو کس نے فتح کیا)، اور متی طلب کی جاتی ہے اس کے ذریعے زمانہ ماضی یا مستقبل کی تعیین جیسے متی جئت (تو کب آیا) اور متی تذھب (تو کب جائے گا)

تشریح:۔ وھل لطلب التصدیق...... الیٰ...... ھل تبیض العنقاء وتفرخ یہاں سے مصنفؒ حروف استفہام میں سے دوسرے حرف ھل کو بیان فرمارہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ ھَل صرف تصدیق کی طلب کے لیے آتا ہے۔

مثال:۔ جیسے ھل جاء صدیقک اس مثال میں جاء کی نسبت صدیق کی طرف ہے تو متکلم کا مقصد نسبت کے حصول اور عدم حصول کے بارے میں سوال کرنا ہے اگر نسبت حاصل ہوئی ہے تو جواب میں نعم آئے گا اگر نسبت حاصل نہیں ہوئی تو جواب میں لا آئے گا اور اس کے ساتھ مقابل کا ذکر کرنا ممتنع ہے جیسے ھل جاء صدیقک

ام عدو ک یہ نہیں کہا جائے گا۔

وھل تسمی بسطیه، یہاں سے مصنفؒ پھر ھل کی قسمیں بیان کر رہے ہیں ھل کی دو قسمیں ہیں۔(۱)ھل بسیطه (۲)ھل مرکبه۔

ھل بسیطه کی تعریف:۔

وہ ھل ہے جس کے ذریعے فی نفسہٖ کسی شے کے وجود کا سوال کیا جائے۔

مثال:۔ جیسے ھل العنقاء موجودة (کیا عنقاء پرندہ موجود ہے)

ھل مرکبه کی تعریف:۔

وہ ہے جس کے ذریعے ایک شے کے لیے دوسری شی کے وجود کا سوال کیا جائے کہ یہ شی اس شی کے لیے ثابت ہے یا نہیں۔

مثال:۔ جیسے ھل تبیض العنقاء و تفرخ کیا عنقاء انڈے دیتا ہے یا بچے دیتا ہے اب یہاں پر بحث عنقاء کی نہیں ہے بلکہ بحث اس بات کی ہے کہ انڈے دینا یا بچے دینا عنقاء کے لیے ثابت ہے یا نہیں۔

عنقاء:۔

عنقاء ایک پرندہ تھا جو بستی سے بچوں کو اٹھا کر لے جاتا اور کھا جاتا تو لوگ اس سے تنگ آ کر اس وقت کے نبی کے پاس گئے اور ان سے درخواست کی کہ اس کے لیے بد دعا کر دیں اور نبی نے بد دعا کی تو اس کی نسل ختم ہو گئی، وما یطلب بها شرح الاسم الخ یہاں سے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ حروف استفہام میں سے تیسرا حرف ما ہے اور یہ تین معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

(۱) کبھی ما کے ذریعے اسم کی تشریح طلب کی جاتی ہے جبکہ وہ لفظ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں مشہور نہ ہو۔

مثال:۔ جیسے ما العسجد او اللجین اس مثال میں ما کے ذریعے عسجد اور لجین کے نام کے بارے میں وضاحت طلب کی جا رہی ہے کہ یہ کس چیز کے نام ہیں

تو جواب میں کہا جائے گا ھو الذھب و الفضہ. تو عسجد کا معنی سونا اور لجین کا معنی چاندی ہوا۔

(۲) اور کبھی ما مسمیٰ کی حقیقت بیان کرنے کے لیے آتا ہے۔

مثال:۔ جیسے ما الانسان (انسان کیا ہے) یعنی زید، بکر عمرو، وغیرہ کو جو انسان کہتے ہیں ان کی حقیقت کیا ہے تو جواب میں کہا جائے گا۔ حیوان ناطق۔

(۳) اور کبھی ما کے ذریعے معنی کی صفت معلوم کی جاتی ہے۔

مثال:۔ جیسے ماانت (تو کیا ہے) یعنی عالم ہے یا جاھل ہے اگر عالم ہے تو جواب میں عالمٌ کہا جائے گا اگر جاھل ہے تو جواب میں جاھل کہا جائے گا۔

و من یطلب بھا تعیین العقلاء الخ مصنفؒ کہتے ہیں کہ حروف استفہام میں سے چوتھا حرف مَنْ ہے اس کے ذریعے ذوی العقول کی تعیین مقصود ہوتی ہے۔

مثال۔ من فتح مصر. (مصر کو کس نے فتح کیا) اب متکلم کو اتنا تو معلوم ہے کہ مصر کو فتح کرنے والا انسان تھا لیکن یہ اس کا نام پوچھنا چاہتا ہے تو جواب میں کہا جائے گا عمرو بن العاص، اسی طرح کبھی من کے ذریعے اجناس کی تعیین مطلوب ہوتی ہے۔

مثال:۔ جیسے من جبرئیل جبرئیل کون ہے (انسان، یا جن، یا فرشتہ) تو جواب میں تعیین جنس کے ساتھ کہا جائے گا ملکٌ (فرشتہ)۔

ومتی یطلب بھا تعیین الزمان الخ مصنفؒ فرماتے ہیں حروف استفہام میں سے پانچواں حرف متٰی ہے اس کے ذریعے زمانے کی تعیین طلب کی جاتی ہے خواہ وہ زمانہ ماضی ہو یا مستقبل اگر زمانہ ماضی ہو اس کی:

مثال:۔ متی جئت (تو کب آیا) تو جواب غداً یا صباحاً کہیں گے اب اس مثال میں زمانہ ماضی کی تعیین کو طلب کرنا ہے۔ اگر زمانہ مستقبل ہو تو اس کی مثال۔

مثال:۔ جیسے متی تذھب (تو کب جائے گا) تو جواب کہیں گے بعد سنۃٍ او بعد شھر وغیرہ۔

(٦) وَاَیَّانَ یُطْلَبُ بِھَا تَعْیِیْنُ الزَّمَانِ الْمُسْتَقْبِلِ خَاصَّۃً وَتَکُوْنُ فِیْ مَوْضِعِ التَّھْوِیْلِ کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی یَسْئَلُ اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیَامَۃِ.

(۷) وَ کَیْفَ یُطْلَبُ بِھَا تعیین الْحَالِ نَحْوَ کَیْفَ اَنْتَ.

(۸) وَاَیْنَ یُطْلَبُ بِهَا تَعْیِیْنُ الْمَکَانِ نَحْوُ اَیْنَ تَذْهَبُ.

(۹) وَاَنّٰی تَکُوْنُ بمعنی کَیْفَ نَحْوُ اَنّٰی یُحْیِی هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا و بمعنی مِنْ اَیْنَ نَحْوُ یَا مَرْیَمُ اَنّٰی لَکِ هٰذا وَبمعنی مَتٰی نَحْوُ زُرْ اَنّٰی شِئْتَ.

(۱۰) وَکَمْ یُطْلَبُ بِهَا تَعْیِیْنُ عَدَمٌ مُبْهَمٍ نَحْوُ کَمْ لَبِثْتُمْ.

(۱۱) وَاَیُّ یُطْلَبُ بِهَا تمییزُ اَحَدُالْمُتَشَارِکَیْنِ فِیْ اَمْرٍ یَعُمُّهُمَا نَحْوُ اَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ خَیْرٌ مقا مًا وَیُسْئَلُ بِها عَنِ الزَّمَانِ وَالْمَکَانِ وَالْحَا لِ وَالْعَدَدِ وَالْعَاقِلِ وَغَیْرِه حَسْبَ مَاتُضَافُ اِلَیْهِ.

ترجمہ:۔ اور ایان طلب کی جاتی ہے خاص کر اس کے ذریعے زمانہ مستقبل کی تعیین اور وہ خوفناک جگہوں میں ہوتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول وہ آپ سے پوچھتے ہیں قیامت کب قائم ہو گی، اور کیف طلب کی جاتی ہے اس کے ذریعے حال کی تعیین جیسے کیف ا: ـــت، اور این طلب کی جاتی ہے اس کے ذریعے مکان کی تعیین جیسے (ایـن تـذهب)، اور انی کیف کے معنی میں ہوتا ہے جیسے کیسے زندہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس کی موت کے بعد، اور مـن ایـن کے معنی میں ہوتا ہے جیسے اے مریم یہ تیرے پاس کہاں سے آئے ہیں، اور متی کے معنی میں ہوتا ہے جیسے تو زیارت کر جب تو چاہے، اور کم طلب کی جاتی ہے اس کے ذریعے عدد مبهم کی تعیین جیسے کـم لبثتم (تم کتنی دیر ٹھہرے)، اور ای طلب کی جاتی ہے اس کے ذریعے تمیز دو شریکوں میں سے ایک کی جو ایسے معاملے میں شریک ہیں جن میں وہ دونوں شامل ہوں جیسے دو فریق میں سے کون سا فریق بہتر ہے آزروئے مقام کے اور سوال کیا جاتا ہے (اَیٌّ) کے ذریعے زمان اور مکان اور حال اور عدد اور عاقل اور اس کے علاوہ اس کے مطابق جس کی طرف یہ مضاف ہو۔

تشریح:۔ حروف استفہام میں سے چھٹا حرف ایـان ہے یہ خاص کر زمانہ مستقبل کی تعیین کو طلب کرتا ہے اور ایسی جگہ استعمال ہوتا ہے جہاں مسئول عنہ خطرناک جگہ ہو۔

مثال:۔ یسئل ایان یوم القیامة اس مثال میں مسئول عنہ یوم القیامة ہے جو کہ خطرناک چیز ہے

(۷) حروف استفہام میں سے ساتواں حرف کیف ہے اس کے ذریعے حال

کی تعیین کوطلب کیا جاتا ہے۔

مثال:۔ کیف انت تو کس حال میں ہے۔

(۸) اور آٹھواں حرف این ہے اس کے ذریعے مکان کی تعیین کوطلب کیا جاتا ہے تو اس کے جواب میں وہی چیز ذکر کی جائے گی جس کی طرف جانا مقصود ہو۔

مثال:۔ جیسے الی البیت. الی المسجد. الی المدرسة.

(۹) اور حروف استفہام میں سے نواں حرف انّٰی ہے یہ تین معانی کے لیے آتا ہے۔

(۱) کبھی انی کیف کے معنی میں ہوتا ہے اور اس وقت انی کے بعد فعل لانا ضروری ہے۔

مثال:۔ انی یحیی هذه الله بعد موتها.

اس مثال میں انّٰی کیف کے معنی میں ہے۔

(۲) کبھی انّٰی من این کے معنی میں ہوتا ہے۔

مثال:۔ یا مریم انی لکَ هذا. تو یہاں پر بھی انّٰی من این کے معنی میں ہے اصل عبارت تھی یا مریم من این لک هذا۔

(۳) اور کبھی انّٰی متی کے معنی میں ہوتا ہے۔

مثال:۔ زرانسی شئت. اس مثال میں انی متی کے معنی میں ہے اصل عبارت تھی زُر متی شئت۔

(۱۰) حروف استفہام میں سے دسواں حرف استفہام کم ہے اس کے ذریعے عدد مبہم کی تعیین طلب کی جاتی ہے۔

مثال:۔ کَمْ لَبِثْتُمْ. یعنی کم ساعة لبثتم. کم یوماً لبثتم. کم سنة لبثتم وغیرہ۔

(۱۱) حروف استفہام میں سے گیارہواں حرف ایٌّ ہے اس کے ذریعے دو مشترکہ چیزوں میں سے ایک کی تعیین کرنا مقصود ہوتا ہے جبکہ وہ کام دونوں کو شامل ہو۔

مثال:۔ ای الفریقین خیر مقاماً.

مثال مذکورہ میں فریق ایک کام ہے یہ کام مسلمانوں اور کافروں کو عام ہے دونوں فریق اس فریق میں شریک ہیں اب ایٌّ کے ذریعے ایک فریق کو الگ کیا جا رہا

ہے کہ دو فریق میں سے کون سا فریق زیادہ اچھا ہے آزروئے مقام کے، مسلمان یا کافر۔ اور اس ائی کے ذریعے زمانہ۔ مکان۔ حال۔ عدد عاقل اور غیر عاقل کا سوال بھی کیا جاتا ہے اور سوال اس کے مطابق ہوگا جس کی طرف ائی کو مضاف کیا جائے گا جیسے ائی مضاف اور فریقین مضاف الیہ ہے تو سوال بھی فریقین کے بارے میں ہے۔

همزہ اور هل کے درمیان فرق:۔

همزہ اور هل میں کئی وجہوں سے فرق ہے۔

(۱) هل صرف تصدیق کے لیے آتا ہے اور همزہ تصدیق اور تصور دونوں کے لیے آتا ہے۔

(۲) هل شرط پر داخل نہیں ہوگا۔

(۳) اَنَّ پر داخل نہیں ہوگا۔

(۴) واؤ عاطفہ کے بعد آتا ہے اس سے پہلے نہیں۔

وَقَدْ تَخْرُجُ اَلْفَاظُ الْاِسْتِفْهَامِ عَنْ مَعْنَا هَا الْاَصْلِی لِمَعَانٍ اُخَرُ تُفْهَمُ مِنْ سِيَاقِ الْكَلَامِ.

(۱) كا التَّسْوِيَةِ نَحْوُ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُم.

(۲) وَالنَّفِی نَحْوُ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَان.

(۳) وَالْاِنْكَارِ نَحْوُ. اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ، اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ.

(۴) وَالْاَمْرِ نَحْوُ فَهَلْ اَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ وَنَحْوُ ءَاَسْلَمْتُمْ بِمَعْنٰى اِنْتَهُوْا وَاَسْلِمُوْا.

(۵) وَالنَّهِیُ نَحْوُ اَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ.

(۶) وَالتَّشْوِيْقِ نَحْوُهَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ.

(۷) وَالتَّعْظِيْمِ نَحْوُ مَنْ ذَا الَّذِیْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ.

(۸) وَالتَّحْقِيْرُ نَحْوُ اَهٰذَالَّذِیْ مَدَحْتَهٗ كَثِيْراً.

(۹) والتهكم نَحْوُاَعَقْلُكَ يُسَوِّغُ لَكَ اَنْ تفعل كَذَا.

(۱۰) وَالتَّعَجُّبِ نَحْوُمَا لِهٰذَ الرَّسُوْلِ يَاكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِیْ فِیْ

اَلْاَسْوَاقِ.

(۱۱) وَالتَّنْبِيْهِ عَلَى الضَّلَالِ نَحْوُ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ.

(۱۲) وَالْوَعِيْدِ نَحْوُ اَتَفْعَلُ كَذَا، وَقَدْ اَحْسَنْتَ اِلَيْكَ.

ترجمہ:۔اور تحقیق کبھی الفاظ استفہام نکل جاتے ہیں اپنے اصلی معنی سے دوسرے معنی کی طرف جو سمجھے جاتے ہیں سیاق کلام سے۔

(۱) جیسے تسویة (برابری) برابر ہے کہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں۔

(۲) اور نفی جیسے (نہیں ہے بدلہ احسان کا مگر احسان۔)

(۳) اور انکار جیسے (کیا تم اللہ کے علاوہ کو پکارتے ہو) کیا اللہ اپنے بندوں کو کافی نہیں ہے۔

(۴) اور امر جیسے کیا تم باز آنے والے نہیں ہو اور جیسے کیا تم اسلام لے آئے ہو اس کے معنی یہ ہوئے کہ تم باز آؤ اور اسلام لے آؤ۔

(۵) اور نہی جیسے کیا تم ان سے ڈرتے ہو بلکہ اللہ زیادہ حق دار ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔

(۶) اور تشویق یعنی شوق دلانا جیسے کیا میں تمہیں ایسی تجارت نہ بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے دے۔

(۷) اور تعظیم جیسے کون شخص ہے جو سفارش کرے اس کے پاس مگر اس کی اجازت سے۔

(۸) اور تحقیر جیسے کیا یہ وہی ہے جس کی آپ بہت زیادہ تعریف کرتے ہیں۔

(۹) اور تھکم یعنی (مذاق اڑانا) جیسے کیا تیری عقل تجھے اجازت دیتی ہے کہ تو ایسا کام کرے۔

(۱۰) اور تعجب جیسے اس رسول کو کیا ہو گیا یہ تو کھاتا ہے اور بازار میں چلتا ہے۔

(۱۱) اور تنبیہ کرنا گمراہی پر جیسے تم کہاں جا رہے ہو۔

(۱۲) اور وعید جیسے کیا تم ایسا کام کرو گے حالانکہ میں نے تمہارے ساتھ اچھا سلوک کیا۔

تشریح:۔ وقد تخرج الفاظ الاستفهام...... الٰی...... والوعید. یہاں سے

مصنفؒ استفہام کے مجازی معنی کو بیان کر رہے ہیں۔

(۱) تسویہ یعنی دو چیزوں کے درمیان برابری ظاہر کرنا۔

مثال:۔ سوآء علیهم اانذر تهم ام لم تنذرهم اس مثال میں **همزه** اور **ام** اپنے اصلی معنی کے لیے نہیں ہے یعنی تصور کی طلب کے لیے نہیں) بلکہ دو چیزوں کے درمیان برابری ظاہر کرنے کے لیے ہے مطلب یہ ہے کہ آپ کفار کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ دونوں صورتوں میں ایمان نہیں لائیں گے۔

(۲) کبھی استفہام نفی کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

مثال:۔ هل جزآء الاحسان الا الاحسان اس مثال میں **هل** تصدیق کی طلب کے لیے نہیں ہے بلکہ نفی کے لیے ہے اصل میں ہے **ماجزآء الاحسان الا الاحسان**۔

(۳) اور کبھی حرف استفہام انکار کے لیے بھی آتا ہے۔

مثال:۔ اغیر الله تدعون اس مثال میں غیر کی عبادت کا انکار کیا گیا ہے یعنی کہ تم اللہ ہی کی عبادت کرو اور کسی کی عبادت نہ کرو۔

مثال:۔ الیس الله بکافٍ عبده یہ مثال انکار کی مثال نہیں ہے بلکہ اقرار کی مثال ہے ہمزہ کی نفی **لیس** کی نفی پر داخل ہے نفی کی نفی اثبات ہوتا ہے یعنی اللہ اپنے بندوں کو کافی ہے۔

(۴) کبھی حرف استفہام حکم دینے کے لیے بھی آتا ہے **فهل انتم منتهون. ااسلمتم** اس مثال میں **هل** کے ذریعے جواب طلب کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ حکم دینا ہے کہ تم باز آجاؤ۔ **ااسلمتم** یہاں پر بھی حکم دینا مقصود ہے کہ تم اسلام لے آؤ۔

(۵) اور کبھی حرف استفہام نہی کے لیے بھی آتا ہے۔

مثال:۔ اتخشونهم فا الله احق ان تخشوة. اس مثال میں **همزه** نہی کے معنی میں ہے استفہام کے ساتھ کیا تم ڈرتے ہو اس کا معنی ہے کہ تم ان سے نہ ڈرو بلکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس سے ڈرنے کا حق ہے۔

(۶) اور کبھی حرف استفہام مخاطب کو شوق دلانے کے لیے بھی آتا ہے۔

مثال:۔ هل ادلکم علی تجارة تنجیکم من عذاب الیم. اس مثال میں **هل**

کے ذریعے سوال مقصود نہیں بلکہ شوق دلانا مقصود ہے کہ میں جس بات کی رہنمائی کروں تم اسے قبول کرلو تو تم عذاب الیم سے بچ جاؤ گے۔

(۷) کبھی حرف استفہام تعظیم کے لیے آتا ہے یعنی کسی کی عظمت بیان کرنے کے لیے۔

مثال:۔ من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ آیت مذکورہ میں من کے ذریعے اللہ کی عظمت کا اظہار کرنا مقصود ہے یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ وہ ذات ہے جس کی اجازت کے بغیر کوئی بھی سفارش نہیں کرسکتا۔

(۸) کبھی حرف استفہام حقارت بیان کرنے کے لیے آتا ہے۔

مثال:۔ اَھٰذَا الَّذِیْ مَدَحْتَہٗ کَثِیْراً. اس مثال میں ہمزہ استفہام کے لیے نہیں بلکہ حقارت بیان کرنے کے لیے ہے کہ جس کی تو اکثر تعریف کرتا ہے یہ ہے وہ شخص اس کی تو کوئی حقیقت نہیں ہے یعنی یہ اس قابل نہیں کہ اس کی تعریف کی جائے۔

(۹) اور کبھی حرف استفہام کسی کی حماقت یا بیوقوفی کو ظاہر کرنے کے لیے اور مذاق کرنے کے لیے آتا ہے۔

مثال:۔ اَعَقْلُکَ یُسَوِّغُ لَکَ اَنْ تَفْعَلَ کَذَا اس مثال میں ھمزہ استفہام کے لیے نہیں ہے بلکہ اس ہمزہ سے مقصود مذاق ہے کہ تیری عقل کا یہی تقاضا ہے کہ تو ایسا کرے۔

(۱۰) کبھی حرف استفہام تعجب کے لیے بھی آتا ہے۔

مثال:۔ مالھٰذا الرسول یاکل الطعام و یمشی فی الاسواق.

اس مثال میں ما استفہامیہ تعجب کے لیے لایا گیا ہے کہ مشرکین وکفار حیران ہو کر یہ کہتے تھے کہ یہ کیسا رسول ہے کہ کھانا بھی کھاتا ہے۔ اور بازار میں بھی جاتا ہے عجیب رسول ہے۔

(۱۱) اور کبھی حرف استفہام کے ذریعے گمراہی پر تنبیہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔

مثال:۔ فاین تذھبون. اس مثال میں تنبیہ کی گئی ہے کہ تم مذہب اسلام کو چھوڑ کر کہاں جارہے ہو۔

(۱۲) اور کبھی حرف استفہام کے ذریعے ڈرانا مقصود ہوتا ہے۔

مثال:۔ اَتَفْعَلَ کَذَا وَ قَدْ اَحْسَنْتُ اِلَیْکَ اس مثال میں ہمزہ اپنے اصلی معنی کے

لیے نہیں ہے بلکہ ڈرانے کے لیے ہے کہ تجھ پر میں نے احسان کیا اور تو یہ کر رہا ہے اگر ایسا کرے گا تو نتیجہ اچھا نہیں ہوگا۔

سوالات:۔ (۱) کلمات استفہام کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں۔

(۲) ہمزہ کتنے معنوں کے لیے آتا ہے۔

(۳) تصور اور تصدیق کا مطلب بیان کریں۔

(۴) ام متصلہ اور منقطعہ میں کیا فرق ہے۔

(۵) ھل کی کتنی قسمیں ہیں اور کون کون سی ہیں؟

(۶) ھل بسیطہ اور ھل مرکبہ کی تعریف کریں۔

(۷) انّٰی کتنے معنوں کے لیے آتا ہے۔

(۹) استفہام کے مجازی معنی کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں؟

(۱۰) امثلہ ذیل میں مجازی معنی کی نشاندہی کریں۔

(۱) سواء علینا اوعظت ام لم تکن من الواعظین.

(۲) ماغرک بربک الکریم.

(۳) الم نربک فینا ولیداً.

(۴) من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ.

(۵) سوآء علیھم اانذرتھم.

(۱۱) امثلہ ذیل میں ہمزہ اور ھل اور ما کے معانی کی نشاندہی کریں۔

(۱) ھل أیت القطار. (۲) ماکتبت (۳) ھل القائم زیدہ (۴) ارائیت الحریق

وَاَمَّا التَّمَنِّیْ فَهُوَ طَلَبُ شَیْءٍ مَحْبُوْبٍ لاَیُرْجٰی حُصُوْلُهٗ لِکَوْنِهٖ مُسْتَحِیْلاً اَوْبَعِیْدًا لُوُقُوْعٍ کَقَوْلِهٖ. اَلاَ لَیْتَ الشَّبَابَ یَعُوْدُ یَوْمًا. فَاُخْبِرَهٗ بِمَا فَعَلَ الْمُشِیْبُ وَقَوْلُهُ الْمُعْسِرِ لَیْتَ لِیْ اَلْفَ دِیْنَارٍ وَاِذَا کَانَ الْاَمْرُ مُتَوَقَّعُ الْحُصُوْلِ فَاِنَّ تَرَقُّبَهٗ یُسَمّٰی تَرَجِّیًا وَ یُعَبَّرُ عَنْهُ بِعَسٰی اَوْلَعَلَّ نَحْوُ لَعَلَّ اللّٰهَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذَالِکَ اَمْراً.

ترجمہ:۔ بہرحال تمنی پس وہ محبوب چیز کا طلب کر ہے جس کے حاصل

ہونے کی امید نہ ہو بوجہ اس کے محال ہونے کے یا بعید الوقوع ہونے کے جیسے شاعر کا قول، کاش کہ جوانی ایک دن لوٹ آتی۔ پس میں اس کو خبر دوں کہ بڑھاپے نے کیا کیا۔ اور تنگدست کا قول، کاش میرے لیے ایک ہزار دینار ہوتے، اور جب امر متوقع الحصول ہو پس بے شک اس کا انتظار کرنا اس کا نام رکھا جاتا ہے ترجی، اور تعبیر کیا جاتا ہے اس کو عسیٰ اور لعل کے ساتھ جیسے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی صورت پیدا کر دے۔

تشریح:۔ واما التمنی الخ یہاں سے مصنفؒ انشاء طلبی کی چوتھی قسم تمنی کو بیان کر رہے ہیں۔

تمنی کی تعریف:۔

کسی محبوب چیز کو طلب کرنا ہے جس کے حاصل ہونے کی امید دو وجہ سے نہ ہو۔ (۱) یا تو اس وجہ سے کہ اس کا حاصل ہونا محال ہے۔ (۲) یا اس وجہ سے اس کا حاصل ہونا ممکن تو ہے لیکن بعید الوقوع ہے۔

محال ہونے کی مثال:۔

اَلَا لَیْتَ الشَّبَابَ یَعُوْدُ یَوْمًا، فَاُخْبِرَہٗ بِمَا فَعَلَ الْمُشِیْبُ.

اس شعر میں محبوب چیز الشباب یعنی جوانی ہے جس کا حاصل ہونا محال ہے اس لیے جوانی کی امید نہیں کی جا سکتی البتہ تمنا کی جا سکتی ہے۔

بعید الوقوع کی مثال:۔

لیت لی الف دینارٍ. اس میں تنگ دست کو ایک ہزار کا ملنا ناممکن تو نہیں لیکن مشکل ضرور ہے یعنی بعید الوقوع ہے۔

واذا کان الامر الخ:۔

یہاں سے مصنفؒ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ جب کسی چیز کا حاصل ہونا محال نہ ہو

بلکہ متوقع ہو تو اس کو ترجی کہتے ہیں اور اس کو عسٰی اور لعل کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔
مثال:۔ لعل اللہ یحدث بعد ذالک امراً. اب اس مثال میں راستہ کا نکلنا ممکن تو ہے لیکن صرف انتظار ہے۔
لغت:۔ الشباب شَبَّ یَشَبُّ شیباً باب ضرب بمعنی جوان ہونا، یعود مضارع کا صیغہ ہے عاد یعود عوداً باب نصر بمعنی لوٹنا، اخبر مضارع متکلم ان مقدرہ کی وجہ سے منصوب جواب ہے لیت کا مشیب بمعنی بوڑھا ہونا، بالوں کا سفید ہونا، باب افعال ہے؟
ترکیب:۔ اَلَالَیْتَ الشَّبَابَ یَعُوْدُ یَوماً. فَاُخْبِرَهٗ بِمَا فَعَلَ الْمُشِیْبُ.
الا حرف تنبیہ لیتَ حرف مشبہ بالفعل الشباب اسم یعود فعل بفاعل یوماً. مفعول فیہ فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا کہ، فاتفسیریہ اخبر فعل بفاعل ہٗ مفعول بہ ب حرف جار ما اسم موصول فَعَلَ فعل المشیب فاعل فعل اپنے فاعل سے مل کر صلہ موصول صلہ مل کر مجرور جار مجرور مل کر متعلق اخبر کے اخبر فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔
وَلِلتَّمَنِّی اَرْبَعُ اَدَوَاتٍ وَاحِدَةٍ اَصْلِیَةٍ وهِیَ لَیْتَ وَثَلٰثَةٌ غَیْرَ اَصْلِیَةٍ وَهِیَ هَلْ نَحْوُ هَلْ لَّنَامِنْ شُفَعَآءَ فَیَشْفَعُوْالَنَا وَلَوْنَحْوُ فَلَوْ اَنَّ لَنَا کَرَّةً فَنَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ، وَلَعَلَّ نَحْوُ قَوْلَهٗ.
اَسِرْبَ الْقَطَاهَلْ مَنْ یُعِیْرُ جَنَاحَهٗ، لَعَلِّیْ اِلٰی مَنْ قَدْهَوِیْتُ اَطِیْرُ.
وَلِاسْتِعْمَالِ هٰذِهِ الْاَدَوَاتِ فِی التَّمَنِّیْ یُنْصَبُ الْمُضَارِعُ الْوَاقِعُ فِیْ جَوَابِهَا.
ترجمہ:۔ اور تمنی کے لیے چار حروف ہیں ایک اصلی ہے اور وہ لیت ہے، اور تین غیر اصلی ہیں، اور وہ ایک ھَلْ ہے جیسے اے کاش ہمارے لیے سفارش کرنے والے ہوتے اور وہ سفارش کرتے، اور دوسرا لَوْ ہے، کاش ہمارے لیے دوبارہ آنا ہوتا تو ہم مؤمن بن جاتے، اور لعل جیسے اے پرندوں کی جماعت کیا کوئی مجھے عاریت پر دے گا اپنے پروں کو۔ شاید کہ میں پہنچ جاؤں اپنے محبوب کی طرف اڑ کر، ان حروف کے استعمال کرنے کی وجہ سے وہ فعل مضارع منصوب ہوگا۔ جو اس کے جواب میں واقع ہو۔

تشریح:۔ ولـلـتـمـنـي اربع ادوات. مصنفؒ فرماتے ہیں کہ تمنی کے چار حروف ہیں ایک اصلی ہے اور تین غیر اصلی ہیں اصلی لیت ہے اور غیر اصلی۔ ھل. لو. لعل ہیں۔

ھل کی مثال:۔ فھل لنامن شفعاء فیشفعو النا. یہاں پر ھل اپنے اصلی معنی کے لیے نہیں ہے بلکہ مجازی معنی تمنی کے لیے ہے۔

لو کی مثال:۔ فلو ان لنا کرة فنکون من المؤمنین.

اس مثال میں لو مجازی معنی کے لیے ہے یعنی اس طرح کے جملے کفار و مشرکین اس وقت کہیں گے جب وہ عذاب کو دیکھیں گے اور یہ کہہ کر تمنا کریں گے اے کاش دنیا میں ہم کو ایک بار لوٹا ل جاتا تو ہم ایمان والے ہو جاتے۔

لعل کی مثال:۔ اَسِرْبَ الْقَطَاهَلْ مَنْ يُّعِيْرُ جَنَاحَهٗ، لَعَلِّیْ اِلٰی مَنْ قَدْ هَوِيْتُ اَطِيْرُ.

اس شعر میں شاعر یہ تمنا کر رہا ہے کاش مجھے کوئی پرندہ اپنے پروں کو عاریت پر دے دیتا اور میں ان پروں کے ذریعے اڑ کر اپنے محبوب کے پاس پہنچ جاؤں تو شاعر ایک ایسے امر کی تمنا کر رہا ہے جس کا حاصل ممکن نہیں ہے تو یہاں پر لعل اپنے اصلی معنی کے لیے نہیں ہے بلکہ مجازی معنی کے لیے ہے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جب یہ حروف تمنی میں استعمال ہوں گے تو اس وقت ان کے جواب میں جو مضارع واقع ہوگا وہ منصوب ہوگا گویا کہ ان کے مجازی معنی میں استعمال ہونے کی نشانی ہے۔

الفرق بین التمنی و الترجی:۔

تمنی اور ترجی میں فرق یہ ہے کہ تمنی کا استعمال ممکنات اور ممتنعات دونوں میں ہوتا ہے اور ترجی کا استعمال فقط ممکنات میں ہوتا ہے ممتنعات میں نہیں۔

ترکیب:۔ اَسِرْبَ الْقَطَاهَلْ مَنْ يُّعِيْرُ جَنَاحَهٗ. لَعَلِّیْ اِلٰی مَنْ قَدْهَوِيْتُ اَطِيْرُ

ھمزہ حرف نداء قائم مقام ادعوا فعل محذوف۔ کے سرب القطا مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ ادعوا کا ھل تمنیہ من مبتداء یعیر فعل بفاعل جناحۂ مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر خبر مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ لعل فعل ی اسم الیٰ جار من موصولہ قد تحقیقیہ ھویت صلہ موصول صلہ مل کر مجرور جار مجرور مل کر متعلق مقدم اطیر کے اطیر فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر لعل کی۔ لعل اپنے اسم اور خبر سے

مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

لغت:۔ اسربٌ بمعنی جماعت ریوڑ جمع اس کی اسرابٌ قطا یہ ایک پرندہ ہے جو کبوتر کے مشابہ ہے یعیر عار یعیر باب افعال بمعنی عاریت پر دینا جناح جنح یجنح جنحا باب فتح بمعنی بازو جمع اجنحۃ ہویت ہوی یھوی باب سمع بمعنی خواہش کرنا، محبت کرنا اطیر۔ بمعنی اڑنا۔ باب ضرب یضرب۔

اَمَّا النِّدَاءُ فَهُوَ طَلَبُ الْاِقْبَالِ بِحَرْفٍ نَائِبٍ مَنَابَ اَدْعُوْا وَاَدْوَاتُهٗ ثَمَانِيَةٌ يَاوَالْهَمْزَةُ، وَآیْ وَآوَ، اَیْ وَاَيَا، وَهَيَا، وَوَافَا الْهَمْزَةُ وَاَیْ لِلْقَرِيْبِ وَغَيْرُ هُمَا لِلْبَعِيْدِ وَقَدْ يُنَزَّلُ الْبَعِيْدُ مَنْزِلَةَ الْقَرِيْبِ فَيُنَادٰی بِالْهَمْزَةِ وَ اَیْ اِشَارَةً اِلٰی اَنَّهٗ لِشِدَّةِ اِسْتِحْضَارِهٖ فِیْ ذِهْنِ الْمُتَكَلِّمِ صَارَ كَا الْحَاضِرِ مَعَهٗ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ.

اَسُكَّانَ نُعْمَانَ الْاَرَاكِ تَيَقَّنُوا. بِاَنَّكُمْ فِیْ رَبْعِ قَلْبِیْ سُكَّانٗ.

وَقَدْ يُنَزَّلُ الْقَرِيْبُ مَنْزِلَةَ الْبَعِيْدِ فَيُنَادٰی بِا الْحُرُوْفِ الْمَوْضُوْعَةِ لَهٗ اِشَارَةً اِلٰی اَنَّ الْمُنَادٰی عَظِيْمُ الشَّانِ رَفِيْعُ الْمَرْتَبَةِ حَتّٰی كَانَ بُعْدَ دَرَجَتِهٖ فِیْ الْعَظِيْمِ عَنْ دَرَجَةِ الْمُتَكَلِّمِ بُعْدًا فِی الْمُسَافَةِ لَقَوْلِكَ اَيَا مَوْلَایَ وَاَنْتَ مَعَهٗ اَوْ اِشَارَةً الٰی اِنْحِطَاطِ دَرَجَتِهٖ كَقَوْلِكَ اَيَا هٰذَا لِمَنْ هُوَ مَعَكَ اَوْا شَارَةً اِلٰی اَنَّ السَّامِعَ غَافِلٌ لِنَحْوِ نَوْمٍ اَوْذُهُوْلٍ كَاَنَّهٗ غَيْرُ حَاضِرٍ فِیْ الْمَجْلِسِ كَقَوْلِكَ لِلسَّاهِیْ اَيَا فُلَانُ.

ترجمہ:۔ بہرحال نداء۔ پس وہ طلب کرنا ہے توجہ کو ایسے حرف کے ذریعے جو ادعوا کے قائم مقام ہو اس کے حروف آٹھ ہیں۔ یا و ھمزہ. و ای، وآ و، ای و ایا، وھیا، ووا پس ہمزہ اور ای قریب کے لیے ہے اور ان کے علاوہ بعید کے لیے اور کبھی اتارا جاتا ہے بعید کو قریب کے مرتبہ میں پس ندا دی جاتی ہے ہمزہ اور ای کے ذریعے اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ وہ متکلم کے ذہن میں زیادہ متحضر ہے ایسے ہو گیا ہے جیسے وہ منادیٰ اس متکلم کے ساتھ حاضر ہے جیسے شاعر کا قول۔ اے نعمان اراک کے رہنے والو تم یقین کرلو۔ کہ تم لوگ میرے دل کے گھر میں رہتے ہو۔ اور کبھی اتارا جاتا ہے قریب کو بعید کے مرتبہ میں پس ندا دی جاتی ہے ان حروف میں سے کسی ایک حرف کے ذریعے جو اس کے لیے وضع کیا گیا ہے اس بات کی طرف اشارہ کرتے

ہوئے کہ منادی بڑی شان اور بلند مرتبے والا ہے حتیٰ کہ اس منادی کے درجہ کی دوری بڑائی میں متکلم کے درجہ سے ایسی ہے جیسے دوری ہوتی ہے مسافت میں جیسے تیرا کہنا ہے اے میرے مولیٰ حالانکہ تم اس کے ساتھ ہو یا اشارہ کرتے ہوئے اس کے درجے کے انحطاط کی طرف جیسے تیرا قول اے یہ اس شخص کے لیے جو تیرے ساتھ ہے یا اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ سامع غافل ہے نیند یا ذہنی پریشانی کی وجہ سے گویا کہ مجلس میں حاضر نہیں ہے جیسے تیرا کہنا ہے غافل کے لیے ایا فلان۔

تشریح:۔ و اما النداء یہاں سے مصنفؒ انشاء طلبی کی پانچویں قسم نداء کو بیان کر رہے ہیں۔

نداء کا لغوی معنیٰ:۔

آواز دینا۔ پکارنا۔

اصطلاحی معنیٰ:۔

متکلم کا مخاطب کی توجہ کو طلب کرنا کسی ایسے حرف کے ذریعے جو ادعوا کے قائم مقام ہو خواہ وہ لفظوں میں موجود ہو جیسے یا زید خواہ پوشیدہ ہو جیسے یوسف اعرض عن هذا اصل یا یوسف تھا۔

وادواته ثمانية الخ. یہاں سے مصنفؒ نداء کے حروف بیان کر رہے ہیں نداء کے لیے جو حروف استعمال ہوتے ہیں وہ آٹھ ہیں۔

(۱) یا (۲) ھمزہ (۳) ای (۴) آ (۵) ای (۶) ایا (۷) ھیا (۸) وا.

اور ان میں سے ہمزہ اور ای قریب کے لیے ہے یعنی اگر منادی قریب ہے تو ان حروف کے ذریعے نداء دی جائے گی اور ان کے علاوہ باقی چھ حروف بعید کے لیے ہے پھر بعض اوقات ایسے ہوتا ہے جو حروف قریب کے لیے ہیں وہ بعید کے لیے استعمال ہوتے ہیں اور جو بعید کے لیے ہیں وہ قریب کے لیے استعمال ہوتے ہیں

وقد ینزل القریب منزلة القریب الخ

اس عبارت میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ کبھی منادی بعید ہوتا ہے لیکن

متکلم اس کو قریب سمجھ کر وہ حروف استعمال کرتا ہے جو قریب کے لیے ہیں تو اس وقت اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے کہ منادی اگرچہ بعید ہے لیکن متکلم کے ذہن میں یہ قریب ہے۔

مثال:۔ شاعر کا قول اسُکان نعمان الا اراک تیقنوا. بانکم فی ربع قلبی سکان
اس شعر میں یہ بتانا مقصود ہے کہ نعمان اراک کے رہنے والے شاعر کے پاس نہیں ہیں اس لیے هیا ایا ان الفاظ کو استعمال کرنا چاہیے تھا لیکن شاعر نے همزہ نداء کو استعمال کیا ہے جو کہ قریب کے لیے ہے کیونکہ شاعر کو نعمان اراک کے رہنے والوں سے محبت ہوگئی ہے اس لیے وہ یہ کہہ رہا ہے کہ تم میرے دل میں بسنے والے ہو کیونکہ جو دل میں رہتے ہیں وہ دور نہیں ہوتے بلکہ قریب ہوتے ہیں۔

وقد ینزل القریب منزله البعید الخ یہاں سے مصنفؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کبھی منادی قریب کو منادی بعید کی جگہ رکھتے ہیں اس سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے کہ منادی اس قدر عظیم الشان اور بلند مرتبے والا ہے گویا کہ بڑائی میں اس کا مرتبہ متکلم کے مرتبہ سے اتنی ہی دوری رکھتا ہے جتنی کہ مسافت۔

مثال:۔ جیسے ایا مولای یہاں ایا بعید کے لیے ہے منادی قریب کو منادی بعید قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات بلند ہے اس لیے متکلم نے مسافت کے اعتبار سے دور سمجھا حالانکہ اللہ تعالیٰ انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ اور کبھی منادی قریب کو بعید کی جگہ پر رکھنے سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے کہ منادی کا مرتبہ کم ہے۔

مثال:۔ ایا هذا (اے یہ) تو اس سے اس کی تحقیر مقصود ہے، یا اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے کہ سامع نیند یا ذہنی پریشانی کی وجہ سے غافل ہے گویا کہ وہ مجلس میں موجود ہونے کے باوجود مجلس سے غیر حاضر ہے جیسے ایا فلان اس میں حرف نداء بعید استعمال کیا گیا ہے۔

لغت:۔ سُکّان بمعنی باشندے۔ قیام کرنے والے، مفرد اس کی ساکن ہے جیسے حاسد کی جمع حساد۔ طالب کی جمع طلاب۔ نعمان الاراک ایک جگہ کا نام ہے عرفات اور طائف کے درمیان وادی کا نام ہے۔ تیقنوا جمع مذکر باب تفعل بمعنی یقین کرنا، ربع

منزل، مکان، جمع ربوع۔

ترکیب:۔ اسکان نعمان الا راک تیقنوا...... بانکم فی ربع قلبی سکان.

ہمزہ حرف نداء قائم مقام ادعوا فعل محذوف کے سکان نعمان الاراک مفعول بہ ادعوا کا فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر نداء۔

تیقنوا فعل فاعل ب حرف اَنَّ حرف مشبہ بالفعل کم اسم فی ربع قلبی متعلق مقدم سکان کے خبر اَنَّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر متعلق تیقنوا کے تیقنوا فعل فاعل اور متعلق سے مل کر جواب نداء نداء جواب نداء مل کر جملہ ندائیہ ہوا۔

وَقَدْ تَخْرَجُ اَلْفَاظُ النِّدَاءِ عَنْ مَعْنَا هَا الْاَصْلِيِّ لِمَعَانٍ اُخَرُ تُفْهَمُ مِنَ الْقَرَائِنِ.

(۱) كَا الْاِغْرَاءِ نَحْوُ قَوْلِكَ لِمَنْ اَقْبَلَ يَتَظَلَّمُ يَا مَظْلُوْمُ.

(۲) وَالزَّجْرِ نَحْوُ اَفُوَادِىْ مَتٰى الْمَتَابُ اَلَمَّا. تَصْحُ وَالشَّيْبُ فَوْقَ رَأْسِىْ اَلَمَّا.

(۳) وَالتَّحَيُّرِ وَالتَّضَجُّرِ نَحْوُ اَيَا مَنَازِلَ سَلْمٰى اَيْنَ سَلْمَاكَ وَيَكْثُرُ هٰذَا فِىْ نِدَاءِ الْاِطْلَالِ وَالْمَطَا يَا وَنَحْوِ هَا.

(۴) وَالتَّحَسُّرِ وَالتَّوَجُّعِ كَقَوْلِهٖ. اَيَا قَبْرَ مَعْنٍ كَيْفَ وَارَيْتَ جُوْدَهٗ. وَقَدْ كَانَ مِنْهُ الْبَرُّ وَالْبَحْرُ مُتْرَعًا.

(۵) وَالتَّذَكُّرِ نَحْوُ. اَيَا مَنْزِلِىْ سَلْمٰى سَلَامٌ عَلَيْكُمَا هَلِ الْاَزْمِنَ اللاَّ تِىْ مَضِيْنَ رَوَاجِعُ.

وَغَيْرُ الطَّلَبِىْ يَكُوْنُ بِا التَّعَجُّبِ وَالْقَسَمِ وَصِيَغُ الْعُقُوْدِ كَبِعْتُ وَاشْتَرَيْتُ وَيَكُوْنُ بِغَيْرِ ذَالِكَ وَاَنْوَاعُ الْاِنْشَاءِ غَيْرُ الطَّلَبِىْ لَيْسَتْ مِنْ مَبَاحِثِ عِلْمُ الْمَعَانِىْ فَلِذَا ضَرَبْنَا صَفْحاً عَنْهَا.

ترجمہ:۔ اور کبھی الفاظ نداء اپنے اصلی معنی سے نکل کر دوسرے معنی کی طرف نکل جاتے ہیں جو سمجھے جاتے ہیں قرآئن کے ذریعے۔

(۱) جیسے اغواء یعنی ابھارنا جیسے تیرا قول اس شخص کے لیے جو مظلومیت کا حال

بیان کرنے کے لیے آیا ہے یا مظلوم۔

(۲) اور زجر جیسے اے میرے دل کب توبہ کا وقت آئے گا کیا ابھی تک تو ہوش میں نہیں آیا حالانکہ بڑھاپا میرے سر پر اتر چکا ہے۔

(۳) اور حیرت اور بے قراری کے لیے جیسے اے سلمٰی کی منازل تمہاری سلمٰی کہاں ہے یہ زیادہ تر کھنڈرات اور سواریوں اور اس جیسی چیزوں کی نداء کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

(۴) اور حسرت اور درد بیان کرنے کے لیے جیسے شاعر کا قول اے معنی کی قبر کیسے چھپا لیا تو نے اس کی سخاوت کو، حالانکہ زمین اور دریا اس کی سخاوت سے بھرے ہوئے ہیں۔

(۵) اور یاد دہانی کے لیے جیسے اے سلمٰی کی منزلیں تم دونوں پر سلامتی ہو، جو زمانے گزر گئے ہیں وہ لوٹ کر آنے والے ہیں، اور انشاء غیر طلبی ہوتے ہیں تعجب، اور قسم، اور عقود، کے صیغے کے ساتھ جیسے بعت و اشتریت اور ان کے علاوہ سے اور انشاء غیر طلبی کی قسمیں علم معانی کی مباحث سے نہیں ہیں اس لیے ہم نے اس سے اعراض کیا اعراض کرنا۔

تشریح:۔ وقد تخرج الفاظ النداء الخ یہاں سے مصنفؒ نداء کے مجازی معنی بیان کر رہے ہیں اور وہ مجازی معنی قرائن سے سمجھے جاتے ہیں۔

(۱) اغراء کبھی حرف نداء ابھارنے کے لیے بھی آتا ہے۔

مثال:۔ یا مظلوم اس میں یا حرف نداء مظلوم کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے نہیں بلکہ ظالم کے خلاف ابھارنے کے لیے ہے کہ جس طرح یہ شکایت یہاں میرے سامنے کی ہے اسی طرح دوسروں کے سامنے بھی بیان کر۔

(۲) کبھی حرف نداء ڈانٹنے کے لیے بھی آتا ہے۔

مثال:۔ اَفُوَادِیْ مَتَی الْمَتَابُ اَلَمَّا، تَصْحُ وَ الْشَّیْبُ فَوْقَ رَاْسِیَ اَلَمَّا

اس شعر میں حرف نداء ہے لیکن نداء کے لیے نہیں ہے بلکہ ڈانٹنے کے لیے ہے شاعر اپنے آپ کو زجر کرتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ جوانی میں تو نے اللہ کی نافرمانی کی ہے تو اب بڑھاپا آ گیا ہے اس لیے نافرمانی سے باز آ کر توبہ کر لے۔ اس میں محل

استشہاد افوادی ہے۔

(۳) کبھی حرف نداء حیرت اور بے قراری کے لیے بھی آتا ہے۔

مثال:۔ اَیَا مَنَازِلَ سَلْمیٰ اَیْنَ سَلْمَاکَ. اس میں حرف نداء آیا ہے لیکن یہاں پر نداء کے لیے نہیں ہے بلکہ حیرت اور بے قراری ظاہر کرنے کے لیے ہے کیونکہ محب ان سواریوں اور کھنڈرات کو دیکھتا ہے تو حیرت اور بے قراری سے سلمیٰ کے مکانات سے کہتا ہے کہ تمہاری سلمی کہاں ہے یہاں پر محل استشہاد ایا منازل سلمی ہے۔

(۴) کبھی حرف نداء حسرت اور تکلیف کو بیان کرنے کے لیے آتا ہے۔

مثال:۔ اَیَا قَبْرَ مَعْنٍ کَیْفَ وَارَیْتَ جُوْدَهُ، وَقَدْ کَانَ مِنْهُ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ مُتْرِعاً

اس شعر میں ایا حرف نداء ہے لیکن یہاں پر نداء کے لیے نہیں کیونکہ قبر معن پر داخل ہے اور قبر میں نہ سننے کی صلاحیت ہے اور نہ جواب دینے کی اس لیے یہاں پر ایا کے ذریعے حسرت اور تکلیف بیان کر رہا ہے کہ معن جو کہ سراپا سخی تھا آج وہ مٹی کے اندر دفن ہے ہائے افسوس اسے موت نہ آئی۔

واقعہ:۔ معن بن زائدہ شیبانی عربوں میں ایک بڑا سخی گزرا ہے جس کی سخاوت کے قصوں کی فہرست بہت طویل ہے محمد بن بکر رازی نے ینابیع الحکم میں نقل کیا ہے کہ ایک دفع ایک شاعر معن کے دروازے پر حاضر ہوا لیکن اسے معن سے ملاقات کی نوبت اس لیے نہیں آئی کہ معن اکثر پردے میں رہا کرتا تھا مجبور ہو کر اس نے زمین سے ایک لکڑی اٹھائی اور اس پر یہ شعر لکھا۔ یاجود معنٍ ناجِ معناً بحاجتی. فلیس الی معن سواک شفیع. اے معن بن زائدہ کی سخاوت میری ضرورت کو معن کے کان میں جا کر کہہ دینا۔ کیونکہ معن تک پہنچنے کے لیے تیرے سوا کوئی دوسرا شفیع نہیں ہے اس کے بعد شاعر نے اس لکڑی کو اس نہر میں ڈال دیا جو معن کے گھر تک جا رہی تھی حسن اتفاق سے اس لکڑی پر معن کی نظر پڑ گئی اور اس نے اٹھا کر پڑھا پڑھتے ہی اس نے شاعر کو اپنے پاس بلا کر ایک لاکھ درہم کی گراں قدر رقم عنایت کی اور لکڑی اپنے فرش کے نیچے ڈال دیا، اس کے بعد ہر روز اس لکڑی کو اپنے فرش سے نکال کر پڑھتا اور شاعر کو ایک لاکھ درہم دے دیتا، چنانچہ جب شاعر نے چار دنوں میں چار لاکھ درہم کی بڑی رقم حاصل کر لی تو پانچویں دن معن کے مکان سے بغیر اجازت کے روانہ ہو گیا اب جبکہ

معن نے اسے بلوایا اور وہ نہ ملا اس کے بعد اس نے کہا کہ مجھ پر واجب تھا کہ میں اسے ہر روز ایک لاکھ درہم دیتا یہاں تک کہ میرے خزانے میں کچھ باقی نہ رہتا۔

(۵) اور کبھی حرف نداء گزشتہ بات کی یاد دہانی کے لیے بھی آتا ہے۔

مثال:۔ اَیَا مَنْزِلِیْ سَلْمیٰ سَلَامٌ عَلَیْکُمَا، هَلِ الْاَزْمُنَ الْاٰتِیْ مُضِیْنَ رَوَاجِعُ

اس شعر میں ایا حرف نداء ہے لیکن یہاں پر نداء کے لیے نہیں بلکہ گزشتہ بات کی یاد دہانی کے لیے لایا گیا ہے یعنی جو دن شاعر کے محبت میں گزرے ہیں تو اس شعر میں ان دنوں کو یاد کر رہا ہے اور اس میں محل استشہاد ایا منزلی سلمیٰ ہے، وغیر الطلبی یکون بالتعجب...... الیٰ...... ضربنا صفحاً عنها مصنفؒ انشاء کی دوسری قسم انشاء غیر طلبی کو بیان کر رہے ہیں۔

انشاء غیر طلبی کی تعریف:۔

یہ ہے کہ اس میں کسی چیز کو طلب کرنا مقصود نہیں ہوتا اس کی بہت سی قسمیں ہیں مثلاً کبھی تعجب کا صیغہ آتا ہے۔ کبھی قسم کا صیغہ آتا ہے۔ کبھی عقود کا کبھی اس کے علاوہ انشاء غیر طلبی علم معانی کی مباحث سے نہیں ہے اس لیے اس کی وضاحت کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

اشعار کی ترکیب:۔

(۱) اَفُؤَادِیْ مَتیٰ الْمَتَابُ اَلَمَّا، تَصْحُ وَ الشَّیْبُ فَوْقَ رَاْسِیْ اَلَمَّا

ہمزہ حرف نداء برائے زجر فؤادی مضاف مضاف علیہ منادیٰ مفعول بہ ادعوا فعل کا فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر نداء متٰی مبتداء المتاب خبر مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہمزہ استفہام لما حرف جزم تصح فعل ضمیر ذوالحال واؤ حالیہ الشیب مبتداء فوق مضاف راسی مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ فوق کا مضاف مصاف الیہ مل کر مفعول فیہ الم فعل کا الم فعل بفاعل الف برائے اشباع فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر الشیب کی خبر مبتداء خبر مل کر حال تصح کے فاعل سے، ذوالحال اپنے حال سے مل کر تصح کا فاعل فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا، متٰی سے آخر تک دونوں جملے جواب نداء نداء اپنے جواب نداء سے مل کر جملہ ندائیہ ہوا۔

(۲) ایا قبر معن کیف واریت جودۃ. وقد کان منہ البر والبحر مترعاً

ایا حرف نداء قائم مقام ادعوا کے قبر معن مفعول بہ ادعوا کا فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر نداء کیف مفعول فیہ و اریت فعل بفاعل جود مضاف ضمیر ذوالحال واؤ حالیہ قد تحقیقیہ کان فعل ناقص منہ متعلق مقدم مترعاً کے البر و البحر معطوف معطوف علیہ مل کر اسم کان کا مترعاً خبر کان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہو کہ حال ذوالحال اپنے حال سے مل کر مضاف الیہ مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور مفعول فیہ مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جواب نداء، نداء جواب نداء مل کر جملہ ندائیہ ہوا۔

(۳) اَیَا مَنْزِلَیْ سَلْمیٰ سَلَامٌ عَلَیْکُمَا، هَلِ الْاَزْمُنَ الّٰتِیْ مُضِیْنَ رَوَاجِعُ

ایا حرف نداء قائم مقام ادعوا فعل محذوف کے منزلی سلمیٰ مرکب اضافی منادیٰ مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ انشائیہ ہو کر نداء سلام مبتداء علیکما کائن کے متعلق ہو کر خبر مبتداء خبر مل کر جواب نداء اول ھل استفہامیہ الازمن موصوف اللاتی اسم موصول مضین فعل بفاعل صلہ، موصول صلہ مل کر مبتداء رواجع خبر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہو کر جواب نداء ثانی، نداء اپنے دونوں جوابوں سے مل کر جملہ ندائیہ ہوا۔

لغت:۔ فواد کی جمع افئدۃ بمعنی دل متاب تاب یتوب توبۃ باب نصر ینصر یہ اسم ظرف کان ہے بمعنی توبہ کرنا۔ توبہ کا وقت، الم یہ باب افعال سے ہے بمعنی قریب ہوا۔ تصح اصل میں تصحوا تھا متی کے جواب میں واقع ہونے کی وجہ سے واؤ گر گیا باب نصر ینصر سے بمعنی ہوش میں آنا واریت واریٰ یواری باب مفاعلہ بمعنی چھپانا مترعاً اسم مفعول باب افعال بمعنی بھرنا ازمن زمانے اوقات جمع ہے زمن کی رواجع جمع ہے راجعۃ کی بمعنی لوٹنے والے۔

سوالات:۔ (۱) تمنی کی تعریف کریں۔

(۲) تمنی کے کلمات کیا ہے؟

(۳) کلمات تمنی کے جواب میں آنے والے فعل مضارع کا کیا حکم ہے؟

(۴) تمنی اور ترجی میں فرق بیان کریں؟

(۵) نداء کے الفاظ کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں ان کے استعمال کی کیا

تفصیل ہے۔

(٦) انشاء غیر طلبی کی تعریف کریں اور بتائیں کہ اس کی کتنی قسمیں ہیں اور کون کون سی ہیں۔

۞۞۞

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

اَلْبَابُ الثَّانِیْ فِی الذِّكْرِ وَالْحَذْفِ

دوسرا باب ذکر اور حذف کے بیان میں

اُرِيْدَ اِفَادَةُ السَّامِعِ حُكْمًا فَاَیُّ لَفْظٍ يَدُلُّ عَلٰی مَعْنًی فِيْهِ فَالْاَصْلُ ذِكْرُهٗ وَاَیُّ لَفْظٍ عُلِمَ مِنَ الْكَلَامِ لِدَلَالَةِ بَاقِيْهِ عَلَيْهِ فَالْاَصْلُ حَذْفُهٗ وَاِذَا تَعَارَضَ هٰذَانِ الْاَصْلَانِ فَلَا يُعْدَلُ عَنْ مُقْتَضٰی اَحَدِهِمَا اِلٰی مُقْتَضَی الْاٰخَرِ اِلَّا لِدَاعٍ۔

ترجمہ:۔ جب ارادہ کیا جائے سامع کو حکم کا فائدہ پہنچانے کے لیے پس جو لفظ بھی دلالت کرے اس معنی پر جو اس میں ہو پس اصل اس لفظ کو ذکر کرنا ہے، اور جو لفظ کلام سے معلوم ہو جائے اس وجہ سے کہ کلام کا باقی حصہ اس معنی پر دلالت کرتا ہے پس اصل اس لفظ کا حذف کرنا ہے۔ اور جب یہ دونوں اصل متعارض ہو جائیں پس نہیں عدول کیا جائے گا ان میں سے ایک کے مقتضی سے دوسرے کے مقتضی کی طرف بغیر کسی سبب کے۔

تشریح:۔ مصنفؒ پہلے باب سے فارغ ہونے کے بعد دوسرا باب بیان کر رہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ دوسرے باب میں وہ مواقع ذکر کیے جائیں گے جہاں پر لفظ کا ذکر کرنا اصل ہے، یا حذف کرنا اصل ہے۔ مصنفؒ فرماتے ہیں جب سامع کو کسی حکم کا فائدہ پہنچانے کا ارادہ کیا جائے تو جو لفظ اس حکم پر دلالت کرتا ہے اس وقت اصل یہ ہے کہ اس لفظ کو ذکر کیا جائے تاکہ سامع اس حکم کو آسانی سے سمجھ سکے اور جو لفظ کلام سے معلوم ہو اور اس لفظ کی دلالت اس حکم پر اس کے ذکر کے بغیر باقی رہتی ہے تو اس وقت اصل یہ ہے کہ اس لفظ کو حذف کیا جائے تو یہ دو الگ الگ ضابطے ہو گئے جب ان دونوں میں تعارض آ جائے یعنی ایک اصل کا تقاضا یہ ہے کہ لفظ کو ذکر کیا جائے اور دوسری اصل کا تقاضا یہ ہے کہ لفظ کو حذف کیا جائے تو ان اصلوں میں سے ایک اصل کو چھوڑ کر دوسری اصل پر اس وقت تک عمل نہیں کریں گے جب تک کوئی سبب موجود نہ ہو

اس لیے کہ اگر بغیر سبب کے کسی ایک کے مقتضی پر عمل کیا جائے اور دوسرے کو ترک کر دیا جائے تو ایسی صورت میں ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی جو کہ صحیح نہیں ہے۔

فَمِنْ دَوَاعِیَ الذِّکْرِ. (۱) زِیَادَةُ التَّقْرِیْرِ وَالْاِیْضَاحِ نَحْوُ اُولٰئِکَ عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ.

(۲) وَقِلَّةُ الثِّقَةِ بِالْقَرِیْنَةِ لِضُعْفِهِمَا اَوْ ضُعْفِ فَهْمِ السَّامِعِ نَحْوُ زَیْدٌ نِعْمَ الصَّدِیْقُ تَقُوْلُ ذَالِکَ اِذَا سَبَقَ لَکَ ذِکْرُ زَیْدٍ وَطَالَ عَهْدُ السَّامِعِ بِهٖ اَوْ ذُکِرَ مَعَهٗ کَلَامٌ فِیْ شَانِ غَیْرِهٖ.

(۳) وَالتَّعْرِیْضُ بِغَبَاوَةِ السَّامِعِ عَمْرُوْ قَالَ کَذَافِیْ جَوَابِ مَاذَاقَالَ عَمْرٌو.

(۴) وَالتَّسْجِیْلُ عَلَی السَّامِعِ حَتّٰی لَا یَتَاَتّٰی لَهُ الْاِنْکَارُ کَمَا اِذَاقَالَ الْحَاکِمُ لِشَاهِدٍ هَلْ اَقَرَّ زَیْدٌ هٰذَا بِاَنَّ عَلَیْهِ کَذَا فَیَقُوْلُ الشَّاهِدُ نَعَمْ زَیْدٌ هٰذَا اَقَرَّ بِاَنَّ عَلَیْهِ کَذَا.

(۵) وَالتَّعَجُّبُ اِذَاکَانَ الْحُکْمُ غَرِیْباً نَحْوُ عَلِیٌّ یُقَاوِمُ الْاَسَدَ تَقُوْلُ ذَالِکَ مَعَ سَبَقَ ذِکْرِهٖ.

(۶) وَالتَّعْظِیْمُ وَالْاِهَانَةُ اِذَا کَانَ اللَّفْظُ یُفِیْدُ ذَالِکَ کَاَنْ یَسْأَ لَکَ سَائِلٌ هَلْ رَجَعَ الْقَائِدُ فَتَقُوْلُ رَجَعَ الْمَنْصُوْرُ اَوِالْمَهْزُوْمُ.

ترجمہ:۔ پس ذکر کے اسباب میں سے ایک (۱) بیان کی زیادتی اور وضاحت کے لیے ذکر کرنا جیسے یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔

(۲) قرینہ اعتماد کی کمی ہے اس قرینہ کی کمزوری کی وجہ سے یا سامع کی سمجھ کی کمزوری کی وجہ سے جیسے زید اچھا دوست ہے تو اس وقت کہے گا جب زید کا ذکر تیرے سامنے پہلے ہو چکا ہو اور سامع کو سنے ہوئے لمبا زمانہ گزر چکا ہو یا اس کے ساتھ کلام ذکر کیا جائے اس کے غیر کی شان میں۔

(۳) اور تعریض کرنا سامع کی کند ذہنی پر جیسے عمرو نے ایسا کہا۔ عمرو نے کیا کہا کے جواب میں۔

(۴) اور سامع سے اقرار کرانا یہاں تک کہ نہ ہو اس کے لیے انکار جیسے جب کہے حاکم کسی گواہ کو کیا زید نے اس کا اقرار کیا ہے کہ اس پر فلاں کا اتنا واجب ہے پس کہے گواہ ہاں زید نے اس کا اقرار کیا ہے کہ اس پر فلاں کا اتنا واجب ہے۔

(۵) اور تعجب جب حکم نادر چیز ہو جیسے علی شیر کا مقابلہ کرتا ہے یہ اس وقت کہیں گے جب علی کا ذکر پہلے ہو چکا ہو۔

(٦) اور تعظیم اور اہانت جبکہ الفاظ اس کا فائدہ دیں۔ (یعنی تعظیم اور اہانت کا) مثلاً تم سے کوئی پوچھنے والا پوچھے کیا سردار لوٹ آیا تو تم کہو فاتح لوٹ آیا یا شکست خوردہ۔

تشریح:۔ فمن دواعي الذكر

یہاں سے مصنفؒ ذکر کے اسباب کو بیان کر رہے ہیں۔

ذکر کی تعریف:۔

کلام کے اندر مافی الضمیر کے مطابق الفاظ کو لانا اور ذکر کے اسباب چھ ہیں۔

(۱) جب کلام میں پختگی اور وضاحت کی زیادتی مقصود ہو تو اس وقت اس لفظ کو ذکر کرتے ہیں۔

مثال:۔ اُولٰئِکَ عَلٰی هدیً من ربهم و اولئک هم المفلحون. اس مثال میں اُولٰئِکَ ایک حکم ہے اس میں جو معنیٰ ہے اس معنیٰ پر دوسرا اُولٰئِکَ دلالت کر رہا ہے اگر اس کو ذکر نہ کیا جاتا بلکہ صرف هم المفلحون کہا جاتا تو بھی مطلب وہی ہوتا کہ مؤمنین ہدایت پر ہیں مگر مزید وضاحت کے لیے دوسرے اولئک کو ذکر کر دیا ہے تاکہ سامع کے ذہن میں یہ بات پختہ ہو جائے کہ جو مؤمنین ہدایت یافتہ ہیں وہی فلاح پانے والے ہیں۔

(۲) لفظ کو قرینہ پر کم اعتمادی کی بناء پر ذکر کرتے ہیں جو قرینہ اس لفظ کے حذف پر دلالت کرتا ہے یا تو وہ قرینہ فی نفسہٖ کمزور ہے یا سامع کی سمجھ کمزور ہے تو ان دونوں صورتوں میں احتیاط کا تقاضا یہ ہے لفظ کو ذکر کیا جائے۔

مثال:۔ جیسے پہلے زید کا ذکر ہو رہا ہو تو کوئی کہے زید نعم الصديق اس مثال میں زیدٌ کو لفظوں میں ذکر کیا گیا ہے باوجود اس بات کے کہ زید کا ذکر پہلے آ چکا اب قیاس کا

تقاضا یہ تھا کہ اس میں ضمیر لے آتے مگر زید کے ذکر کا زمانہ طویل ہو چکا ہے سامع کی سمجھ اتنی کمزور ہے کہ اگر اسم ظاہر نہ لاتے (یعنی صرف نعم الصدیق کہتے) تو سمجھنا دشوار تھا اس لیے زید کا ذکر کرنا ضروری تھا اس میں محل استشہاد زیدٌ ہے۔

(۳) سامع کی کند ذہنی پر تعریض کرنا۔

مثال:۔ جیسے کسی نے کہا ماذاقال عمرو کہ عمرو نے کیا کہا ہے تو دوسرے نے کہا کہ عمرو قال کذا عمرو نے اس طرح کہا ہے اب اس مثال میں ماذاقال عمرو کا جواب قال کذا کافی تھا لیکن سامع کی کم سمجھ کی وجہ سے عمرو قال کذا کہا تا کہ عمرو کا ذکر ہو جائے اور سامع کی سمجھ میں آ جائے کہ عمرو نے کہا ہے اس میں محل استشہاد پہلا عمرو ہے۔

(۴) حاکم کا سامع سے اقرار کرانا تا کہ مخاطب انکار نہ کر سکے اس لیے لفظ کو ذکر کرتے ہیں۔

مثال:۔ حاکم نے گواہ سے پوچھا ھل قر زید ھذا بان علیه کذا اس کے جواب میں گواہ کا قول نعم زید ھذا اقربان علیه کذا اس میں محل استشہاد دوسرا زید ہے کیونکہ گواہ نے زید کا نام ذکر کیا ہے باوجود اس بات کے کہ زید کے حذف ہونے پر قرینہ موجود تھا اور وہ سوال ہے جس میں زید کا نام ذکر کیا ہے تو گواہ نے زید کا نام اس لیے ذکر کیا تا کہ اس کا نام درج ہو جائے اور وہ کسی بھی وقت انکار نہ کر سکے۔

(۵) اظہار تعجب کے لیے لفظ کو ذکر کرتے ہیں جبکہ حکم کے اندر کسی طرح کی غرابت ہو۔

مثال:۔ علی یقاوم الاسد، یہ اس وقت کہا جائے گا جبکہ علی کا ذکر پہلے ہو چکا ہو باوجود اس بات کے کہ علی کے حذف ہونے پر قرینہ موجود ہے لیکن علی کے ذکر کرنے میں اظہار تعجب ہے کیونکہ شیر سے مقابلہ کرنا عجیب وغریب ہے اس لیے اس کو ذکر کیا۔

(۶) تعظیم اور اہانت کے لیے لفظ کو ذکر کرنا جبکہ لفظ تعظیم اور اھانت کا فائدہ دے۔

مثال:۔ جیسے پوچھنے والا پوچھے ھل رجع القائد تو جواب میں رجع کافی ہے لیکن اس جواب سے تعظیم یا توہین کا پہلو معلوم نہیں ہوتا اس لیے رجع المنصور او المھزوم کہا اگر قائد فتحیاب ہوا ہے تو رجع المنصور کہیں گے اگر شکست کھائی ہے تو رجع المھزوم کہا جائے گا۔ منصور کے ذکر کے ساتھ تعظیم معلوم ہوتی ہے اور مھزوم کے ذکر کے ساتھ

توہین معلوم ہوتی ہے اس توہین یا تعظیم کی وجہ سے لفظ کو ذکر کرنا ضروری ہے۔

وَمِنْ دَوَاعِی الْحَذْفِ (۱) اِخْفَاءُ الْاَمْرِ عَنْ غَیْرِ الْمُخَاطَبِ نَحْوُ اَقْبَلَ تُرِیْدُ عَلِیًّا مثلاً۔

(۲) وَتَأَتِّی الْاِنْکَارِ عِنْدَالْحَاجَةِ نَحْوُلَئِیْمٌ خَسِیْسٌ بَعْدَ ذِکْرِ شَخْصٍ مُعَیَّنٍ.

(۳) وَالتَّنْبِیْهِ عَلٰی تَعْیِیْنِ الْمَحْذُوْفِ وَلَوْ اِدِّعَاءً نَحْوُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَوَهَّابُ الْاُلُوْفِ.

(۴) وَاخْتِبَارُ تَنَبُّهِ السَّامِعِ اَوْ مِقْدَارِ تَنَبُّهِهٖ نَحْوُ نُوْرُهٗ مُسْتَفَادٌ مِنْ نُوْرِ الشَّمْسِ وَوَاسِطَةِ عَقْدُ الْکَوَاکِبِ.

(۵) وَضِیْقَ الْمَقَامِ اَمَّا لِتَوَجُّعٍ نَحْوُ

قَالَ لِیْ کَیْفَ اَنْتَ قُلْتُ عَلِیْلٌ ,سَهَرٌ دَائِمٌ وَحُزْنٌ طَوِیْلٌ

وَاَمَّا لِخَوْفِ فُوَاتِ فُرْصَةٍ نَحْوُ قَوْلُ الصَّیَّادُ غَزَالٌ.

ترجمہ:۔ اور حذف کے اسباب میں سے ایک (۱) بات کو چھپانا دوسروں سے مخاطب کے علاوہ جیسے، آ گیا وہ، مراد لے رہے ہو تم علی کو مثال کے طور پر۔

(۲) اور انکار کی گنجائش کا ہونا ضرورت کے وقت جیسے کمینہ ہے نالائق ہے کسی معین شخص کے ذکر کے بعد۔

(۳) محذوف کی تعیین پر تنبیہ کرنے کے لیے اگر چہ بطور دعوے کے ہو جیسے ہر چیز کا پیدا کرنے والا، اور ہزاروں روپے ہبہ کرنے والا۔

(۴) اور سامع کی سمجھ کو آزمانے کے لیے یا اس کی سمجھ کی مقدار جاننے کے لیے جیسے اس کی روشنی حاصل ہوتی ہے سورج کی روشنی سے اور وہ واسطہ ہے ستاروں کے جوڑنے کا۔

(۵) اور مقام کی تنگی یا تکلیف کی وجہ سے جیسے کہا اس نے مجھ سے تم کیسے ہو میں نے کہا بیمار ہوں۔ ہمیشہ کی بیداری اور طویل غم کی وجہ سے اور یا مقام تنگ ہو گا فرصت کے فوت ہونے کے خوف سے جیسے شکاری کا قول غزال (ہرن)۔

تشریح:۔ و من دواعی الحذف الخ یہاں سے مصنفؒ حذف کے اسباب بیان فرما رہے ہیں جن اسباب سے مسند یا مسندالیہ یا ان دونوں کے متعلقات حذف کر

دیئے جاتے ہیں۔

حذف کی تعریف:۔

ماضی الضمیر پر دلالت کرنے والے الفاظ میں سے کسی کو قرینہ کی بناء پر چھوڑ دینا۔حذف کے کل اسباب دس ہیں۔

(۱) مخاطب کے علاوہ دوسروں سے بات کو چھپانا یعنی اگر اسم کو ظاہر کیا جائے تو تمام سامعین کو اس بات کا علم ہو جائے گا جبکہ متکلم کا مقصد یہ ہے کہ مخاطب کے علاوہ کسی اور کو پتہ نہ چلے۔

مثال:۔ جیسے اقبل (وہ آ گیا) اس سے مراد علی تھا مخاطب کے پاس قرینہ موجود تھا لیکن دوسرے لوگوں کے لیے قرینہ موجود نہیں تھا اس لیے اس لفظ کو ذکر کیے بغیر بات کو نہیں سمجھ سکتے۔

(۲) کبھی لفظ کو اس لیے حذف کرتے ہیں تا کہ متکلم ضرورت کے وقت انکار کر سکے۔

مثال:۔ جیسے لئیم. خسیس. کہنا کسی متعین شخص کے ذکر کے بعد اور ان الفاظ کے ساتھ کسی شخص کا نام ذکر نہیں کیا تا کہ ضرورت کے وقت انکار کی گنجائش ہو۔ مثلاً زید کا تذکرہ ہو رہا ہے کوئی یوں کہہ دے لئیم خسیس اب زید کو پتہ چل گیا تو اس کی گرفت سے بچنے کے لیے یہاں انکار کی گنجائش ہے وہ اس طرح کہہ دے کہ میں نے آپ کو نہیں کہا بلکہ دوسرے شخص کے بارے میں یہ کہا ہے۔

(۳) محذوف کی تعیین پر تنبیہ کرنا یعنی یہ بتانے کے لیے لفظ کو حذف کرتے ہیں کہ مخاطب اس قدر متعین ہے کہ اس کے ذکر کی ضرورت نہیں۔

تعیین حقیقی کی مثال:۔

جیسے خالق کل شئ ء ہے اگر اللہ خالق کل شئ ہوتا تو تنبیہ نہیں ہوتی جب اللہ کو محذوف کیا اور کہا خالق کل شئ ء اور یہ صفت چونکہ صرف اللہ کی ہے اس لیے محذوف متعین ہے تو اللہ کو ذکر نہ کیا۔

تعین ادعائی کی مثال:۔

جیسے وھاب الالوف اب اس مثال میں محذوف کی تعیین پر تنبیہ ہے لیکن دعویٰ کی وجہ سے ہے اصل میں تھا السلطان وھاب الالوف ممکن ہے کہ واقع میں اس وصف کے ساتھ دوسرا بھی متصف ہو لیکن چونکہ عام طور پر ہزاروں لاکھوں بادشاہی دیتے ہیں دوسرے لوگ بہت کم دیتے ہیں اس لیے یہاں السلطان کو حذف کر دیا۔

(۴) سامع کی دانشمندی کا امتحان لینا مقصود ہو یا اس کی دانشمندی کی مقدار جاننا مقصود ہو تو اس وقت لفظ کو حذف کر دیتے ہیں۔

پہلی مثال:۔

یعنی سامع کی دانشمندی کا امتحان لینا۔ نورہ مستفاد من نور الشمس. اب اس مثال میں سامع کی دانشمندی کا امتحان ہے کہ ۂ ضمیر کا مرجع کیا ہے اصل میں تھا نور القمر مستفاد من نور الشمس تو القمر کو حذف کر کے اس کی جگہ ضمیر لائے۔

دوسری مثال:۔

یعنی سامع کی دانشمندی کی مقدار جاننا واسطة عقد الکواکب. اس مثال میں مسند الیہ محذوف ہے اصل میں تھا القمر واسطة عقد الکواکب کہ چاند ستاروں کے ہار کا واسطہ ہے۔ واسطہ کہتے ہیں ہار کے بڑے موتی کو جو درمیان اور وسط میں ہوتا ہے۔ سامع کی سمجھ کی مقدار آزمانے کے لیے تاکہ معلوم ہو جائے کہ سامع کتنا سمجھدار ہے کہ وہ مسند الیہ کو سمجھ سکتا ہے یا نہیں۔

(۵) کبھی لفظ کو حذف کرتے ہیں مقام کی تنگی کی وجہ سے یا تکلیف کی وجہ سے۔

اظہار درد کی مثال:۔

جیسے قَالَ لِی کَیْفَ اَنْتَ قُلْتُ عَلِیْلٌ، سَهَرٌ دَائِمٌ وَحُزْنٌ طَوِیْلٌ

اس مثال میں انا کو حذف کر دیا گیا اس لیے کہ اظہار تکلیف کے وقت زیادہ

بات نہیں کی جاتی اصل میں کہنا چاہیے تھا انا علیل تو انا کو مقام کی تنگی کی وجہ سے حذف کر دیا۔ یا فرصت کے فوت ہونے کے خوف سے لفظ کو حذف کرتے ہیں۔

مثال:۔ جیسے شکاری گھات میں تھے ایک نے ہرن دیکھا اور آواز دی غزال اب اصل میں کہنا چاہیے تھا ھذا غزال ھذا کو اس لیے حذف کر دیا کہ کہیں شکار ہاتھ سے نہ نکل جائے یعنی شکار کا ہاتھ سے نکل جانے کے خوف سے ھذا کو حذف کر دیا۔

(٦) وَالتَّعْظِيْمِ وَالتَّحْقِيْرُ لِصَوْنِهِ عَنْ لِسَانِكَ اَوْصَوْنِ لِسَانِكَ عَنْهُ فَا الْاَوَّلُ نَحْوُ (نُجُوْمٌ سَمَآءٌ) وَالثَّانِىْ نَحْوُ (قَوْمٌ اِذَا اَكَلُوْا اَخْفُوْا حَدِيْثَهُمْ)

(٧) وَالْمُحَافَظَةُ عَلٰى وَزْنٍ اَوْسَجْعٍ فَا الْاَوَّلُ نَحْوُ نَحْنُ بِمَا عِنْدَ نَا وَاَنْتَ بِمَا عِنْدَكَ رَاضٍ وَالرَّأْىُ مُخْتَلِفٌ وَالثَّانِىْ نَحْوُ (مَاوَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى).

(٨) وَالتَّعْمِيْمُ بِاخْتِصَارٍ نَحْوُ وَاللّٰهُ يَدْعُوْا اِلٰى دَا را لسَّلَامِ اَىْ جَمِيْعَ عِبَادِهٖ لِاَنَّ حَذْفَ الْمَعْمُوْلَ يُوْزَنُ بِالْعُمُوْمِ.

(٩) وَالْاَدْبُ نَحْوُ قَوْلُ الشَّاعِرِ قَدْ طَلَبْنَا فَلَمْ نَجِدْلَكَ فِى السُّوْ. دَدِوَ الْمَجْدِوَالْمَكَارِمِ مِثْلًا۔

(١٠) وَتَنْزِيْلُ الْمُتَعَدِّىْ مَنْزِلَةَ اللَّازِمِ لِعَدَمِ تَعَلُّقِ الْغَرْضِ بِالْمَعْمُوْلِ نَحْوُ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَايَعْلَمُوْنَ، وَيَعُدُّ مِنَ الْحَذْفِ اِسْنَادُ الْفِعْلِ اِلٰى نَائِبِ الْفَاعِلِ فَيُقَالُ حَذْفُ الْفَاعِلِ لِخَوْفِ مِنْهُ اَوْعَلَيْهِ اَوِالْعِلْمُ بِهٖ اَوِالْجَهْلِ نحو سُرِقَ الْمَتَاعَ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا.

ترجمہ:۔ اور تعظیم اور تحقیر تیری زبان سے اس کو بچانے کی وجہ سے یا تیری زبان کو اس سے بچانے کی وجہ سے پس اول آسمان کے ستارے اور دوسرا جیسے وہ ایسے لوگ ہیں جب کھا لیتے ہیں تو چپکے چپکے باتیں کرتے ہیں۔

(٧) اور وزن یا سجع بندی پر حفاظت کرنا پس اول جیسے ہم اس چیز کے ساتھ جو ہمارے پاس ہے اور تم اس چیز کے ساتھ ہو جو تمہارے پاس ہے راضی ہیں اور رائے مختلف ہیں اور دوسرا نہیں چھوڑا تجھ کو تیرے رب نے اور نہ ہی وہ ناراض ہوا ہے۔

(٨) اختصار کی وجہ سے عام کرنا جیسے اللہ تعالیٰ بلاتا ہے دارالسلام کی طرف

یعنی اپنے تمام بندوں کو اس لیے کہ معمول کا حذف کرنا خبر دینا ہے عموم کی۔

(۹) اور ادب جیسے شاعر کا قول تحقیق ہم نے طلب کیا پس نہیں پایا ہم نے تیرا مثل سرداری میں، بزرگی میں، اخلاق میں۔

(۱۰) اور اتارنا متعدی کو لازم کے مرتبہ میں معمول کے ساتھ غرض کا تعلق نہ ہونے کی وجہ سے جیسے کیا وہ لوگ برابر ہیں جو جانتے ہیں اور وہ لوگ جو نہیں جانتے اور شمار کیا جاتا ہے حذف میں فعل کا اسناد نائب فاعل کی طرف کرنے کو پس کہا جاتا ہے فاعل کا حذف کرنا اس سے خوف کی وجہ سے یا اس پر خوف کی وجہ سے یا اس کے جاننے یا نہ جاننے کی وجہ سے جیسے مال چوری ہو گیا اور انسان ضعیف پیدا کیا گیا۔

تشریح:۔ والتعظیم والتحقیر ...... الیٰ...... خلق الانسان ضعیفاً. یہاں سے مصنفؒ حذف کا چھٹا سبب بیان کر رہے ہیں۔

(۶) کبھی لفظ کو حذف کرتے ہیں کسی کی تعظیم کے لیے اس لیے حذف کرتے ہیں کہ وہ اتنا عظیم ہے کہ ہماری گندی سی زبان اس کے ذکر کے لائق ہی نہیں یا پھر تحقیر کے لیے حذف کرتے ہیں اس لیے کہ وہ اتنا حقیر ہے کہ وہ اس لائق ہی نہیں کہ ہم اپنی زبان سے اس کا ذکر کریں۔

تعظیم کی مثال:۔

جیسے نجوم سمآء اصل میں تھا ھم نجوم سمآء یہاں پر ھم کو تعظیم کی وجہ سے حذف کر دیا اس سے مراد صحابہ کرام ہیں۔

تحقیر کی مثال:۔

قَوْمٌ اِذَا اَكَلُوْا اَخْفُوْا حَدِيْثَهُمْ اصل میں تھا ھُمْ قَوْمٌ اِذَا اَكَلُوْا اَخْفُوْا حَدِيْثَهُمْ یہاں پر ھم کو حذف کر دیا اپنی زبان کو ان کے ذکر سے بچانے کے لیے تاکہ زبان خراب نہ ہو۔

(۷) والمحافظة یعنی وزن کو یا کلام کی سجع بندی کو برقرار رکھنے کے لیے لفظ کو حذف کرتے ہیں۔

وزن کی مثال:۔

جیسے نَحْنُ بِمَاعِنْدَ نَا وَاَنْتَ بِمَا عِنْدَکَ رَاضٍ

اصل میں تھانحن بما عندنا راضون و انت بماعندک راض تو راضون کوحذف کر دیا تا کہ وزن برقرار رہے تو یہ نحن کی خبر محذوف ہے اور راضٍ انت کی خبر ہے۔

سجع بندی کی مثال:۔

جیسے ماودعک ربک و ماقلٰی اصل میں قلاک تھا ک کوحذف کر دیا تا کہ سجع بندی برقرار رہے سجع بندی یہ ہے والضحی اذاسجیٰ و ما قلی الاولیٰ اگر قلاک کہتے تو سجع بندی نہ رہتی اس لیے اس کو حذف کر دیا۔

(۸) کبھی کلام کومختصر کر کے تعمیم پیدا کرنے کے لیے لفظ کو حذف کرتے ہیں۔

مثال:۔ جیسے واللّٰہ یدعوا الی دارالسلام. اس مثال میں یدعوا کا مفعول محذوف ہے اصل میں تھا واللّٰہ یدعوا جمع عبادہٖ الٰی دارالسلام یہاں پر جمیع عبادہ کوحذف کر دیا تا کہ کلام مختصر ہو جائے اور مفعول میں تعمیم پیدا ہو جائے کیونکہ حذف تعمیم پیدا کر دیتا ہے۔

(۹) کبھی ادب کی وجہ سے لفظ کو حذف کرتے ہیں۔

مثال:۔ جیسے قَدْطَلَبْنَا فَلَمْ نَجِدْ لَکَ فِیَ الْسُوْدَدِ وَالْمَجْدِ وَالْمَکَارِمِ

اس مثال میں قد طلبنا کا مفعول محذوف ہے ادب کی وجہ سے اصل میں تھا قد طلبنا مثلک تو یہاں پر مثلک کوحذف کر دیا ادب کی وجہ سے کیونکہ اگر یوں کہتے کہ ہم نے طلب کیا مثل کو مگر پایا نہیں یعنی ارادہ تھا کہ تیرے جیسا دوسرا مل جائے اور تیری ضرورت نہ رہے مگر پایا نہیں تو اس میں ادب نہیں اور جب حذف کر کے کہا کہ ہم نے طلب کیا مگر تیری مثل نہیں پایا اس کا مطلب ہے کہ تیری مثل دنیا میں ہے ہی نہیں ہم نے بہت تلاش کیا مگر نہیں پایا۔

(۱۰) اور کبھی فعل متعدی کو فعل لازم کی جگہ اتارنے کے لیے لفظ کو حذف

کرتے ہیں۔ کیونکہ معمول سے غرض متعلق نہیں ہوگا۔

مثال:۔ جیسے هل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون اس مثال میں یعلمون اور لایعلمون دونوں فعل ہیں جو معمول کا تقاضا کرتے ہیں لیکن ان کے معمول کو ذکر نہیں کیا اس لیے کہ یعلمون سے کوئی خاص علم مراد نہیں ہے اور نہ ہی لایعلمون سے کسی خاص علم کی نفی ہے بلکہ مطلقاً علم مراد ہے۔

ویعد من الحذف الخ یہاں سے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ حذف کے اسباب میں سے یہ بھی شمار کیا جاتا ہے کہ فعل کی نسبت فاعل کی بجائے نائب فاعل کی طرف کی جائے فاعل سے خوف کی وجہ سے یا فاعل پر خوف کی وجہ سے یا فاعل کو جاننے یا نہ جاننے کی وجہ سے۔

مثال:۔ جیسے سرق المتاع سامان چوری ہوگیا۔ یہاں پر فعل کی نسبت نائب فاعل کی طرف کی گئی ہے۔ اصل میں تھا کہ سرق زید المتاع زید نے سامان چوری کرلیا۔ اب زید جو کہ بہت بڑا ڈاکو ہے خطرہ ہے کہ بتا دیا تو نقصان کرے گا اس لیے کہا سرق المتاع یا پھر زید اتنا کمزور ہے کہ اگر بتا دیا تو لوگ اس کا کچومر نکال دیں گے یا چونکہ زید مشہور چور ہے سب کو معلوم ہے اس لیے حذف کر دیا یا چور کا پتہ نہیں اس لیے فاعل ذکر نہیں کیا۔

مثال:۔ خلق الانسان ضعیفاً یہاں پر فاعل کو معلوم ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا اور وہ فاعل اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس لیے حذف کی ایک صورت ہے کہ فاعل معلوم ہو۔

اشعار کی ترکیب:۔

(۱) قال لی کیف انت قلت علیل. سهر دائع و حزن طویل

قال فعل لی متعلق قال کے هو فاعل جملہ فعلیہ۔ کیف خبر مقدم انت مبتداء جملہ اسمیہ علیل خبر مبتداء محذوف ہے انا مبتداء کی مبتدا خبر مل کر مقولہ قلت کا جملہ فعلیہ۔ سهر دائم مطعوف علیہ واؤ عاطفہ حزن طویل معطوف معطوف علیہ معطوف مل کر مبتداء لی متعلق کائنان کے خبر مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۲) قد طلبنا فلم نجد لک فی السودد و المجدو المکارم مثلاً

طلبنا جملہ فعلیہ..... لم نجد فعل لک فی السودد اور المجد اور

المکارم معطوف معطوف علیہ مل کر متعلق نجد کے مثلاً مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔

لغت:۔ سھر بیدار رہنا باب سمع یسمع دائم اسم فاعل دام یدوم دواماً باب نصر ینصر بمعنی ہمیشہ رہنا، قائل کی طرح اس میں تعلیل ہوگی طویل صیغہ صفت طال یطول طولاً باب نصر ینصر بمعنی دراز ہونا۔ لمبا ہونا سو دد سادیسود سیادۃ باب نصر ینصر بمعنی سردار ہونا، مجدد بزرگ ہونا، مکارم جمع ہے مکرومۃ کی بمعنی شریفانہ کارنامہ۔ اچھا وصف۔

سوالات:۔ (۱) ذکر کی تعریف کریں اور اس کے دواعی کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں؟

(۲) حذف کی تعریف کریں؟

(۳) حذف کے دواعی کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں؟

(۴) ضیق المقام کی تشریح کریں؟

(۵) لازم کو متعدی کا درجہ دینے کا کیا مطلب ہے؟

۞۞۞

اَلْبَابُ الثَّالِثُ فِی التَّقْدِیْمِ وَالتَّاخِیْرِ

تیسرا باب تقدیم اور تاخیر کے بیان میں

مِنَ الْمَعْلُوْمِ اَنَّهٗ لاَ یُمْکِنُ النُّطْقُ بِاَجْزَاءِ الْکَلاَمِ دَفْعَةً وَاحِدَةً بَلْ لاَ بُدَّ مِنْ تَقْدِیْمِ بَعْضِ الْاَجْزَاءِ وَتَاخِیْرَ الْبَعْضِ وَلَیْسَ شَیْءٌ مِنْهَا فِیْ نَفْسِهٖ اَوْلٰی بِالتَّقَدُّمِ مِنَ الْاٰخَرِ لِاشْتِرَاکِ جَمِیْعَ الْاَلْفَاظِ مِنْ حَیْثُ هِیَ اَلْفَاظٌ فِیْ دَرَجَةِ الْاِعْتِبَارِ فَلاَ بُدَّ مِنْ تَقْدِیْمِ هٰذَا عَلٰی ذَالِکَ مِنْ دَاعٍ یُوْجِبُهٗ.

ترجمہ:۔ یہ بات معلوم ہے کہ نہیں ہے ممکن گفتگو کرنا کلام کے تمام اجزاء کے ساتھ ایک دفعہ بلکہ ضروری ہے بعض اجزاء کا مقدم کرنا اور بعض کا مؤخر کرنا اور نہیں ہے کوئی چیز فی نفسہٖ تقدیم کی مستحق دوسرے سے بوجہ مشترک ہونے تمام الفاظ بحیثیت الفاظ ہونے کے اعتبار کے درجہ میں پس ضروری ہے اس کا اس پر مقدم ہونے کے لیے کسی سبب کا ہونا جو سبب واجب کر دے اس کی تقدیم کو۔

تشریح:۔ من المعلوم انه لایمکن...... الیٰ...... من داعٍ یوجبهٗ الخ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات ظاہر ہے کہ کوئی آدمی کلام کے تمام اجزاء کا ایک ہی مرتبہ تکلم نہیں کر سکتا بلکہ کلام کرتے وقت کلام کے بعض اجزاء کو مقدم اور بعض اجزاء کو مؤخر کرنا ضروری ہے اور کلام کے اجزاء فی نفسہٖ ایک دوسرے پر فوقیت نہیں رکھتے کیونکہ تمام الفاظ بحیثیت الفاظ ہونے کے اعتبار کے درجہ میں مشترک ہیں اس لیے بعض الفاظ کو بعض پر مقدم کرنے کے لیے کسی سبب کا ہونا ضروری ہے اگر بغیر کسی سبب کے بعض کو مقدم اور بعض کو مؤخر کر دیں تو ایسی صورت میں ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی جو کہ صحیح نہیں ہے۔

فَمِنَ الدَّوَاعِیْ. (۱) اَلتَّشْوِیْقُ اِلَی الْمُتَاخِرِ اِذَا کَانَ الْمُتَقَدِّمُ مُشْعِراً بِغَرَابَةٍ نَحْوُ وَالَّذِیْ حَارَتِ الْبَرِیَّةُ فِیْهِ. حَیَوَانٌ مُسْتَحْدَثٌ مِنْ جَمَادٍ.

(۲) وَتَعْجِیْلُ الْمُسَرَّتِ اَوِ الْمُسَاءَةِ نحو اَلْعَفْوُ عَنْکَ صَدَرَ بِهِ الْاَمْرُ اَوِ الْقِصَاصُ حُکْمٌ بِهِ الْقَاضِیْ.

(۳) وَكَوْنُ الْمُتَقَدِّمِ مَحَطَّ الْإِنْكَارِ وَالتَّعَجُّبِ نَحْوُ اَبَعْدَطُوْلِ التَّجْرِبَةِ تَنْخَدِعُ بِهٰذِهِ الزَّخَارِفِ.

(۴) وَسُلُوْكُ السَّبِيْلِ التَّرَقِّيْ اَيْ اَلْاِتْيَانَ بِالْعَامِ اَوَّلًا ثُمَّ الْخَاصِّ بَعْدَهٗ لِاَنَّ الْعَامَ اِذَا ذُكِرَ بَعْدَ الْخَاصِّ لَايَكُوْنُ لَهٗ فَائِدَةٌ نحو هٰذَ الْكَلَامُ صَحِيْحٌ فَصِيْحٌ بَلِيْغٌ فَاِذَا قُلْتَ فَصِيْحٌ بَلِيْغٌ لَاتُحْتَاجُ اِلٰى ذِكْرِ صَحِيْحٍ وَاِذَا قُلْتَ بَلِيْغٌ لَاتُحْتَاجُ اِلٰى ذِكْرِ صَحِيْحٍ وَلَا فَصِيْحٍ.

(۵) وَمُرَاعَاتُ التَّرْتِيْبِ الْوُجُوْدِيِّ نحو لَا تَاخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ.

ترجمہ:۔ پس اسباب تقدیم یہ ہیں۔ (۱) بعد والے کی طرف شوق دلانا جبکہ پہلے والا کسی حیرت انگیز چیز کی خبر دیتا ہو، جیسے وہ چیز جس میں مخلوق حیران ہے۔ وہ حیوان ہے جو بے جان سے پیدا کیا گیا ہے۔

(۲) خوشی یا تکلیف کو جلد بیان کرنے کے لیے جیسے تیری معافی کا حکم صادر ہو گیا۔ یا قاضی نے قصاص کا حکم دے دیا۔

(۳) اور مقدم چیز کا انکار اور تعجب کے موقع پر ہونا جیسے کیا طویل تجربہ کے بعد بھی تم ان بناوٹی چیزوں سے دھوکہ کھا جاتے ہو۔

(۴) اور ترقی کا راستہ چلنا یعنی پہلے عام کو لانا پھر اس کے بعد خاص کو لانا اس لیے کہ عام جب ذکر کیا جاتا ہے خاص کے بعد تو اس سے فائدہ نہیں ہوگا عام کا جیسے یہ کلام صحیح ہے فصیح ہے بلیغ ہے جب کہا تو نے فصیح بلیغ تو صحیح کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں رہی اور جب تو نے بلیغ کہا تو نہیں ضرورت رہے گی صحیح کے ذکر کرنے کی اور نہ فصیح کے ذکر کی۔

(۵) اور ترتیب وجودی کی رعایت کرنا جیسے نہیں پکڑتی اس کو اونگھ اور نہ نیند۔

تشریح:۔ ومن الدواعی الخ یہاں سے مصنفؒ تقدیم وتاخیر کے اسباب بیان فرما رہے ہیں تقدیم وتاخیر کے کل نو اسباب ہیں۔

(۱) التشویق الی المتاخر۔ بعد میں آنے والے کے بارے میں شوق دلانا یعنی پہلے جملے میں کسی حیرت انگیز چیز کا بیان کیا گیا ہو جس کی وجہ سے سامع کے دل میں بعد میں آنے والے جملے کو سننے کا شوق پیدا ہو اس لیے کہ جو چیز طلب کے بعد

حاصل ہوتی ہے وہ جلدی ذہن نشین ہو جاتی ہے تو اس خبر کا شوق دلانے کے لیے اس حیرت انگیز چیز کو مقدم کریں گے۔

مثال:۔ جیسے وَالَّذِیْ حَارَتِ الْبَرِیَّۃُ فِیْہِ. حَیْوَانٌ مُسْتَحْدِثٌ مِنْ جَمَادٍ

اب اس شعر میں پہلا مصرعہ سنتے ہی مخاطب کے دل میں شوق پیدا ہوا آخر وہ کون سی چیز ہے جس کے بارے میں مخلوق حیران ہے اس لیے اس جملے کو مقدم کیا یعنی الذی حارت البریۃ فیہ کو کیونکہ یہ مبتداء ہے اور مسندالیہ ہے اور اس کو مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مبتداء خبر کی شوق دلا رہا ہے اور وہ خبر حیوان مستجدث ہے اس لیے اس کو مؤخر کیا۔

(۲) تعجیل المسرۃ اوالمساءۃ یعنی خوشی یا غمی کو جلدی بیان کرنے کے لیے مقدم ومؤخر کرنا اگر خوشی کو جلدی بیان کرنا ہو تو خوشی کے الفاظ کو مقدم کریں گے۔

مثال:۔ جیسے العفو عنک صدربہ الامر اس مثال میں خوشی کو بیان کرنا تھا اس لیے العفو کو مقدم کیا ہے ورنہ عبارت تھی صدر الامر با العفو عنک اور اگر غمی کو جلدی بیان کرنا ہو تو غمی کے الفاظ مقدم کریں گے۔

مثال:۔ جیسے القصاص حکم بہ القاضی. یہاں پر بھی غم کو جلدی بیان کرنا تھا اس لیے قصاص کو مقدم کیا ورنہ عبارت تھی حکم القاضی القصاص تو مقدم کرنے کا سبب خوشی بھی ہوتی ہے اور غمی بھی ہوتی ہے۔

(۳) جس لفظ کو پہلے بیان کیا ہو اس کا انکار اور تعجب کرنا۔

مثال:۔ ابعد طول التجربۃ تنخدع بھذہ الزخارف. اس مثال میں ہمزہ استفہام انکاری ہے اور بعد طول التجربہ کو اس لیے مقدم کیا کہ یہ محل انکار اور محل تعجب ہے کہ اتنے تجربے کے بعد دھوکہ کھانا حیرانگی کی بات ہے اور تجربہ کار آدمی کی شان کے خلاف ہے کہ وہ کسی چیز کی چمک کو دیکھ کر دھوکہ کھا جائے ورنہ عبادت تھی تنخدع بھذہ الزخارف بعد طول التجربۃ۔

(۴) وسلوک سبیل الرقی یعنی ترقی کے راستے پر چلتے ہوئے بعض الفاظ کو بعض پر مقدم کرنا اور الفاظ کو اس طرح بیان کرنا کہ پہلے عام کو لانا پھر خاص کو لانا کیونکہ خاص کے بعد عام کو ذکر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

مثال:۔ جیسے ھذا الکلام صحیح فصیح بلیغ، اس مثال میں لفظ صحیح عام ہے جو فصیح اور بلیغ دونوں کو شامل ہے فصیح خاص ہے صحیح کے مقابل اور عام ہے بلیغ کے مقابل اور بلیغ دونوں سے خاص ہے اگر فصیح بلیغ کو مقدم کر دیا جائے تو پھر صحیح کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ فصیح و بلیغ کلام وہ ہوتی ہے جو صحیح بھی ہو اگر بلیغ کو مقدم کر دیا جائے تو پھر فصیح کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ جو کلام بلیغ ہوگا وہ کلام ضرور فصیح بھی ہوگا اور صحیح بھی ہوگا اس لیے صحیح عام کو پہلے ذکر کریں گے پھر اس سے خاص فصیح کو ذکر کریں گے پھر اس سے خاص بلیغ کو ذکر کریں گے اس کو کہتے ہیں ترقی کا راستہ چلنا یعنی ترتیب وار چلنا۔

(۵) ترتیب وجودی کی رعایت کرتے ہوئے تقدیم و تاخیر کرنا اس لیے کہ جو چیز وجود میں مقدم ہوتی ہے اسے لفظوں میں بھی مقدم کرتے ہیں۔

مثال:۔ لاتاخذہ سنۃ ولانوم آیت مذکورہ میں ترتیب وجودی ہے کیونکہ وجود کے اعتبار سے اونگھ پہلے ہے اور نیند بعد میں ہے اس لیے سنۃ کو نوم پر مقدم کیا تاکہ اس بات کا لحاظ رہے کہ جو چیز پہلے ہوتی ہے اس کو پہلے ذکر کیا جائے اور جو چیز بعد میں ہوتی ہے اس کو بعد میں ذکر کیا جائے۔

شعر کی ترکیب:۔ والذی حارت البریۃ فیہ. حیوان مستحدث من جمادِ.
الذی اسم موصول حارت فعل البریۃ فاعل فیہ متعلق حارت کے حارت فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صلہ موصول صلہ مل کر مبتداء حیوان موصوف مستحدث اسم من جار جمادِ مجرور جار مجرور مل کر متعلق مستحدث کے صفت موصوف صفت مل کر خبر مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

لغت:۔ حارت صیغہ واحد مؤنث غائب باب سمع یسمع بمعنی پریشان ہونا، بریۃ بمعنی مخلوق جمع برایا حیوان ہر ذی روح کو کہتے ہیں جمع حیوانات مستحدث اسم مفعول باب استفعال بمعنی پیدا کرنا نئی چیز ایجاد کرنا۔ جماد کائنات کی تیسری قسم ہے پہلی قسم حیوانات دوسری قسم نباتات تیسری جمادات جیسے پتھر وغیرہ جس میں زندگی کے آثار ہی نہیں ہوتے۔

(٦) وَالنَّصُّ عَلٰی عُمُوْمِ السَّلْبِ اَوْسَلْبِ الْعُمُوْمِ فَا الْاَوَّلُ یَکُوْنُ

بِتَقْدِيْمِ اَدَاةِ الْعُمُوْمِ عَلٰى اَدَاةِ النَّفِيْ نَحْوُ كُلُّ ذَالِكَ لَمْ يَكُنْ اَیْ لَمْ يَقَعْ هٰذَا وَلاَ ذَاكَ، وَالثَّانِيْ يَكُوْنُ بِتَقْدِيْمِ اَدَاةِ النَّفِيْ عَلٰى اَدَاةِ الْعُمُوْمِ نحو لَمْ يَكُنْ كُلُّ ذَالِكَ اَیْ لَمْ يَقَعِ الْمَجْمُوْعُ فَيَحْتَمِلُ ثُبُوْتَ الْبَعْضِ وَيَحْتَمِلُ نَفِيَ كُلِّ فَرْدٍ.

(۷)وَتَقْوِيَةُ الْحُكْمِ اِذَاكَانَ الْخَبَرُ فِعْلاً نحو اَلْهِلاَلُ ظَهَرَ وَذَالِكَ لِتَكْرَارِ الْاِسْنَادِ.

(۸) وَالتَّخْصِيْصُ نَحْوُ مَا اَنَا قُلْتُ وَاِيَّاكَ نَعْبُدُ.

(۹) وَالْمُحَافِظَةُ عَلٰى وَزْنٍ اَوْسَجْعٍ فَا الْاَوَّلُ نَحْوُ

اِذَانَطَقَ السَّفِيْهُ فَلاَتُجِبْهُ. فَخَيْرٌ مِنْ اِجَابَتِهِ السُّكُوْتُ.

وَالثَّانِيْ نَحْوُ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ثم الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ثُمَّ فِی سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعاً فَاسْلُكُوْهُ. وَلَمْ يَذْكُرْ لِكُلٍّ مِنَ التَّقْدِيْمِ وَالتَّاخِيْرِ دَوَاعٍ خَاصَّةً لِاَنَّهُ اِذَا تَقَدَّمَ اَحَدُ رُكْنِی الْجُمْلَةِ تَاَخَّرَ الْاٰخَرُ فَهُمَا مُتَلاَزِمَانِ.

ترجمہ: (۶) اور نص عموم سلب پر یا سلب عموم پر پس اول حرف عموم کو حرف نفی پر مقدم کرنے سے حاصل ہوتا ہے جیسے کچھ بھی واقع نہیں ہوا یعنی نہ یہ ہوا اور نہ وہ ہوا اور ثانی حرف نفی کو حرف عموم پر مقدم کرنے سے حاصل ہوتا ہے جیسے نہیں ہوا سب کچھ یعنی نہیں واقع ہوا سب پس احتمال رکھتا ہے بعض کے ثبوت کا اور احتمال رکھتا ہے ہر فرد کی نفی کا۔

(۷) اور حکم کی تقویت کے لیے جبکہ خبر فعل ہو جیسے چاند نکل آیا اور یہ اسناد کے تکرار کی وجہ سے ہے۔

(۸) اور تخصیص کے لیے جیسے میں نے نہیں کہا، اور ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔

(۹) اور حفاظت کرنا وزن اور سجع بندی کی پس اول جیسے جب بولے بے وقوف پس نہ جواب دے تو اس کو پس بہتر ہے اس کو جواب دینے سے خاموش رہنا، اور ثانی جیسے پکڑو تم اس کو پس طوق پہنا دو پھر جہنم میں ڈال دو اور پھر اس کو زنجیروں میں جکڑ دو جس کی لمبائی ستر گز ہے، اور نہیں ذکر کیا گیا تقدیم و تاخیر میں ہر ایک کے سبب کو خاص کر اس لیے جب جملہ کے دو رکنوں میں سے ایک رکن کو مقدم کریں گے تو دوسرا مؤخر ہو جائے گا پس وہ دونوں ایک دوسرے کو متلازم ہیں یعنی تقدیم و تاخیر۔

تشریح:۔ والنص علی عموم السلب یہاں سے مصنفؒ تقدیم و تاخیر کے اسباب میں سے چھٹے سبب کو بیان کر رہے ہیں۔

(٦) عموم سلب یا سلب عموم کی وضاحت کرنا یعنی جب حرف عموم اور حرف نفی جمع ہو جائیں تو اس کی تعیین کرنا کہ اس کلام سے کیا مراد ہے اول یعنی عموم سلب یعنی نفی کا ہر ہر فرد کو عام ہونا۔ حرف عموم کو حرف نفی پر مقدم کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

مثال:۔ جیسے کل ذالک لم یکن. اس مثال میں کل عموم کا حرف ہے یہ مقدم ہے لم حرف نفی پر جس کی وجہ سے عموم سلب کی وضاحت ہے یعنی کچھ بھی نہیں ہوا نہ یہ ہوا اور نہ وہ ہوا، اور ثانی یعنی سلب عموم یعنی عموم کی نفی ہو یہ حرف نفی کو حرف عموم پر مقدم کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

مثال:۔ جیسے لم یکن کل ذالک، اس مثال میں لم حرف نفی جو کہ مقدم ہے کل حرف عموم پر جس کی وجہ سے سلب عموم کی وضاحت ہے یعنی مجموع واقع نہیں ہوا اس میں ہر فرد کی نفی نہیں ہے یعنی بعض کے ثبوت کا بھی احتمال ہے اور ہر فرد کی نفی کا بھی احتمال ہے۔

(٧) تقویۃ الحکم کبھی حکم کی تقویت کے لیے بھی تقدیم و تاخیر کرتے ہیں اور یہ اس وقت ہوگا جبکہ خبر فعل ہو۔

مثال:۔ جیسے الھلال ظھر. اس مثال میں الھلال مبتداء ہے اور اس کی خبر ظھر فعل ہے جس کی ضمیر کا مرجع الھلال ہے اب ظہر کے ذکر کرنے سے سامع کے ذہن میں حکم پختہ ہو گیا کہ واقعی چاند نظر آ گیا۔

(٨) اور کبھی تقدیم و تاخیر کرتے ہیں فعل کی تخصیص کے لیے۔

مثال:۔ جیسے ما انا قلت...... ایاک نعبد.

اس مثال میں انـــــا مسندالیہ ہے اس کو اس لیے مقدم کیا تاکہ قول کی نفی کا اختصاص اس کے ساتھ ہو جائے، اسی طرح ایاک نعبد اصل میں نعبدک ہے اس میں مفعول کو مقدم کیا کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں کسی دوسرے کی عبادت نہیں کرتے۔

(٩) اور کبھی تقدیم و تاخیر کرتے ہیں وزن اور سجع بندی کے لیے:

وزن کی مثال:۔ اِذَانَطَقَ السَّفِیْهُ فَلَاتُجِبْهُ...... فَخَیْرٌ مِنْ اِجَابَتِهِ السُّکُوْتُ.

• اس مثال میں خیر خبر ہے اس کو مقدم کیا ہے السکوت پر جو کہ مبتداء ہے تاکہ شعر کا وزن برقرار رہے۔

سجع بندی کی مثال:۔

خذوہ فغلوہ ثم الجحیم صلوہ ثم فی سلسلة ذرعها سبعون ذراعا. فاسلکوہ آیت مذکورہ میں الجحیم کو صلوہ سے پہلے لائے ہیں سجع بندی قائم رکھنے کے لیے ورنہ جملہ صلوہ الجحیم ہے اوراسی طرح فاسلکوہ سے پہلے سلسلة کو مقدم کیا تاکہ سجع بندی قائم رہے ورنہ جملہ فاسلکوہ فی سلسلة ہے۔

لغت:۔ نطق صیغہ واحد مذکر غائب نطق ینطق نطقا باب ضرب یضرب بمعنی گفتگو کرنا۔ بات چیت کرنا۔

سفیه:۔ صیغہ صفت بروزن کریم باب کرم بمعنی جاہل ہونا بے وقوف ہونا۔

لاتجب:۔ باب افعال بمعنی جواب دینا السکوت سکت یسکت باب نصر سے مصدر بمعنی خاموش رہنا۔ چپ رہنا۔

ترکیب:۔ اذانطق السفیه فلاتجبه. فخیر من اجابته السکوت.

اذا حرف شرط نطق فعل السفیه فاعل فعل فاعل مل کر شرط فلاتجبه جزاء شرط جزاء مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوئے۔ خیر شبہ فعل من اجابته متعلق خیر کے خیر مقدم السکوت مبتداء مؤخر مبتداء مؤخر اپنی خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

سوالات:۔ (۱) تقدیم و تاخیر کا کیا مطلب ہے؟

(۲) تقدیم و تاخیر کے دواعی کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں؟

(۳) عموم سلب اور سلب عموم کا کیا مطلب ہے؟

(۴) امثلہ ذیل میں تقدیم کے دواعی کی نشاندہی کریں۔

(۱) اللہ اسأل ان یصلح الامیر.

(۲) لم یکن له کفواً احد۔

(۳) ماکل مایتمنی المرء مدرکه۔

(۴) وثیابک فطهر۔

اَلْبَابُ الرَّابِعِ فِی التَّعْرِیْفِ وَالتَّنْکِیْرِ

چوتھا باب تعریف وتنکیر کے بیان میں

اِذَا تَعَلَّقَ الْغَرْضُ بِتَفْهِیْمِ الْمُخَاطَبِ اِرْتِبَاطُ الْکَلَامِ بِمُعَیَّنٍ فَالْمَقَامُ لِلتَّعْرِیْفِ. وَاِذَا لَمْ یَتَعَلَّقَ الْغَرْضُ بِذَالِکَ فَالْمَقَامُ لِتَّنْکِیْرِ. وَلِتَفْصِیْلِ هٰذَا الْاِجْمَالِ نَقُوْلُ مِنَ الْمَعْلُوْمِ اَنَّ الْمَعَارِفَ اَلضَّمِیْرُ وَالْعَلَمُ وَاِسْمُ الْاِشَارَةُ وَالْاِسْمُ الْمَوْصُوْلُ وَالْمَحَلِّی بِاَلْ وَالْمُضَافُ لِوَاحِدٍ مِمَّا ذُکِرَ وَالْمُنَادٰی.

ترجمہ:۔ اور جب غرض کا تعلق معین چیز کے ساتھ کلام کو ملانے کی مخاطب کو سمجھانے کے ساتھ ہو پس وہ مقام تعریف کا ہے، اور جب کوئی غرض متعلق نہ ہو پس وہ مقام تنکیر کا ہے، اس اجمال کی تفصیل کے لیے ہم کہتے ہیں کہ یہ بات معلوم ہے کہ معرفہ ضمیر اور علم، اور اسم اشارہ، اور اسم موصول، اور معرف باللام، اور مضاف، جو ان میں سے کسی ایک کی طرف ہو اور منادیٰ۔

تشریح:۔ مصنفؒ نے اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ معرفہ کہاں لایا جائے گا اور نکرہ کہاں لایا جائے گا۔

اذا تعلق الغرض الخ مصنفؒ فرماتے ہیں اگر متکلم کا مقصد یہ ہو کہ مخاطب کو کسی مخصوص چیز کے بارے میں بتایا جائے تو ایسی جگہ پر معرفہ لایا جائے گا۔ اگر متکلم کا مقصد کسی مخصوص چیز کے بارے میں خبر دینا نہ ہو بلکہ ملطلقاً کوئی بات بیان کرنی ہو تو ایسی جگہ پر نکرہ لایا جائے گا کیونکہ معرفہ معین چیز کو بتاتا ہے اور نکرہ غیر معین چیز کو بتاتا ہے اس اجمال کی تفصیل ہم عنقریب بیان کریں گے لیکن تفصیل بیان کرنے سے پہلے معرفہ کی اقسام بیان کرنا ضروری ہے معرفہ کی کل سات قسمیں ہیں (۱) اسم ضمیر (۲) علم (۳) اسم اشارہ (۴) اسم موصول (۵) معرف باللام (۶) وہ اسم جو ان پانچوں میں سے کسی ایک کی طرف مضاف ہو (۷) اور منادیٰ۔

(اَمَّا الضَّمِیْرُ) فَیُؤْتٰی بِهٖ لِکَوْنِ الْمَقَامِ لِلْمُتَکَلِّمِ اَوِ الْمُخَاطَبِ اَوِ الْغَیْبَةِ مَعَ الْاِخْتِصَارِ نَحْوُ اَنَا رَجَوْتُکَ فِیْ هٰذَا الْاَمْرِ وَاَنْتَ وَعَدْتَنِیْ بِاِنْجَازِهٖ. وَالْاَصْلُ فِی الْخِطَابِ اَنْ یَّکُوْنَ لِمُشَاهِدٍ مُعَیَّنٍ وَقَدْ یُخَاطَبُ غَیْرُ الْمُشَاهِدِ

اِذَا کَانَ مُسْتَحْضِراً فِی الْقَلْبِ نحو اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَغَیْرُ الْمُعَیَّنِ اِذَا قُصِدَ تَعْمِیْمَ الْخِطَابِ لِکُلِّ مَنْ یُّمْکِنُ خِطَابُهٗ نَحْوُ اَللَّئِیْمُ مَنْ اِذَا اَحْسَنْتُ اِلَیْهِ اَسَآءَ اِلَیْکَ (وَ اَمَّا الْعَلَمُ) فَیُؤْتٰی بِهٖ اِلْاَحْضَارُ مَعْنَاهُ فِیْ ذِهْنِ السَّامِعِ بِاِسْمِهِ الْخَاصِ نحو وَاِذْیَرْ فَعُ اِبْرَاهِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمَاعِیْلُ وَقَدْ یُقْصَدُ بِهٖ مَعَ ذَالِکَ اِغْرَاضِ اُخْرٰی کَا التَّعْظِیْمِ فِیْ نحو رَکِبَ سَیْفُ الدَّوْلَةِ وَالْاِهَانَةِ فِیْ نَحْوِ ذَهَبَ صَخْرٌ وَالْکِنَایَةِ عَنْ مَعْنٰی یُصْلَحُ اللَّفْظُ لَهٗ فِیْ نَحْوِ تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ.

ترجمہ:۔ بہرحال ضمیر پس لایا جاتا ہے اسے تکلم یا خطاب یا غائب کا مقام ہونے کی وجہ سے اختصار کے ساتھ جیسے میں نے تم سے امید کی تھی اس معاملہ میں اور تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے اس کے پورا کرنے کا، اور خطاب میں اصل یہ ہے کہ ضمیر اس حاضر کے لیے ہو جو معین ہو، اور کبھی غیر حاضر کو خطاب کیا جاتا ہے جبکہ وہ دل میں حاضر ہو جیسے ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، اور کبھی غیر معین کو بھی ضمیر سے خطاب کیا جاتا ہے جب ارادہ کر لیا جائے خطاب کو عام کرنے کا ہر اس شخص کے لیے جس سے خطاب کرنا ممکن ہو جیسے کمینہ ہے وہ شخص جب تو اس پر احسان کرے وہ تیرے ساتھ برائی کرے۔

اور بہرحال علم پس لایا جاتا ہے اس کے معنی کو حاضر کرنے کے لیے سامع کے ذہن میں اس کے خاص نام کے ساتھ جیسے اور جب ابراہیم اور اسماعیل بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے اور کبھی قصد کیا جاتا ہے اس کے ساتھ دوسرے مقاصد کا بھی جیسے تعظیم سوار ہوا سیف الدولہ، اور اہانت جیسے صخر گیا، اور کنایہ کرنا ایسے معنیٰ سے کہ لفظ جس کی اصلاح کرتا ہو جیسے ہلاک ہو جائیں ابولہب کے ہاتھ۔

تشریح:۔ اما الضمیر فیوتٰی بہ لکون المقام...... الیٰ...... اساء الیک الخ. یہاں سے مصنفؒ معرفہ کی اقسام کی تفصیل بیان کر رہے ہیں کہ کون سی قسم کس مقصد کے لیے لائی جاتی ہے ان میں سے سب سے پہلے ضمیر کو بیان کیا گیا ہے۔ ضمیر ایسے موقع پر لائی جاتی ہے جبکہ مقام تکلم ہو یا مقام خطاب ہو یا مقام غیبت ہو اختصار کے لیے۔

مثال:۔ انا رجوتک فی ھذا الامر اس مثال میں انا ضمیر متکلم کے لیے ہے۔

مثال ۲:۔ انت وعدتنی بانجازہ اس میں انت ضمیر خطاب کی ہے۔

مثال۳:۔ ھو قام اس میں ھو غائب کے لیے ہے تا کہ کلام مختصر ہو جائے اگر اسم ظاہر کو ذکر کرتے تو کلام لمبی ہو جاتی اور ضمیر خواہ متصل ہو یا منفصل دونوں صورتوں میں اختصار پایا جاتا ہے۔

والاصل فی الخطاب الخ. مصنفؒ خطاب کے بارے میں ایک ضابطہ بیان کر رہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

ضابطہ:۔ خطاب میں اصل یہ ہے کہ ضمیر خطاب اس وقت لائی جاتی ہے جبکہ مخاطب حاضر اور معین ہو اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مخاطب غیر حاضر ہوتا ہے لیکن اس کو اپنے دل میں حاضر سمجھ کر ضمیر خطاب لاتے ہیں۔

مثال:۔ ایاک نعبد. یہاں پر مخاطب اللہ تعالیٰ کی ذات مبارکہ ہے اگرچہ وہ حاضر نہیں لیکن دل میں حاضر ہے۔

اسی طرح کبھی غیر معین کو بھی خطاب کرتے ہیں جبکہ خطاب سے عموم کا فائدہ ہو ہر اس شخص کے لیے جس کو خطاب کرنا ممکن ہو۔

مثال:۔ اللئیم من اذا احسنت الیه اساء الیک.

اس مثال میں ضمیر خطاب لائی گئی ہے ایسے شخص کے لیے جو غیر معین ہے اس لیے کہ یہاں خطاب کو عام کرنا مقصود ہے اور محل استشہاد احسنت ہے۔

واما العلم فیوتی به الاخصار معناه...... الیٰ...... تبت یدا ابی لهب وتب الخ یہاں سے مصنفؒ معرفہ کی دوسری قسم علم کو بیان کر رہے ہیں۔ فرماتے ہیں علم کو کلام میں لانے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ سامع کے ذہن میں اس کا معنی پختہ ہو جائے تا کہ کسی اور کی طرف اس کا ذہن نہ جائے۔

مثال:۔ واذیرفع ابراهیم القواعد من البیت و اسماعیل. اس مثال میں ابراہیم اور اسماعیل یہ دونوں علم ہیں اور ان کا نام ذکر کیا ہے تا کہ سامع کے ذہن میں یہ بات پختہ ہو جائے کہ بیت اللہ کی بنیادوں کو کھڑا کرنے والے یہ دونوں حضرات تھے اگر علم کی بجائے ضمیر ہوتی یرفعان القواعد من البیت تو سامع کے ذہن میں معین شخصیت حاضر نہ ہوتی۔

وقد یقصد به مع ذالک اغراض اخریٰ الخ یہاں سے مصنفؒ یہ

فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی علم کو اصل کے علاوہ دوسرے مقاصد کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

(۱) تعظیم کے لیے نام کو ذکر کرتے ہیں۔

مثال:۔ رکب سیف الدولہ. اس مثال میں سیف الدولہ کا نام اس کی عظمت کو بیان کرنے کے لیے ذکر کیا ہے اگر رکب الامیر کہہ دیتے تو پھر بھی مخاطب آسانی سے سمجھ جاتا لیکن مقصد عظمت کا اظہار ہے اس لیے نام کو ذکر کیا۔

(۲) کبھی اہانت کے لیے نام کو ذکر کرتے ہیں۔

مثال:۔ ذھب صخر یہاں پر نام کو اس لیے ذکر کیا تاکہ مسمیٰ کی اہانت بیان کی جائے۔

(۳) اور کبھی معنی سے کنایہ لینا مقصود ہوتا ہے جبکہ لفظ اس کی صلاحیت رکھتا ہو۔

مثال:۔ تبت یدا ابی لھب. اس مثال میں ابولہب کے اصل معنی سے کنایہ کیا گیا ہے ابولہب کا معنی ہے شعلوں والا تو اس کے اصلی معنی سے کنایہ کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ جہنمی ہے کیونکہ لہب حقیقت میں جہنم کی آگ کو کہتے ہیں۔

(وَاَمَّا اِسْمُ الْاِشَارَةِ) فَيُؤْتٰى بِهٖ اِذَاتَعَيَّنَ طَرِيْقاً لِاِحْضَارِ مَعْنَاهُ كَقَوْلِكَ بِعْنِيْ هٰذَا مُشِيْراً اِلٰى شَيْءٍ لَا تَعْرِفُ لَهٗ اِسْمًا وَلَا وَصْفاً اَمَّا اِذَالَمْ يَتَعَيَّنْ طَرِيْقٌ لِذَالِكَ فَيَكُوْنُ لِاَغْرَاضٍ اُخْرىٰ.

(۱) كَاِظْهَارِ الْاِسْتِغْرَابِ نحو كَمْ عَاقِلٍ عَاقِلٍ اَعْيَتْ مَذَاهِبُهٗ وَجَاهِلٍ وَجَاهِلٍ تَلْقَاهُ مَرْزُوْقاً. هٰذَالَّذِيْ تَرَكَ الْاَوْهَامَ حَائِرَةً. وَصَيَّرَ الْعَالِمَ النِّحْرِيْرَ زِنْدِيْقاً.

(۲) وَكَمَالِ الْعِنَايَةِ بِهٖ نحو هٰذَالَّذِيْ تَعْرِفُ الْبَطْحَآءَ وَطَاْتَهٗ. وَالْبَيْتُ يَعْرِفُهٗ وَالْحِلُّ وَالْحَرَمُ.

(۳) وَبَيَانِ حَالَةٍ فِي الْقُرْبِ وَالْبُعْدِ نحو هٰذَا يُوْسُفَ. ذَاكَ اَخُوْكَ. وَذَالِكَ غُلَامُهٗ.

(۴) وَالتَّعْظِيْمِ نحو اِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ. وَذَالِكَ الْكِتَابُ لَارَيْبَ فِيْهِ.

(۵) وَالتَّحْقِيْرِ نحو اَهٰذَالَّذِيْ يَذْكُرُ آلِهَتَكُمْ. فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ

الْيَتِيْمَ.

ترجمہ:۔ اور اسم اشارہ پس وہ لایا جاتا ہے اس وقت جب کوئی طریقہ متعین ہو اپنے معنی کو حاضر کرنے کے لیے جیسے تیرا قول بیچ دے تو مجھ کو یہ اشارہ کرتے ہوئے اس چیز کی طرف نہ تم اس کا نام جانتے ہو اور نہ وصف اور جب یہ طریقہ متعین نہ ہو تو اس وقت اسم اشارہ دوسرے مقاصد کے لیے آتا ہے۔

(۱) مثلاً نادر چیز کے اظہار کے لیے جیسے کتنے عقلمندوں کو تھکا دیا ان کے طریقوں نے۔ اور کتنے ہی جاہل ایسے ہیں جسے تم ملتے ہو اس حال میں کہ وہ رزق والے ہیں۔ یہ وہ چیز ہے جس نے حیران کر دیا عقلوں کو، اور بہت سے کامل علماء کو زندیق بنا دیا۔

(۲) اور کمال عنایت کے لیے جیسے یہ وہ شخص ہے جس کو پہچانتی ہے بطحا اور اس کی زمین۔ اور بیت اللہ بھی پہچانتا ہے اور مقام حل وحرم بھی۔

(۳) قرب اور بعد کی حالت بیان کرنے کے لیے جیسے یہ یوسف ہے۔ یہ اس کا بھائی ہے۔ اور وہ اس کا غلام ہے۔

(۴) اور تعظیم جیسے بے شک یہ قرآن اس راستے کی راہنمائی کرتا ہے جو سیدھا ہے اور یہ کتاب ایسی ہے کہ اس میں شک نہیں۔

(۵) اور تحقیر جیسے کیا یہ وہ شخص ہے جو تمہارے معبودوں کا ذکر کرتا ہے پس وہ شخص ہے جو دھکے دیتا ہے یتیم کو۔

تشریح:۔ واما اسم الاشارة...... الیٰ...... اما اذالم یتعین طریقا لذالک یہاں سے مصنفؒ معرفہ کی تیسری قسم اسم اشارہ کو بیان کر رہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ اسم اشارہ کو اس وقت لاتے ہیں جبکہ مخاطب کے ذہن میں اس کے معنی کو حاضر کرنے کا یہی طریقہ متعین ہو۔

مثال:۔ بعنی هذا اس مثال میں **هذا** کے ذریعے مخاطب کے ذہن میں بیع کو متعین کیا گیا ہے کیونکہ متکلم اس مبیع کے نام اور وصف کو نہیں جانتا اس لیے ہذا کے ساتھ اس نے بیع کی تعیین کر دی۔ اور اگر اسم اشارہ کے معنی کو سمجھنے کا یہ طریقہ متعین نہ ہو تو ایسی صورت میں اسم اشارہ کا ذکر کرنا دوسرے مقاصد کے لیے ہوگا۔

فیکون لاغراض اخریٰ الخ یہاں سے مصنفؒ اسم اشارہ کے دوسرے مقاصد کو بیان کرر ہے ہیں۔

(۱) کبھی اسم اشارہ نادر چیز کے اظہار کے لیے آتا ہے۔

مثال:۔ كَمْ عَاقِلٍ عَاقِلٍ اَعْيَتْ مَذَاهِبُهُ. وَجَاهِلٍ وَجَاهِلٍ تَلْقَاهُ مَرْزُوْقاً.

هٰذَا الَّذِیْ تَرَکَ الْاَوْهَامَ حَائِرَةً. وَصَيَّرَ الْعَالِمَ النِّحْرِيْرَ زِنْدِيْقاً.

اس شعر میں اسم اشارہ کے معنی کو حاضر کرنے کا کوئی طریقہ متعین نہیں ہے اس لیے **ھذا الذی ترک الاھام** میں اسم اشارہ لے کر آئے ہیں اس نادر چیز کے اظہار کے لیے جس نے عقلوں کو حیران کردیا اور وہ نادر چیز یہ ہے کہ جاہلوں کا مالدار ہونا اور عقلمندوں کا بے روزگار ہونا۔

(۲) کبھی اسم اشارہ کو ذکر کرتے ہیں کمال عنایت کے لیے۔

مثال:۔ هٰذَا الَّذِیْ تَعْرِفُ الْبَطْحَاءَ وَ طْاَتَهُ، وَالْبَيْتُ يَعْرِفُهُ وَالْحِلُّ وَالْحَرَمُ.

اس شعر کا قائل فرزدق ہے جس نے امام زین العابدین کی مدح میں کہا ہے۔

شعر کا پس منظر:۔

ایک مرتبہ ہشام بن عبدالملک حج کے لیے مکہ گیا اور اس کے ساتھ شام کے رؤسا بھی تھے تو بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے جب یہ حجرا سود کے پاس پہنچے تو ہجوم کی وجہ سے وہ آگے نہ جا سکے اسی وقت امام زین العابدین طواف کرتے ہوئے حجرا سود کے پاس پہنچے تو لوگوں نے ان کے احترام کے لیے جگہ چھوڑ دی رؤسا نے ہشام بن عبدالملک سے پوچھا یہ کون شخص ہے جس کی جلالت شان کی وجہ سے جگہ چھوڑ دی گئی ہے ہشام بن عبدالملک نے کہا میں اس کو نہیں پہچانتا تو وہاں پر عرب کا شاعر فرزدق بیٹھا ہوا تھا اس نے امام زین العابدین کے مدح کرتے ہوئے یہ شعر کہا **ھذا الذی تعرف البطحاء وطأتہ** اس شعر میں علی بن حسین کی بجائے اس نے اسم اشارہ ہذا کو ذکر کیا ہے تاکہ سننے والوں کی توجہ پوری طرح ان کی طرف ہو جائے۔

(۳) اور کبھی اسم اشارہ قرب اور بعد کی حالت بیان کرنے کے لیے آتا ہے۔

مثال:۔ جیسے **ھذا یوسف...... ذاک اخوک...... و ذالک علامۃ**

یہاں پر اسم اشارہ اس لیے نہیں ہے کہ مخاطب کے ذہن میں معین چیز کو حاضر کیا جائے بلکہ یہاں پر اسم اشارہ قرب کی درمیان کی اور دور کی حالت بیان کرنے کے لیے ہے پہلی مثال میں اسم اشارہ قریب کے لیے ہے اور دوسری مثال میں درمیانی حالت کے لیے اور تیسری مثال میں بعید کے لیے ہے۔

(۴) کبھی اسم اشارہ عظمت بیان کرنے کے لیے آتا ہے۔

مثال:۔ جیسے ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم. اس مثال میں بھی اسم اشارہ مخاطب کے ذہن میں معین چیز حاضر کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ عظمت بیان کرنے کے لیے ہے اگر ان القرآن ہوتا تو تب بھی قرآن کی شان اپنی جگہ مسلم تھی لیکن ھذا سے کمال عنایت کے ساتھ ساتھ شان بھی ظاہر ہو رہی ہے کہ صحیح اور صراط مستقیم کی رہنمائی صرف اسی سے حاصل ہو سکتی ہے۔اس مثال میں اسم اشارہ قریب کے لیے ہے۔

مثال۲:۔ جیسے ذالک الکتاب لاریب فیہ یہاں پر بھی اسم اشارہ عظمت کے لیے استعمال کیا گیا ہے اگر عظمت نہ ہوتی تو ہذا ہوتا لیکن ہذا کی بجائے ذالک لائے ہیں تاکہ عظمت ظاہر ہو جائے مطلب یہ ہے کہ اس کتاب کی عظمت اتنی زیادہ ہے کہ اس کے علاوہ کوئی اور کتاب ایسی نہیں جو بلاغت میں اس سے اونچا مقام رکھتی ہو اس مثال میں اسم اشارہ بعید کے لیے ہے۔

(۵) کبھی اسم اشارہ کو ذکر کرتے ہیں حقارت بیان کرنے کے لیے خواہ وہ اسم اشارہ قریب پر دلالت کرے یا بعید پر۔

مثال ا:۔ جیسے اھذا الذی یذکر الھتکم اس مثال میں اسم اشارہ اس لیے نہیں ہے کہ مخاطب کے ذہن میں معین چیز کو حاضر کیا جائے بلکہ یہاں پر اسم اشارہ ہذا حقارت بیان کرنے کے لیے ہے کافر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے کہتے تھے کیا یہ ہے وہ شخص جو تمہارے معبودوں کا ذکر کرتا ہے یعنی اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

مثال۲:۔ فذالک الذی یدع الیتیم یہاں پر اسم اشارہ ذالک حقارت بیان کرنے کے لیے ہے وہ شخص جو یتیم کو دھتکارتا ہے یعنی بڑا کمینہ ہے اس مثال میں اسم اشارہ بعید کے لیے ہے کہ یہ ہم سے بہت دور ہے۔

لغت، عاقل:۔ صیغہ صفت عقل یعقل عقلاً باب ضرب یضرب بمعنی عقلمند ہونا

اعیت واحد مؤنث ماضی باب افعال بمعنی عاجز بنا دینا مذاھب جمع مذہب کی کی طریقے، راستے، یہاں حصول معاش کے طریقے مراد ہیں۔ جاھل صیغہ صفت جھل یجھل جھلاً باب سمع یسمع بمعنی جاہل ہونا، نادان ہونا، تلقیٰ صیغہ واحد مذکر حاضر مضارع باب سمع یسمع بمعنی پانا۔ ملاقات کرنا۔ مرزوقاً اسم مفعول باب نصر ینصر بمعنی روزی پہنچانا۔ اوھام جمع ہے وہم کی۔ دل میں جو خطرے گزریں خیال۔ حائرۃ باب سمع یسمع بمعنی حیران ہونا۔ صیر باب تفصیل بمعنی ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف کر دینا نحریر جمع نحاریر بمعنی عقلمندی زندیق صیغہ صفت بمعنی بے دین جمع زنادیق۔

اشعار کی ترکیب:۔ (۱) کم عاقلٍ عاقلٍ اعیت مذاھبهٗ. و جاھلٍ جاھلٍ تلقاہ مرزوقاً.

کم ممیز عاقلٍ مؤکد عاقلٍ تاکید مؤکد تاکید مل کر تمیز ممیز تمیز مل کر مفعول بہ مقدم اعیت کا اعیت فعل مذاھبه فاعل فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ مقدم سے مل کر مطعوف علیہ واؤ عاطفہ جاھلٍ جاھلٍ تمیز کم ممیز ممیز تمیز مل کر مفعول بہ ثلقیٰ فعل انت ضمیر ذوالحال ہٗ مفعول بہ ثانی مرزوقا حال حال ذوالحال مل کر فاعل فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر معطوف معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

(۲) ھٰذا الذی ترک الاوھام حائرۃ. وصیر العالم النحریر زندیقاً.

ھٰذا اسم اشارہ مبتداء الذی اسم موصول ترک فعل فاعل الاوھام مفعول بہ ذوالحال حائرۃ حال حال ذوالحال مل کر مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ واو عاطفہ صیر فعل بفاعل العالم موصوف النحریر صفت موصوف صفت مل کر مفعول بہ اول زندیقاً مفعول ثانی فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر معطوف معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہو کر صلہ موصول صلہ مل کر خبر مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۳) ھٰذا الذی تعرف البطحاء وطائتہ، والبیت یعرفه والحل والحرم.

ھٰذا اسم اشارہ مبتداء الذی اسم موصول تعرف فعل البطحاء فاعل وطائتہٗ مرکب اضافی مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ

موصول صلہ مل کر خبر مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ البیت معطوف علیہ واؤ عاطفہ الحل معطوف واؤ عاطفہ الحرم معطوف ثانی معطوف علیہ دونوں معطوفوں سے مل کر مبتداء یعرفہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر مبتداء خبر مل کر معطوف معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

(وَاَمَّا الْمَوْصُوْلُ) فَيُؤْتٰى بِهٖ اِذَا تَعَيَّنَ طَرِيْقاً لِاِحْضَارِ مَعْنَاهُ كَقَوْلِكَ۔ اَلَّذِىْ كَانَ مَعَنَا اَمْسِ مُسَافِرٌ اِذَالَمْ تَكُنْ تَعْرِفُ اسمهٗ اَمَّا اِذَ الَمْ يَتَعَيَّنْ طَرِيْقٌ لِذَالِكَ فَيَكُوْنُ لِاَغْرَاضٍ اُخْرٰى.

(۱) كَا التَّعْلِيْلِ نَحْوُ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلاً.

(۲) وَاِخْفَاءُ الْاَمْرِ عَنْ غَيْرِ الْمُخَاطَبِ نحو وَاَخَذْتُ مَاجَادَالْاَمِيْرُ بِهٖ. وَقَضَيْتُ حَاجَاتِىْ كَمَا اَهْوٰى.

(۳) وَالتَّنْبِيْهُ عَلَى الْخَطَاءِ نحو اِنَّ الَّذِيْنَ تَرَوْنَهُمْ اِخْوَانَكُمْ، يَشْفِىْ غَلِيْلَ صُدُوْرَهُمْ اَنْ تَصْرَعُوْا.

(۴) وَتَفْخِيْمِ شَانِ الْمَحْكُوْمِ بِهٖ نحو اِنَّ الَّذِىْ سَمَكَ السَّمَآءَ بَنٰى لَنَا. بَيْتاً دَعَائِمَهٗ اَعَزُّوَاَطْوَلَ.

(۵) وَالتَّهْوِيْلُ تَعْظِيْماً وَتَحْقِيْراً نحو فَغَشِيَهُمْ مِنَ الْيَمِّ مَاغَشِيَهُمْ وَ نَحْوُ مَنْ لَمْ يَدْرِ حَقِيْقَةَ الْحَالِ قَالَ مَاقَالَ.

(۶) وَالتَّهَكُّمِ نَحْوُ يَا اَيُّهَا الَّذِىْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْن.

ترجمہ:۔ اور بہرحال اسم موصول پس لایا جاتا ہے اس وقت جب یہی طریقہ متعین ہو اس کے معنی کو حاضر کرنے کا جیسے تیرا قول وہ شخص جو کل ہمارے ساتھ تھا وہ مسافر ہے جبکہ نہ جانتا ہو تو اس کے نام کو۔ اور جب یہ طریقہ متعین نہ ہو پس ہوگا اسم موصول دوسرے مقاصد کے لیے۔

(۱) تعلیل جیسے بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے جنت الفردوس کی مہمانی ہے۔

(۲) اور غیر مخاطب سے معاملہ کو چھپانا جیسے لی میں نے وہ چیز جس کے ساتھ امیر نے سخاوت کی۔ اور پورا کیا میں نے اپنی ضرورتوں کو جیسے میں نے چاہا۔

(۳) اور غلطی پر تنبیہ کرنا جیسے بے شک وہ لوگ جن کو تم اپنا بھائی سمجھتے ہو شفا پایا جاتا ہے ان کے سینوں کا کینہ یہ کہ تم کو ہلاک کر دیا جائے۔

(۴) اور محکوم بہ کی شان بلند کرنا جیسے بے شک وہ ذات جس نے ہمارے لیے آسمان کو بلند کیا۔ بنایا ہمارے لیے ایک گھر جس کے ستون بلند اور عزت والے ہیں۔

(۵) اور ہیبت بٹھانا بطور تعظیم اور تحقیر کے جیسے پس ڈھانپ لیا ان کو سمندر کی اس چیز نے جس چیز نے ان کو ڈھانپا اور جیسے وہ شخص جو حقیقت حال کو نہیں جانتا۔ وہ کہے جو وہ کہنا چاہتا ہے۔

(٦) اور تھکم جیسے اے وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا بے شک تو مجنون ہے۔

تشریح:۔ **اما الموصول فیؤتی بہ اذا تعین طریقا ...... الیٰ ...... اما اذالم یتعین طـریـق** یہاں سے مصنفؒ معرفہ کی چوتھی قسم اسم موصول کو بیان کر رہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ اسم موصول کو اس وقت لایا جاتا ہے جبکہ اس کے معنی کو حاضر کرنے کا یہی طریقہ متعین ہو۔

مثال:۔ **الذی کان معنا امس مسافرٌ**. اس مثال میں الذی اسم موصول کو لانے کا مقصد اس شخص کی تعیین ہے جبکہ تم اس کا نام نہ جانتے ہو تو اس نہ جاننے کی وجہ سے اسم موصول کو لایا گیا ہے اس کے معنی کو سامع کے ذہن میں حاضر کرنے کے لیے کہ جو شخص کل ہمارے ساتھ تھا وہ مسافر تھا۔ اگر اسم موصول کے معنی کو سمجھنے کا یہ طریقہ متعین نہ ہو تو ایسی صورت میں اسم موصول کا ذکر کرنا دوسرے مقاصد کے لیے ہوگا۔

فیـکـون لاغـراض اخـریٰ. یہاں سے مصنفؒ اسم موصول کے دوسرے مقاصد کو بیان کر رہے ہیں۔

(۱) ان میں سے پہلا تعلیل ہے کبھی اسم موصول حکم کی علت بنتا ہے۔

مثال:۔ **ان الذین آمنوا وعملو الصلحت کانت لھم جنت الفردوس نزلاً**.
اس آیت میں الذین اسم موصول ہے جو حکم کی علت بن رہا ہے کہ جنت الفردوس میں جانے کی علت اعمال صالحہ اور ایمان ہے۔

(۲) کبھی اسم موصول کو ذکر کیا جاتا ہے غیر مخاطب سے بات کو چھپانے کے لیے:

مثال:۔ واخذت ماجاد الامیر به. وقضیت حاجانی کما اھویٰ.

اس مثال میں اسم موصول سامع کے ذہن میں معنی کو حاضر کرنے کے لیے نہیں بلکہ (ما) اسم موصول غیر مخاطب سے بات کو چھپانے کے لیے ہے لیا میں نے وہ جو امیر نے دیا۔ اس فقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مخاطب سے جس چیز کو چھپایا جا رہا ہے اس چیز کو امیر اور متکلم کے علاوہ کوئی اور نہیں جانتا۔

(۳) کبھی اسم موصول کو ذکر کرتے ہیں غلطی پر تنبیہ کرنے کے لیے۔

مثال:۔ ان الذین ترونھم اخوانکم یشفی غلیل صدور ھم ان تصرعوا.

یہاں پر بھی اسم موصول سامع کے ذہن میں معنی کو حاضر کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ غلطی پر تنبیہ کرنے کے لیے ہے اگر یہاں ان القوم ہوتا تو غلطی پر تنبیہ نہ ہوتی تو اس ابہام کی وجہ سے تنبیہ ہے اس بات پر کہ تم نے جن کو اپنا بھائی سمجھا ہے وہ تمہاری ہلاکت میں راحت محسوس کرتے ہیں لہٰذا تمہارا ان کو اپنا بھائی سمجھنا غلط ہے اور تم اس غلطی پر ہو۔

(۴) کبھی اسم موصول کو لاتے ہیں محکوم بہ کی عظمت شان بتانے کے لیے۔

مثال:۔ ان الذی سمک السماء بنی لنا. بیتاد عائمة اعزو اطول.

اس مثال میں الذی اسم موصول لائے ہیں جو کہ محکوم بہ یعنی بیت اللہ کی عظمت شان کی طرف اشارہ کرر ہا ہے کہ جس نے آسمان بنایا اس نے بیت اللہ بنایا اگر ان الرحمٰن ہوتا تو محکوم بہ کی شان پر دلالت نہ کرتا کیونکہ اس میں ابہام نہ رہتا اس ابہام کی وجہ سے اسم موصول کو ذکر کیا ہے۔

(۵) کبھی اسم موصول کو ذکر کرتے ہیں ہیبت بٹھانے کے لیے یا تو اس چیز کی عظمت بیان کرنے کے لیے یا تحقیر بیان کرنے کے لیے۔

مثال ا:۔ شغشیھم من الیم ماغشیھم اس مثال میں ما اسم موصول ہے جو کہ مبہم ہے اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کو سمندر کے اس قدر کثیر پانی نے ڈھانپ لیا کہ جس کی مقدار کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا اگر اسم موصول نہ لاتے فغشیھم من الیم بحران کہہ دیتے تو ابہام نہ رہتا اور سمندر کی خوفناکی ختم ہو جاتی ہیبت کو

بڑھانے کے لیے اسم موصول کو ذکر کیا ہے۔

مثال ۲:۔ جیسے کوئی شخص حقیقت حال سے ناواقف ہو تو اس نے کوئی بات خلاف واقعہ جو منہ میں آئی کر دی تو اس کے بارے میں کہا گیا کہ مَنْ لَمْ یَدْرِ حَقِیْقَةَ الْحَالِ قَالَ مَاقَالَ کہ جس نے حقیقت حال کو نہیں جانا اس نے کہہ دیا جو کچھ اس نے کہا۔ اس مثال میں (ما) اسم موصول ہے جو اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ اس جاہل کی کلام ایسی ہے جو حقارت کی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔

(۶) کبھی اسم موصول کو ذکر کرتے ہیں استہزاء کے لیے۔

مثال:۔ یا ایها الذی نزل علیه الذکر انک لمجنون. اس مثال میں الذی نزل علیه الذکر کو بطور استہزاء کے ذکر کیا کہ یہ جملہ کفار مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بطور استہزاء کے کہا کرتے تھے یہ استہزاء الذی اسم موصول سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے بے شک تو مجنون ہے۔

لغت:۔ اخذت واحد متکلم ماضی اخذ یا خذ اخذاً باب نصر ینصر بمعنی لینا۔ پکڑنا جاد اصل میں جود تھا قال کی طرح تعلیل ہے جاد یجود جوداً باب نصر بمعنی ہدیہ دینا جاد ھا المال مال خرچ کرنا۔ قضیت قضی یقضی باب ضرب یضرب بمعنی اس نے حاجت پوری کی حاجاتی یہ حاجۃ کی جمع ہے ضرورت کے معنی میں اھویٰ اصل میں اَھْوَیٰ تھا یا متحرک ماقبل مفتوح یا کو الف سے بدل دیا ھوی یھوی ھوی باب سمع یسمع بمعنی خواہش کرنا رغبت کرنا۔ محبت کرنا۔ تَرَوْنَ اصل میں تَرْاَیُوْنَ تھا ہمزہ کی حرکت کو وجوباً نقل کر کے ماقبل میں دے کر اس کو تخفیفاً حذف کر دیا تَرَیُوْن ہوا پھر یاء متحرک اور ماقبل فتحہ ہونے کے سبب الف سے بدل دیا اب اجتماع ساکنین ہو الف اور واؤ کے درمیان الف گر گیا تَرَوْن ہو گیا باب فتح بمعنی دیکھنا یشفی شفی یشفی باب ضرب بمعنی شفا دینا تصرعوا. صرع یصرع صرعاً باب فتح بمعنی بچھاڑ دینا۔ زمین پر گرا دینا سمکاً سمک بمعنی بلند کرنا بنی باب ضرب بمعنی بنانا دعائم جمع دعائمة کی بمعنی ستون اَعَزُّ اصل میں اَعْزَزُ تھا زاء کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دی پھر زاء کا زاء میں ادغام کر دیا اَعَزُّ ہو گیا باب ضرب بمعنی قوی ہونا۔ عزیز ہونا اَطْوَلُ اسم تفضیل طال یطول باب نصر بمعنی لمبا ہونا یہاں لمبائی سے مراد رفعت شان ہے۔

اشعار کی ترکیب:۔ (۱) اخذب ماجاد الامیر بہ. وقضیت حاجاتی کما اھوی.
اخذت فعل فاعل ما موصول جاء فعل الامیر فاعل بہ جاد کے متعلق فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صلہ موصول صلہ مل کر مفعول بہ ک فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ قضیت فعل بفاعل حاجاتی مفعول بہ جار ما مصدریہ اھوی فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مجرور جار مجرور مل کر متعلق قضیت کے قضیت فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

(۲) ان الذین ترونھم اخوانکم. یشفی غلیل صدور ھم ان تصرعوا.
ان حروف مشبہ بالفعل الذین اسم موصول ترون فعل بفاعل ھم مفعول بہ اخوانکم مفعول بہ ثانی فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر صلہ موصول صلہ مل کر اسم اِنَّ کا یشفی فعل غلیل صدورھم مفعول بہ ان مصدریہ تصرعوا فعل فاعل بتاول مصدر فاعل ہوا یشفی کا جملہ فعلیہ ہو کر فاعل یشفی کا فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر خبر اِنَّ کی اِنَّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۳) ان الذی سمک السماء بنی لنا. بیتاً دعائمہ اعزواطول.
اِنَّ حروف مشبہ بالفعل الذی اسم موصول سمک فعل بفاعل السماء مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر صلہ موصول صلہ مل کر اسم اِنَّ کا بنی فعل بافاعل لنا متعلق بنی کے بیتاً موصوف دعائمہ مبتداء اعز معطوف علیہ واو عاطفہ واطول معطوف معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر خبر مبتداء خبر مل کر صفت بیتاً کی موصوف صفت مل کر مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ان کی ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(وَاَمَّا الْمُحَلّٰی بِاَلْ) فَیُؤْتٰی بِہٖ اِذَاکَانَ الْغَرْضُ الْحِکَایَۃَ عَنِ الْجِنْسِ نَفْسَہٗ نحو اَلْاِنْسَانُ حَیْوَ انٌ نَاطِقٌ وَتُسَمّٰی اَلْ جِنْسِیَّۃً. اَوِالْحِکَایَۃِ عَنْ مَعْھُوْدٍ مِنْ اَفْرَادِ الْجِنْسِ وَعَھْدُہٗ اِمَّا بِتَقَدُّمِ ذِکْرِہٖ نحو کَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلاً فعصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ وَاَمَّا بِحُضُوْرِہٖ بِذَاتِہٖ نحو اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ، وَاَمَّا بِمَعْرِفَۃُ السَّامِعِ لَہٗ نَحْوُ اِذْیُبَا یِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ، وَتُسَمّٰی

اِلٰی عَھْدِیَۃٌ اَوِ الْحِکَایَۃِ عَنْ جَمِیْعِ اَفْرَادِ الْجِنْسِ نحو اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ وَتُسَمّٰی اَلْ اِسْتِغْرَاقِیَّۃٌ وَقَدْیُرَادُبِاَلِ الْاِشَارَۃِ اِلَی الْجِنْسِ فِیْ فَرْدٍ مَّا نحو وَلَقَدْ اَمُرُّ عَلَی اللَّئِیْمِ یَسُبُّنِیْ فَمَضِیْتُ ثَمَّۃَ قُلْتُ لَا یَعْنِیْنِیْ وَاِذَاوَقَعَ الْمُحَلّٰی بِاَلِ خَبَراً اَفَادَا لْقَصْرَ نَحْوُ وَھُوَالْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ.

ترجمہ:۔ اور بہرحال معرف باللام پس لایا جاتا ہے اس کو جبکہ غرض فی نفسہ جنس کی حکایت ہو جیسے انسان حیوان ناطق ہے اور نام رکھا جاتا ہے الف لام جنسی یا معہود کی حکایت مقصود ہوتی ہے جنس کے افراد سے یا معہود کا ذکر پہلے آنے کی وجہ سے ہوگا جیسے جیسا کہ بھیجا ہم نے فرعون کی طرف رسول پس فرعون نے نافرمانی کی رسول کی۔ یا معہود کا خود حاضر ہونے کی وجہ سے جیسے آج میں نے مکمل کر دیا تمہارے لیے تمہارا دین۔ یا سامع کا اس معہود کو جاننے کی وجہ سے جیسے جب وہ صحابہ آپ سے بیعت کر رہے تھے درخت کے نیچے اور نام رکھا جاتا ہے اس کا الف لام عہدی یا جنس کے تمام افراد کی حکایت مقصود ہوتی ہے جیسے بے شک تمام انسان خسارے میں ہیں اور نام رکھا جاتا ہے اس کا الف لام استغراقی اور کبھی ارادہ کیا جاتا ہے الف لام سے اشارہ کرنے کا جنس کی طرف کسی غیر معین فرد کے ضمن میں جیسے اور تحقیق میں گزرتا ہوں کمینے پر تو وہ مجھے گالیاں دیتا ہے پس میں گزر جاتا ہوں اس کے پاس سے تو میں کہتا ہوں کہ وہ مجھے گالی نہیں دے رہا جب واقع ہو معرف باللام خبر تو قصر کا فائدہ دیتا ہے جیسے وہ بخشنے والا اور محبت کرنے والا ہے۔

تشریح:۔ اما المحلی بال فیؤتی به اذا کان الغرض...... الیٰ...... وتسمی ال جنسیة، یہاں سے مصنفؒ معرفہ کی پانچویں قسم معرف باللام کو بیان کر رہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ کلام کو معرف باللام اس وقت لاتے ہیں جبکہ صرف جنس کی تعیین کرنی مقصود ہو تو اس الف لام کو الف لام جنسی کہتے ہیں۔

مثال:۔ جیسے الانسان حیوان ناطق. الانسان معرف باللام ہے اس میں الف لام جنسی ہے جس سے جنس انسان کے بارے میں خبر دی جا رہی ہے کہ جنس انسان بولنے والا حیوان ہے کیونکہ لفظ اس کو کہتے ہیں جو انسان کے منہ سے نکلے اس لیے دوسرے حیوانوں پر بولنے کا اطلاق نہیں ہوتا جیسے کہتے ہیں گھوڑا ہنہنا رہا ہے شیر گرج

رہا ہے یہ نہیں کہتے کہ گھوڑا بول رہا ہے شیر بول رہا ہے۔

او الحکایت عن معہود...... الیٰ...... وتسمی أل عھدیة

یہاں سے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جنس کے افراد میں سے کسی معہود کی حکایت کرنی مقصود ہوتی ہے۔

معہود کی تعریف:۔

جو مخاطب اور متکلم کے درمیان متعین ہو اس کی کئی صورتیں ہیں۔

(۱) یا تو اس معہود کا ذکر پہلے ہو چکا ہوگا۔

مثال:۔ کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولاً فعصٰی فرعون الرسول. الرسول میں الف لام عہدی ذکری ہے کیونکہ اس **الرسول** سے پہلے اس کا ذکر معین ہے رسولاً میں لہٰذا الرسول سے مراد بھی وہی رسول اول ہوگا اس لیے الرسول میں الف لام عہدی ذکری ہے عہدی اس لیے کہ معین ہے کہ ذکری اس لیے کہ عبارت میں پہلے اس کا ذکر موجود ہے اور اس میں محل استشہاد الرسول ہے۔

(۲) یا وہ معہود بذاتہٖ موجود ہونے کی وجہ سے متعین ہو۔

مثال:۔ الیوم اکملت لکم دینکم. اس آیت میں الیوم پر جو الف لام ہے وہ عہد خارجی کا ہے اس میں اشارہ یوم حاضر کی طرف ہے جو بذاتہٖ خارج میں متعین ہے یعنی حجۃ الوداع جس میں یہ آیت نازل ہوئی اس آیت میں محل استشہاد الیوم ہے۔

(۳) یا اس معہود کو سامع پہچانتا ہو کسی قرائن کے ذریعے۔

مثال:۔ جیسے اذیبا یعوبک تحت الشجرة. الشجرہ پر جو الف لام ہے عہد خارجی ہے کیونکہ صحابہ کرام اس درخت کو آیت کے اترنے سے پہلے ہی جانتے تھے اس درخت کے نیچے بیعت کی وجہ سے یہ الف لام عہد خارجی ہے عہد اس لیے کہ معین درخت پر ہے اور خارجی اس لیے کہ درخت خارج میں موجود ہے اس میں محل استشہاد الشجرہ ہے۔

او الحکایة عن جمیع افراد الجنس...... الیٰ...... وھو الغفور الودود

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ کبھی الف لام سے جنس کے تمام افراد کی طرف اشارہ

کرنا مقصود ہوتا ہے اس الف لام کو استغراقی کہتے ہیں۔

مثال:۔ جیسے ان الانسان لفی خسر اس آیت میں الانسان پر جو الف لام ہے استغراقی ہے دلیل یہ ہے کہ تمام افراد کو ذکر کرنے کے بعد کچھ افراد کا استثناء کیا گیا ہے یعنی الا الذین امنو و اعملوا الصلحت اور استثناء متصل کی شرط یہ ہے کہ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ میں داخل ہو اب یہ شرط اس وقت تک محقق نہیں ہو سکتی جب تک کہ تمام افراد مراد نہ لیے جائیں۔ دقدیر اد بال الاشارہ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ کبھی کلام کو معرف باللام لاتے ہیں اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ جنس کا کوئی غیر معین فرد مراد ہے۔

مثال:۔ جیسے ولقد امر علی اللئیم یسبنی. فمضیت ثمۃ قلت لایعنینی.

اللئیم پر جو الف لام ہے اس سے مراد جنس کا کوئی ایک فرد ہے جو خارج میں متعین نہیں ہے اس میں محل استشہاد اللئیم ہے و اذا وقع المحلی بال یہاں سے مصنفؒ ایک فائدہ بیان کر رہے ہیں۔

فائدہ:۔ جب معرف باللام ان مذکورہ اقسام میں سے کوئی قسم مبتداء کی خبر واقع ہو تو اس وقت یہ قصر کا فائدہ دے گی۔

مثال:۔ جیسے وھو الغفور الودود. اس میں ھو مبتداء ہے العفور الودود یہ دونوں خبریں ہیں دونوں معرفہ ہیں اس لیے قصر کا فائدہ دے رہے ہیں۔

لغت:۔ اَمُرُّ مضارع معروف واحد متکلم اصل میں اَمْرُرُ تھا پہلی راء کی حرکت میم کو دے کر راء کا راء میں ادغام کر دیا باب نصر سے مروراً بمعنی گزرنا یَسُبُّ واحد مذکر غائب مضارع معروف اصل میں یَسْبُبُ تھا باب نصر سب یسب سباً بمعنی سخت گالی دینا لا یعنینی واحد مذکر بحث نفی مضاع باب ضرب یضرب بمعنی توجہ کرنا مراد لینا۔

ترکیب:۔ ولقد امر علی اللئیم لیسبنی. فمضیت ثمۃ قلت لا یعنینی. واو عاطفہ لام تاکید قد تحقیقیہ امر فعل بفاعل علیٰ جار اللئیم موصوف یسبنی فعل و فاعل و مفعول مل کر صفت موصوف صفت مل کر مجرور جار مجرور مل کر متعلق امر کے فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ فاء عاطفہ مضیت فعل ت ضمیر ذوالحال ثمہ مفعول فیہ قلت فعل با فاعل لا یعنینی فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر مقولہ قلت کا قلت فعل اپنے فاعل اور مقولہ سے مل کر حال، ذوالحال

اپنے حال سے مل کر فاعل مضیت کا فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

(وَاَمَّا الْمُضَافُ لِمَعْرِفَةٍ) فَيُؤْتىٰ بِهٖ اِذَا تَعَيَّنَ طَرِيْقاً لِاِحْضَارِ مَعْنَاهُ اَيْضاً. كَكِتَابِ سيبويه وَسَفِيْنَةِ نُوْحٍ اَمَّا اِذَا لَمْ يَتَعَيَّنْ لِذَالِكَ فَيَكُوْنُ لِاَغْرَاضٍ اُخْرىٰ.

(۱) كَتَعَذُّرِ التَّعَدُّدِ اَوِ التَّعَسُّرِهٖ نَحْوُ اَجْمَعَ اَهْلُ الْحَقِّ عَلٰى كَذَا اَوْ اَهْلُ الْبَلَدِ كِرَامٌ.

(۲) وَالْخُرُوْجِ مِنْ تَبِعَةِ تَقْدِيْمِ الْبَعْضِ عَلَى الْبَعْضِ نَحْوُ حَضَرَ اُمَرَاءُ الْجُنْدِ.

(۳) وَالتَّعْظِيْمِ للمضاف نَحْوُ كِتَابُ السُّلْطَانِ حَضَرَ اَوِ الْمُضَافِ اِلَيْهِ نَحْوُ هٰذَا خَادِمِيْ اَوْغَيْرِ هما نَحْوُ اَخُو الْوَزِيْرِ عِنْدِيْ.

(۴) وَالتَّحْقِيْرِ لِلْمُضَافِ نَحْوُ هٰذَا ابْنُ اللِّصِّ اَوِ الْمُضَافِ اِلَيْهِ نَحْوُ اللِّصُّ رَفِيْقُ هٰذَا اَوْغَيْرِ هِمَا نَحْوُ اَخُو اللِّصِّ عِنْدَ عَمْرٍو.

(۵) وَالْاِخْتِصَارِ لِضِيْقِ الْمَقَامِ نَحْوُ.

هَوَايَ مَعَ الرَّكْبِ الْيَمَانِيْنَ مُصْعِدٌ. جَنِيْبٌ وَجُثْمَانِيْ بِمَكَّةَ مُوْثَقُ.

بَدَلَ اَنْ يُقَالَ الَّذِيْ اَهْوَاهُ.

ترجمہ:۔ اور بہر حال معرفہ کی طرف اضافت پس لایا جاتا ہے مضاف کو جبکہ کوئی طریقہ متعین ہو اس کے معنی کو حاضر کرنے کا جیسے سیبویہ کی کتاب اور نوح کی کشتی جب کوئی طریقہ متعین نہ ہو تو یہ دوسرے مقاصد کے لیے ہوگا۔

(۱) جیسے تعداد کے بیان کا متعذر اور اس کا مشکل ہونا جیسے اھل حق نے اس پر اجماع کیا اور اھل بلد معزز ہیں۔

(۲) بعض کو بعض پر مقدم کرنے کی اتباع سے بچنا جیسے لشکر کے امراء حاضر ہو گئے۔

(۳) مضاف کی تعظیم کے لیے جیسے بادشاہ کا خط آیا یا مضاف الیہ کی تعظیم جیسے یہ میرا خادم ہے یا ان دونوں کے علاوہ جیسے وزیر کا بھائی میرے پاس ہے۔

(۴) اور مضاف کی تحقیر کے لیے جیسے یہ چور کا بیٹا ہے یا مضاف الیہ کی تحقیر جیسے چور اس کا دوست ہے یا ان دونوں کے علاوہ جیسے چور کا بھائی عمرو کے پاس ہے۔

(۵) اور اختصار کرنا مقام کی تنگی کی وجہ سے جیسے میرا محبوب یمنی سواروں کے ساتھ جا رہا ہے۔ آگے کیا ہوا ہے اور میرا جسم مکہ میں بندھا ہوا ہے بدل اس کے کہ کہا جائے الذی اھو اہ۔

تشریح:۔ اما المضاف لمعرفة فیؤتی به اذاتعین طریقاً...... الیٰ...... و اما اذالم یتعین لذالک۔

یہاں سے مصنفؒ معرفہ کی چھٹی قسم مضاف کو بیان کر رہے ہیں کہ مضاف الی المعرفہ کو اس وقت لایا جاتا ہے جبکہ سامع کے ذہن میں مضاف کے معنی کو حاضر کرنے کا یہی طریقہ متعین ہو۔

مثال:۔ جیسے کتاب سیبویہ. سفینة نوح. اس مثال میں کتاب اور سفینہ دونوں مضاف ہیں متکلم کے ہاں ان کی پہچان کا کوئی طریقہ متعین نہیں تھا اس لیے ان کو اضافت کی صورت میں ذکر کر دیا تاکہ یہ چیز سامع کے ذہن میں راسخ ہو جائے۔ اور اگر یہ طریقہ متعین نہ ہو تو دوسرے مقاصد کے لیے ہوگا فیکون لاغراض اخریٰ.
یہاں سے مصنفؒ اضافت کے دوسرے مقاصد کو بیان کر رہے ہیں۔

(۱) تعذر التعداد یعنی تعداد کی تفصیل بیان کرنا متعذر ہو یا متعذر تو نہیں مگر مشکل ہے تو اس وقت اضافت کو ذکر کرتے ہیں۔

مثال ا:۔ جیسے اجمع اھل الحق علی کذا. اس مثال میں اھل حق کی تفصیل اور ان کو شمار کرنا مشکل تھا اس لیے اہل الحق کہہ کر اس مشکل کو دور کر دیا تو یہ اضافت معنی کو حاضر کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ تعذر اور تعسر کی وجہ سے ہے۔

مثال ۲:۔ اھل البلد کرام. اس مثال میں شہر کے تمام لوگ جو باعزت ہیں ان کو شمار کرنا محال تو نہیں لیکن دشوار ہے اس دشواری سے بچنے کے لیے اہل البلد کو اضافت کے ساتھ ذکر کر دیا۔

(۳) کبھی اضافت اس لیے ذکر کرتے ہیں کہ وہ مشکل دور ہو جائے جو بعض لوگوں کے تذکرے کو بعض پر مقدم کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

مثال:۔ جیسے حضر امراء الجند اس مثال میں اگر امراء الجند میں اضافت نہ کرتے بلکہ نام لے لیتے کہ وہ حاضر ہوا تو جن کے نام بعد میں آتے وہ اپنی

توہین سمجھتے اور ناراض ہو جاتے یہ دشواری ہوتی کہ کس کا نام مقدم رکھا جائے اور کس کا مؤخر تو اس دشواری سے بچنے کے لیے اضافت کا طریقہ استعمال کیا گیا امراء الجند یہاں اضافت معنی کو حاضر کرنے کے لیے نہیں ہے۔

(۳) کبھی اضافت کو ذکر کرتے ہیں مضاف کی تعظیم کے لیے۔

مثال:۔ جیسے کتاب السلطان حضر. اس مثال میں کتاب کی اضافت السلطان کی طرف ہے کتاب کی تعظیم کے لیے کیونکہ جس طرح بادشاہ عظمت والا ہوتا ہے اسی طرح اس کی کتاب بھی عظمت والی ہوتی ہے اگر الکتاب حضر کہہ دیتے تو پھر بھی کتاب کے آنے کی اطلاع ہو جاتی لیکن کتاب کی عظمت بیان کرنا مقصود تھا اس لیے اضافت کو استعمال کیا۔

اور کبھی اضافت سے مضاف الیہ کی تعظیم مقصود ہوتی ہے۔

مثال:۔ جیسے ھذا خادمی اس مثال میں خادم کی اضافت (ی) متکلم کی طرف ہے جو کہ مضاف الیہ ہے اس میں خود متکلم کی تعظیم ہے کہ متکلم ایسا شخص ہے جس کے پاس غلام ہے۔ اور کبھی اضافت کو ذکر کرتے ہیں مضاف اور مضاف الیہ کے علاوہ کسی تیسرے کی تعظیم کے لیے۔

مثال:۔ جیسے اخو الوزیر عندی. اس میں اخو کی اضافت وزیر کی طرف ہے جس میں تیسرے کی تعظیم مقصود ہے وہ ہے متکلم۔

(۴) والتحقیر للمضاف. کبھی اضافت کو ذکر کرتے ہیں مضاف کی تحقیر کے لیے۔

مثال:۔ جیسے ھذا ابن اللص. اس مثال میں ابن مضاف ہے اس کی تحقیر مقصود ہے یعنی یہ ایسا شخص ہے جس کا باپ چور ہے اور کبھی اضافت سے مضاف الیہ کی تحقیر مقصود ہوتی ہے۔

مثال:۔ جیسے اللص رفیق ھذا. اس میں مضاف الیہ کی تحقیر مقصود ہے اس مثال میں ہذا مضاف الیہ ہے یعنی یہ ایسے شخص کا ساتھی ہے جو کہ چور ہے اور کبھی اضافت سے مضاف اور مضاف الیہ کے علاوہ تیسرے کی تحقیر مقصود ہوتی ہے۔

مثال:۔ جیسے اخو اللص عند عمرو. اس مثال میں عمرو کی تحقیر مقصود ہے جو کہ

مضاف مضاف الیہ نہیں تیسرا شخص ہے یعنی عمرو ایسا آدمی ہے جس کے پاس چور کے بھائی کا آنا جانا ہے۔

(۵) کبھی اضافت کو ذکر کرتے ہیں مقام کی تنگی کی وجہ سے اختصار کے ساتھ۔

مثال:۔ ھوای مع الرکب الیمانین مصعد. جنیب و جثمانی بمکہ موثق.

اس مثال میں ہوا مصدر ہے مضاف ہے ی متکلم کی طرف شاعر یہاں ھوای کی جگہ الـذی اھـواہ کہہ سکتا تھا لیکن شاعر کو قید میں ہونے کی وجہ سے اور محبوبہ کے جانے کی وجہ سے کثرت رنج ہے تو مقام کی تنگی کی وجہ سے اختصار کے ساتھ ذکر کر دیا اس میں محل استشہاد ہوای ہے۔

لغت:۔ ھـوای ھـویٰ مصدر کی اضافت یائے متکلم کی طرف ہوئی یہاں مصدر اسم مفعول کے معنی میں ہے مراد میرا محبوب رکب مفرد بمعنی قافلہ جمع ارکب. رکوب دس یا اس سے زیادہ پر اطلاق ہوتا ہے مصعد اسم فاعل باب افعال بمعنی جانا، چلنا۔

جنیب صیغہ صفت باب نصر وسمع بمعنی مائل ہونا یہاں فرمانبردار اور تابعداری کرنا کے معنی میں ہے اور جنیب بمعنی محبوب ہے جثـمـان بمعنی جسم، بدن مـوثـق اسم مفعول باب افعال بمعنی رسی سے باندھنا۔

ترکیب:۔ ھـوای مـع الـرکـب الیـمـانیـن مصعد. جنیب و جثمانی بمکۃ موثق. ھوای مرکب اضافی مبتداء مع مضاف الرکب الیمانین موصوف صفت مل کر مضاف الیہ مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مفعول فیہ مقدم مصعد کا مصعد اپنے مفعول فیہ سے مل کر خبر اول جنیب خبر ثانی مبتدا اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ واوَ عاطفہ جثمانی مرکب اضافی مبتداء بمکۃ جار مجرور موثق کے متعلق موثق اپنے نائب فاعل ہو ضمیر اور متعلق سے مل کر خبر مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

(وَاَمَّا الْمُنَادیٰ) فَیُؤْتیٰ بِهٖ اِذَا لَمْ یُعْرَفْ لِلْمُخَاطَبِ عُنْوَانٌ خَاصٌّ نحو یَارَجُلُ یَا فَتیٰ وَقَدْ یُؤتیٰ بِهٖ لِلْاِشَارَةِ اِلَی عِلَّةِ مَایُطْلَبُ مِنْهُ نحو یَا غُلَامُ اَحْضِرِ الطَّعَامَ وَیَا خَادِمُ اَسْرِجْ لِلْفَرَسِ اَوْلِغَرْضٍ یُمْکِنُ اِعْتِبَارُهٗ هٰهُنَا مِمَّا ذُکِرَفِی النِّدَاءِ.

ترجمہ:۔ اور بہر حال منادی پس لایا جاتا ہے اس کو اس وقت جبکہ مخاطب کے

لیے خاص عنوان نہ پہچانا جاتا ہو جیسے یا رجل یا فتیٰ اور کبھی لایا جاتا ہے اس چیز کی علت کی طرف اشارہ کرنے کے لیے جو اس سے طلب کی جاتی ہے جیسے اے غلام کھانا حاضر کر۔ اے خادم گھوڑے کی زین کس یا ایسے مقصد کے لیے جس کا یہاں اعتبار کرنا ممکن ہو جس غرض سے ندا میں ذکر کیا ہے۔

تشریح:۔ واما المنادیٰ فیؤتیٰ بہٖ اذالم یعرف للمخاطب الخ یہاں سے مصنفؒ معرفہ کی ساتویں قسم منادیٰ کو بیان کر رہے ہیں کہ منادیٰ کو اس وقت لاتے ہیں جب متکلم مخاطب کو خاص عنوان سے نہ پہچانتا ہو تو اس وقت حرف ندا لا کر اس کی توجہ کو طلب کرنا مقصود ہوتا ہے عام عنوان سے:

مثال:۔ جیسے یا رجل یا فتیٰ. یہ دونوں منادیٰ ہیں جب متکلم کو مخاطب کا کوئی خاص پتہ نہیں ہوتا تو وہ عام عنوان سے پکارا جاتا ہے اور اسی طرح کبھی حرف ندا لا کر اس چیز کی علت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے جو چیز اس سے طلب کی جاتی ہے۔

مثال:۔ جیسے یا غلام احضر الطعام. یاخادم اسرج الفرس. ان دونوں مثالوں میں حرف ندا لا کر اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ جو کام لینا مقصود ہے یعنی طعام حاضر کرنا اس کام کے لیے غلام ہوتا ہے اور یا خادم اس لیے کہا کہ زین کسنے کی علت بتائی ہے کہ چونکہ تو خادم ہے اس لیے زین کس تو زین کسنے کی علت خادم ہونا ہے تو یا خادم لا کر اسی طرف اشارہ کیا ہے اور کبھی ان اغراض کے علاوہ اور مقصد کے لیے منادیٰ کو لاتے ہیں جن مقاصد کا یہاں اعتبار کرنا ممکن ہے یعنی وہ مقاصد جو ماقبل میں نداء کی بحث میں ذکر کیے جا چکے ہیں۔

(وَاَمَّا النَّكِرَةُ) فَيُؤْتٰى بِهَا اِذَالَمْ يَعْلَمْ لِلْمُحْكِىْ عَنْهُ جِهَةَ تَعْرِيْفٍ كَقَوْلِكَ جَاءَ هٰهُنَا رَجُلٌ اِذَا لَمْ يُعْرَفْ مَا يُعَيِّنُهٗ مِنْ عِلْمٍ اَوْصِلَةٍ اَوْ نَحْوُ هُمَا وَقَدْ يُؤْتٰى بِهَا لِاَغْرَاضٍ اُخْرٰى.

(۱) كَالتَّكْثِيْرِوَا لتَّقْلِيْلِ نحو لِفُلَانٍ مَالٌ، وَرِضْوَ انٌ مِنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ اَىْ مَالٌ كَثِيْرٌ وَرِضْوَانٌ قَلِيْلٌ.

(۲) وَالتَّعْظِيْمُ وَالتَّحْقِيْرِ نَحْوُ لَهٗ حَاجِبٌ عَنْ كُلِّ اَمْرٍ يَشِيْنُهٗ وَلَيْسَ لَهٗ عَنْ طَالِبِ الْعُرْفِ حَاجِبٌ.

(۳) وَالْعُمُوْمُ بَعْدَا النفی نحو مَا جَآءَ نَا من بَشِیْرٍ فَاِنَّ النکرۃ فِیْ سِیَاقِ النَّفِیْ تَعُمُّ۔

(۴) وَقصدِ فَرْدٍمُّعَیَّنٍ اَوْنَوْعٍ کَذَالِکَ نحو وَاللّٰہ خَلَقَ کُلَّ دَآبَۃٍ مِنْ مَّآءٍ۔

(۵) وَاِخْفَاءُ الْاَمْرِ نحو قَالَ رَجُلٌ اِنَّکَ اِنْحَرَفْتَ عَنِ الصَّوَابِ تُخْفِیْ اِسْمَہٗ حَتّٰی لاَ یُلْحَقُہٗ اِذیً۔

ترجمہ:۔ اور بہرحال نکرہ پس لایا جاتا ہے اس وقت جبکہ نہ معلوم ہو جہت تعریف اس کے لیے جس کی حکایت کی جا رہی ہے جیسے تیرا قول یہاں ایک آدمی آیا، جبکہ نہ معلوم ہو اس کا نام یا صلہ یا وہ جوان جیسا ہو جو اس کو متعین کر دے، اور کبھی نکرہ لایا جاتا ہے دوسرے اغراض کے لیے۔

(۱) جیسے تکثیر اور تقلیل کے لیے جیسے فلاں کے لیے مال ہے، اللہ کی رضامندی سب سے بڑی چیز ہے یعنی مال کثیر اور رضامندی قلیل ہے۔

(۲) اور تعظیم اور تحقیر جیسے اس کے لیے دو رکاوٹیں ہیں ہر ایسے معاملہ میں جو اس کو عیب دار کرنے والا ہو اور نہیں ہے اس کے لیے نیکی کے طلب کرنے سے کوئی رکاوٹ۔

(۳) اور عموم نفی کے بعد جیسے نہیں آیا ہمارے پاس کوئی خوشخبری سنانے والا کیونکہ نکرہ نفی کے بعد عموم کا فائدہ دیتا ہے۔

(۴) اور فرد معین کا ارادہ کرنا یا نوع کا ارادہ کرنا اس طرح جیسے اللہ نے ہر جانور کو پانی سے پیدا کیا۔

(۵) اور معاملے کو چھپانا جیسے ایک آدمی نے کہا تم پھر گئے سیدھے راستے سے تو مخفی رکھے اس کے نام کو تاکہ نہ پہنچے اس کو کوئی تکلیف۔

تشریح:۔ واما النکرہ فیؤتی بھا معرفہ کی بحث سے فارغ ہونے کے بعد مصنفؒ یہاں سے نکرہ کو بیان کر رہے ہیں کہ کلام میں نکرہ اس وقت لاتے ہیں جبکہ مسندالیہ کی پہچان کی کوئی صورت معلوم نہ ہو اور اس کی تعیین علم یا صلہ یا اس کے علاوہ کسی اور چیز سے نہ ہو سکتی ہو کیونکہ وہ صورت معلوم نہیں ہے۔

مثال:۔ جیسے جآء ھھنا رجلٌ یہاں ایک آدمی آیا۔ اس مثال میں رجل نکرہ ہے متکلم کو یہ معلوم نہیں کہ آنے والے کا نام کیا ہے ورنہ کہہ دیتا جاء زید ھھنا اور نہ یہ

معلوم ہے عالم ہے یا جاھل اس لیے رجل کونکرہ لائے ہیں،فیکون لاغراض اخری یہاں سے مصنفؒ نکرہ کے دوسرے مقاصد کو بیان کررہے ہیں۔

(۱) تکثیر وتقلیل یعنی کلام میں نکرہ لاتے ہیں تکثیر اور تقلیل کے لیے۔

تکثیر کی مثال:۔

لفلان مال اس مثال میں مال نکرہ ہے اور مال کے لام پر جوتنوین ہے وہ تکثیر کے لیے ہے اس لیے مصنفؒ نے بھی اس کی وضاحت تکثیر سے کی ہے یعنی فلانے کا بہت مال ہے۔

تقلیل کی مثال:۔

و رضوان من اللہ اکبر اس مثال میں رضوان نکرہ ہے اور تنوین تقلیل کے لیے ہے یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کی تھوڑی سی رضامندی بھی بہت بڑی کامیابی ہے۔

(۲) کبھی کلام میں نکرہ لاتے ہیں تعظیم اور تحقیر کے لیے۔

مثال:۔ له حاجب عن كل امر يشينه. و ليس لة عن طالب العرف حاجب
اس شعر میں پہلا حاجب تعظیم کے لیے ہے اور دوسرا حاجب تحقیر کے لیے ہے کیونکہ مقام مدح تقاضا کرتا ہے کہ ممدوح کے لیے بہت سی رکاوٹیں ہیں ایسے کام کے کرنے سے جس کی وجہ سے ممدوح کی ذات عیب دار ہو اور جہاں تک ممدوح سے احسان طلب کرنے کا تعلق ہے احسان طلب کرنے کے واسطے اس کے لیے معمولی سی رکاوٹ بھی نہیں یعنی جو چاہے جب چاہے احسان طلب کرسکتا ہے۔

(۳) کبھی کلام کو نکرہ لاتے ہیں نفی کے بعد جو عموم کا فائدہ دیتا ہے۔

مثال:۔ جیسے ماجاء نامن بشیر .اس مثال میں بشیر نکرہ ہے جو کہ ما نفی کے بعد ہے اس لیے نکرہ عموم کا فائدہ دے رہا ہے کہ کوئی بھی خوشخبری دینے والا نہیں آیا۔

(۴) کبھی کلام کو نکرہ لاتے ہیں اس لیے تاکہ فرد معین یا نوع معین پر دلالت کرے۔

مثال:۔ واللہ خلق کل دابۃ من مآء۔ اس مثال میں کل دابۃ میں کل مضاف ہے دابہ کی طرف لیکن یہ معرفہ نہیں ہے کیونکہ نکرہ نکرہ کی طرف مضاف ہے یہ اضافت تعریف کا

فائدہ نہیں دیتی بلکہ تخفیف کا فائدہ دیتی ہے یعنی ہر ایسا فرد جس پر دابہ کا اطلاق ہوتا ہے وہ پانی کے فرد خاص یعنی باپ کے پانی سے بنا ہے اور ہر دابہ کی نوع یعنی بکری اپنی نوع کے پانی سے پیدا ہوتا ہے جو اس کے ساتھ خاص ہے تو فرد معین اور نوع معین دونوں کی مثال بن سکتا ہے (بکرا)۔

(۵) کبھی کلام میں نکرہ لاتے ہیں مخاطب سے معاملے کو مخفی رکھنے کے لیے۔

مثال:۔ **قال رجل انک انحرفت عن الصواب.** اس مثال میں رجلٌ محل استشہاد ہے جو کہ نکرہ ہے نام کو ذکر نہیں کیا تاکہ دوسرے لوگوں سے نام مخفی رہے اور لوگ اس کے نام سے واقف نہ ہوں اگر نام کو ذکر کر دیتے تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اس کو نقصان پہنچا دے۔

لغت:۔ حاجب اسم فاعل روکنے والا **حجبا و حجابًا باب نصر ینصر** بمعنی روکنا۔ دربان کو بھی حاجب کہتے ہیں یشین صیغہ واحد مذکر غائب مضارع یبیع کی طرح تعلیل ہے اصل میں یَشْیِنُ تھا یاء کی حرکت ماقبل کو دے دی تو یشین ہو گیا شان یشین شینًا باب ضرب یضرب بمعنی عیب لگانا۔

ترکیب:۔ **له حاجب عن کل امریشینه ولیس لهٗ عن طالب العرف حاجب.**

لهٗ متعلق کائن کے خبر مقدم حاجبٌ صیغہ صفت عن جار کل مضاف امرٍ موصوف یشین فعل ہٗ ضمیر مرجع امرٍ مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر صفت موصوف صفت مل کر مجرور جار مجرور مل کر حاجب کے متعلق ہو کر مبتداء موخر مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ لیس فعل ناقص لهٗ متعلق کائنا کے خبر مقدم **عن طالب العرف** حاجب کے متعلق حاجب اپنے متعلق سے مل کر اسم موخر لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

سوالات:۔ (۱) معرفہ کی تعریف کریں؟

(۲) علم کے فوائد کیا ہیں؟

(۳) اسم اشارہ کے کتنے فائدے ہیں اور کون کون سے ہیں؟

(۴) اسم موصول کے کتنے فوائد ہیں؟

(۵) معرف باللام کے کتنے فوائد ہیں؟

(۶) معہود کی تعریف بتائیں؟

(۷) عہد کی کتنی قسمیں ہیں اور کون کون سی ہیں؟

(۸) عہد خارجی اور عہد ذہنی میں کیا فرق ہے؟

(۹) اضافت کے کتنے فوائد ہیں؟

(۱۰) نکرہ کی تعریف کریں اس کے کتنے فائدے ہیں اور کون کون سے ہیں؟

(۱۱) تقلیل اور تحقیر میں کیا فرق ہے؟

(۱۲) تکثیر اور تعظیم میں کیا فرق ہے؟

۞۞۞

اَلْبَابُ الْخَامِسُ فِی الْاِطْلَاقِ وَالتَّقْیِیْدِ

پانچواں باب اطلاق اور تقید کے بیان میں

اِذَا اُقْتُصِرَ فِی الْجُمْلَةِ عَلٰی ذِکْرِ الْمُسْنَدِ وَالْمُسْنَدِ اِلَیْهِ فَا الْحُکْمُ مُطْلَقٌ وَاِذَا اُزِیْدَ عَلَیْهِمَا شَیْءٌ مِمَّا یَتَعَلَّقُ بِهِمَا اَوْ بِاَحَدِ هِمَا فَا الْحُکْمُ مُقَیَّدٌ. وَالْاِطْلَاقُ یَکُوْنُ حَیْثُ لَا یَتَعَلَّقُ الْغَرَضُ بِتَقْیِیْدِ الْحُکْمِ بِوَجْهٍ مِنَ الْوُجُوْهِ لِیَذْهَبَ السَّامِعُ فِیْهِ کُلَّ مَذْهَبٍ مُمْکِنٍ. وَالتَّقْیِیْدُ حَیْثُ یَتَعَلَّقُ الْغَرَضُ بِتَقْیِیْدِهٖ بِوَجْهٍ مَخْصُوْصٍ لَوْلَمْ یُرَاعَ تَفُوْتُ الْفَائِدَةُ الْمَطْلُوْبُ وَلِتَفْصِیْلِ هٰذَاالْاِجْمَالِ نقول. اِنَّ التَّقْیِیْدَ یَکُوْنُ بِاالْمَفَاعِیْلِ وَنَحْوُ هَا وَالنَّوَاسِخُ وَالشَّرْطُ وَالنَّفْیُ وَالتَّوَابِعُ وَغَیْرُ ذَالِکَ.

ترجمہ:۔ جب اکتفاء کیا جائے جملہ میں مسند اور مسندالیہ کے ذکر پر پس حکم مطلق ہوگا اور جب زیادہ کر دی جائے کوئی چیز ان دونوں یعنی (مسند اور مسندالیہ) پر جو ان دونوں کے ساتھ متعلق ہو یا ان میں سے کسی ایک کے ساتھ تو حکم مقید ہوگا اور اطلاق اس جگہ پر ہوتا ہے جہاں کوئی غرض متعلق نہ ہو حکم کے مقید کرنے کے ساتھ کسی بھی طریقہ سے تاکہ سامع اس میں ہر ممکن طریقہ سے چل سکے۔ اور تقیید اس جگہ پر ہوتی ہے جہاں کوئی غرض متعلق ہو حکم کی تقیید کے ساتھ خاص طریقہ سے کہ اگر اس کی رعایت نہ کی جائے تو فائدہ مطلوبہ فوت ہو جائے گا اس اجمال کی تفصیل کے لیے ہم کہتے ہیں کہ بے شک تقیید مفاعیل اور ان جیسوں کے ساتھ ہوتی ہے اور نواسخ اور شرط اور نفی اور توابع کے ساتھ اور ان کے علاوہ کے ساتھ۔

تشریح:۔ مصنفؒ پانچویں باب میں جملہ کو مطلق اور مقید کے ضابطے اور ان کے فوائد بیان کر رہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ جب جملہ میں صرف مسند اور مسندالیہ کے ذکر پر اکتفا کریں تو اس وقت جملہ پر جو حکم لگایا جائے گا وہ حکم مطلق ہوگا۔

مثال:۔ جیسے جآء زید۔ زید آیا کب آیا کہاں سے آیا کیوں آیا وغیرہ کی قید سے آزاد ہے یہ حکم مطلق ہے اور اس طرح زید قائم (زید کھڑا ہے) اب یہ حکم بھی مطلق ہے اور

زید سے مراد عالم بھی ہوسکتا ہے اور جاہل بھی ہوسکتا ہے اور قیام بھی مطلق ہے کہ قیام فی المسجد بھی ہوسکتا ہے قیام فی السوق۔ قیام فی المدرسہ بھی ہوسکتا ہے۔ جب مسند اور مسندالیہ پر کسی ایسی چیز کی زیادتی کریں جن کا تعلق ان دونوں کے ساتھ ہو یا ان میں سے کسی ایک کے ساتھ ہو تو اس صورت میں جو حکم ہوگا وہ مقید ہوگا۔

مثال:۔ جیسے جاء زید امس علی الفرس اب یہ حکم مقید ہے گھوڑے کے ساتھ اور کل کے ساتھ اسی طرح اگر کہا جائے۔ زید قام علی المنبر مع العصی تو کلام مقید ہو جائے گا منبر اور عصی کے ساتھ

والا طلاق یکون حیث لایتعلق الغرض.

یہاں سے مصنفؒ یہ فرماتے ہیں کہ حکم مطلق وہاں ہوگا جہاں حکم تیقید کے ساتھ غرض کا تعلق کسی وجہ سے نہ ہو تا کہ سامع اس حکم میں ہر ممکن طریقہ اختیار کر سکے۔ اور حکم مقید وہاں ہوگا جہاں حکم تیقید کے ساتھ غرض کا تعلق کسی وجہ سے ہو اگر اس خاص وجہ کی رعایت نہ کریں تو فائدہ مطلوبہ فوت ہو جائے گا۔ اس اجمال کی تفصیل ہم یوں بیان کرتے ہیں کہ کلام کو مقید کبھی تو مفاعیل کو ذکر کر کے کرتے ہیں اور کبھی نواسخ کو اور کبھی شرط اور کبھی نفی اور کبھی توابع کو ذکر کر کے کلام کو مقید کرتے ہیں اور کبھی کسی اور چیز کو ذکر کر کے کلام کو مقید کرتے ہیں۔

(اما المفاعیل و نحوها) فَا التَّقْيِيْدُ بِهَا يَكُوْنُ لِبَيَانِ نُوْعِ الْفِعْلِ اَوْ مَا وَقَعَ عَلَيْهِ اَوْفِيْهِ اَوْلَاجْلِهِ او بِمُقَارَنَتِهِ اَوْ بَيَانِ الْمُبْهَمِ مِنَ الْهَيْئَةِ وَالذَّاتِ اَوْبَيَانِ عَدَمِ شُمُوْلِ الْحُكْمِ وَتَكُوْنُ الْقُيُوْدُ مُحِطَّ الْفَائِدَةِ وَالْكَلَامَ بِدُوْنِهَا كَاذِباً اَوْغَيْرَ مَقْصُوْدٍ بِالذَّاتِ نحو وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِيْنَ.

ترجمہ:۔ اور بہر حال مفاعیل اور اس کی طرح پس تقیید ان کے ذریعے فعل کی نوعیت بیان کرنے کے لیے یا اس چیز کی نوعیت بیان کرنے کے لیے جس پر فعل واقع ہو یا جس میں فعل واقع ہو یا جس کی وجہ سے فعل واقع ہو، یا جس کی مقارنت کے لیے فعل واقع ہو یا ہیئت مبہم کو بیان کرنے کی وجہ سے مقید کرنا ہوتا ہے یا ذات مبہم کو بیان کرنے کی وجہ سے مقید کرنا ہوتا ہے یا حکم کی عدم شمولیت بیان کرنے کے لیے مقید کرنا ہوتا ہے اور قید فائدہ کی جگہ میں ہوتی ہے اور کلام اس کے علاوہ کاذب یا غیر مقصود

باالذات ہوتا ہے جیسے نہیں پیدا کیا ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بے کار۔

تشریح:۔ اما المفاعیل ونحوھا فا التقیید بھا یکون...... الیٰ...... عدم شمول الحکم یہاں سے مصنفؒ حکم کو مفاعیل سے مقید کرنے کے فوائد بیان کر رہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ حکم مفاعیل سے مقید کرنے کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ کبھی فعل کی نوع بیان کرنے کے لیے کلام کو مقید کرتے ہیں تاکہ اس سے خاص قسم مراد ہو اس صورت میں مفعول مطلق لاکر کلام کو مقید کریں گے۔

مثال:۔ جیسے **جلست جلست القاری**. اب اس صورت میں فعل جلوس عام نہیں بلکہ خاص ہے اور کبھی کلام کو مقید کرتے ہیں اس بات کو ظاہر کرنے کے لیے کہ یہ فعل کس پر واقع ہوا ہے تو اس صورت میں فعل کی تقیید مفعول بہ کے ساتھ لائی جائے گی۔

مثال:۔ جیسے **حفظت القرآن** اس مثال میں **حفظت** مطلق مراد نہیں بلکہ حفظ قرآن مراد ہے کہ میں نے قرآن کو یاد کیا۔ اور کبھی کلام کو مقید کرتے ہیں اس بات کو ظاہر کرنے کے لیے کہ فعل کس جگہ میں واقع ہوا ہے تو اس صورت میں فعل کی تقیید مفعول فیہ کے ساتھ لائی جائے گی۔

مثال:۔ جیسے **جلست امامک** بیٹھا میں تیرے سامنے، اور کبھی کلام کو مقید کرتے ہیں اس بات کو ظاہر کرنے کے لیے کہ فعل کے وقوع کی علت کیا ہے تو اس صورت میں فعل کی تقیید مفعول لہٗ کے ساتھ لائی جائے گی۔

مثال:۔ ضربتہٗ تادیباً میں نے اس کو مارا ادب سکھانے کے لیے اس مثال میں ادب کی وجہ سے فعل واقع ہوا ہے اور کبھی کلام کو مقید کرتے ہیں اس بات کے اظہار کے لیے کہ فعل کا وقوع کس چیز کے ساتھ مقارن تھا اس صورت میں فعل کی تقیید مفعول معہ کے ساتھ لائی جائے گی۔

مثال:۔ جیسے **سرت و طریق المدینہ** میں نے سیر کی شہر کے راستوں کی یہاں پر سیر عام نہیں بلکہ ایسی سیر ہے جو شہر کے راستوں کے ساتھ مقارن ہے۔ اور کبھی کلام کو مقید کرتے ہیں مبہم ہیئت کو بیان کرنے کے لیے ایسی صورت میں تقیید حال کے ساتھ ہو گی۔

مثال:۔ جیسے جئت راکباً آیا میں اس حال میں کہ سوار تھا اب یہاں آنا عام نہیں بلکہ سوار ہونے کی حالت میں آنا مراد ہے اور کبھی کلام کو مقید کرتے ہیں مبہم ذات کو بیان کرنے کے لیے اس صورت تقیید تمیز کے ساتھ ہوگی۔

مثال:۔ جیسے طِبْتُ نَفْسًا ۔ اچھا ہوں میں ازروئے ذات کے اور کبھی کلام کو مقید کرتے ہیں حکم کی عدم شمولیت کو بیان کرنے کے لیے تو اس صورت میں کلام کی تقیید خاص وصف کے ساتھ ہوگی۔

مثال:۔ جیسے جاء نی رجل عالم ۔ اگر جاء نی رجل کہتے تو یہ حکم عالم اور جاہل دونوں کو شامل ہوتا جب عالم کہا تو یہ حکم عالم کو شامل ہے جاہل کو نہیں۔

وتکون القیود محط الفائدۃ الخ.

یہاں سے مصنفؒ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ ان قیودات میں سے جس کے ساتھ بھی کلام کو مقید کریں گے تو وہ حکم کا فائدہ دے گی اگر ان قیودات کو ذکر نہ کیا جائے تو کلام کاذب یا غیر مقصود بالذات ہوگی۔

مثال:۔ جیسے وما خلقنا السموٰت والارض وما بینهما لاعبین اگر اس آیت میں لاعبین کی قید نہ ہوتی تو یہ جملہ کاذب ہوتا کیونکہ مطلب یہ ہوتا کہ ہم نے آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو پیدا نہیں کیا یعنی ان کا خالق ہمارے علاوہ کوئی اور بھی ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ تمام چیزوں کا خالق و مالک اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ہے۔ اس لیے لاعبین کو ذکر کیا تاکہ یہ جملہ کاذب نہ ہو۔

(واما النواسخ) فَا التَّقْیِیْدُ بِهَا یَکُوْنُ لِلْاَغْرَاضِ الَّتِیْ تُؤَدِّیْهَا مَعَانِیْ اَلْفَاظُ النَّوَاسِخِ کَا الْاِسْتِمْرَارِ اَوِالحکایۃعَنِ الزَّمَانِ فِیْ کَانَ وَالتَّوْقِیْتُ بِزَمَنٍ مُّعَیَّنٍ فِیْ ظَلَّ وَبَاتَ وَاَصْبَحَ وَاَمْسٰی وَاَضْحٰی اَوْبِحَالَۃٍ مُّعَیَّنَۃٍ فِیْ دَامَ وَالْمُقَارِبَۃِ فِیْ کَادَوَ کَرُبَ وَاَوْشَکَ وَالْیَقِیْنُ فِیْ وَجَدَ وَاَلْفٰی وَدَرٰی وَتَعَلَّم وَهَلُمَّ جَرًّا فَا الْجُمْلَۃُ فِیْ هٰذَ تَنْعَقِدُ مِنَ الْاِسْمِ وَالْخَبْرِ اَوْ مِنَ الْمَفْعُوْلَیْنِ فَقَطْ فَاِذَاقُلْتَ ظَنَنْتُ زَیْدًا قَائِمًا فَمَعْنَاہُ زَیْدٌ قَائِمٌ عَلٰی وَجْهِ الظَّنِّ.

ترجمہ:۔ اور بہرحال نواسخ پس مقید کرنا ان کے ذریعے ان اغراض کے لیے ہوتا ہے جو الفاظ نواسخ کے معنی ادا کرتے ہیں جیسے استمرار یا زمانے کی حکایت کان میں اور

زمانہ معین کے ساتھ موقت کرنے میں ظل، بات، امسٰی، اضحٰی میں یا کسی معین حالت کے ساتھ مقید کرنا دام میں اور مقاربت کے ساتھ مفید کرنا کاد، کرب، اوشک میں اور اسی طرح یقین وجد، الفی، دری تعلم اور ھلم جرًا میں ہے پس جملہ اس صورت میں منعقد ہوتا ہے اسم اور خبر سے یا دو مفعولوں سے صرف پس جب تو کہے میں نے گمان کیا زید کو کھڑا ہوا اس کا معنی ہے زید کھڑا ہے گمان کے طریقہ پر۔

تشریح:۔ اما النواسخ فاالتعقید بھا یکون الاغراض ...... الیٰ ...... وھسلھ وھلم جراً یہاں سے مصنفؒ نواسخ کے ساتھ جملے کو مقید کرنے کے فوائد بیان کر رہے ہیں چنانچہ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ نواسخ کے ساتھ جملے کو مقید کرنا ان مقاصد کے لیے ہوتا ہے جو کہ الفاظ نواسخ کے معنی ادا کرتے ہیں جیسے استمرار اور حکایت زمانہ ماضی میں لفظ کان لا کر۔

مثال:۔ کان زید صائماً. اب اس مثال میں کانَ زمانہ ماضی کو بتلا رہا ہے کہ زید روزہ دار تھا یا کان کے ساتھ حکم کو مقید کرتے ہیں اس لیے کہ کان استمرار کے معنی پر دلالت کرتا ہے۔

مثال:۔ کان اللہ سمیعاً علیماً کبھی حکم کو مقید کرتے ہیں زمانہ معین کے ساتھ جیسے ظل، بات، اصبح، امسٰی، اضحٰی، یہ افعال وقت معین پر دلالت کرتے ہیں۔

ظَلَّ دن کو بتلاتا ہے۔ جیسے ظَلَّ زَیدٌ کَاتباً. زید نے دن گزارا اس حال میں کہ وہ لکھنے والا تھا۔

بات رات کے وقت کو بتلاتا ہے۔ جیسے بَاتَ زیدُ نائماً زید نے رات گزاری اس حال میں کہ وہ سونے والا تھا۔

اَصْبَحَ صبح کے وقت کو بتلاتا ہے جیسے اصبح زید قارئاً زید نے صبح کی اس حال میں کہ وہ پڑھنے والا تھا۔

امسٰی شام کے وقت کو بتلاتا ہے جیسے امسیٰ زید مصلیاً زید نے شام کی اس حال میں کہ نماز پڑھنے والا تھا۔

اضحی چاشت کے وقت کو بتلاتا ہے جیسے اضحی زید امیرا تو ان تمام مثالوں میں حکم کو زمانہ مُعین کے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔ کبھی حکم کو حالت معین کے ساتھ

مقید کرتے ہیں مادام لاکر۔

مثال:۔ جیسے اقوم مادام الامیر جالساً میں کھڑا رہوں گا جب تک کہ امیر بیٹھنے والا ہے تو اس مثال میں حکم کو حالت معینہ کے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔ اور کبھی حکم کو ان افعال کو لاکر مقید کرتے ہیں جو مقاربت کے معنی پر دلالت کرتے ہیں جیسے کاد، کرب، اوشک۔

مثال:۔ جیسے کاد زید ان یقوم اور کبھی کلام کو مقید کرتے ہیں افعال قلوب لاکر جبکہ ان میں یقین کا معنی موجود ہو جیسے وجد، الفی، دری، تعلم، هلم، یہ تمام افعال یقین کے معنی کے لیے آتے ہیں۔

فالجملة في هذا تنعقد من الاسم والخبر الخ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جب حکم کو نواسخ کے ساتھ مقید کر دیا جائے تو جملہ میں یا تو صرف اسم اور خبر رہ جاتے ہیں یا پھر دو مفعول رہ جاتے ہیں مثال جیسے ظننت زیداً قائماً میں نے زید کے کھڑا ہونے کا گمان کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ زید کا قیام علی وجه النطن ہے تو اس میں جملہ دو مفعواوں سے حاصل ہوا ہے اور فعل ظن کے ساتھ حکم کو مقید کیا گیا ہے۔

(وَاَمَّا الشَّرْطُ) فَالتَّقْيِيْدُ بِهٖ يَكُوْنُ لِلْاَغْرَاضِ الَّتِىْ تُؤَدِّيْهَا مَعَانِىْ اَدَوَاتِ الشَّرْطِ كَالزَّمَانِ فِىْ متىٰ وَاَيَّانَ وَالْمَكَانِ فِىْ اَيْنَ. وَاَنّٰى وَحَيْثُمَا وَالْحَالُ فِىْ كَيْفَمَا وَاِسْتِيْفَاءِ ذَالِكَ وَتَحْقِيْقُ الْفَرْقِ بَيْنَ الْاَدَوَاتِ يُذْكَرُ فِىْ عِلْمُ النَّحْوِ وَاِنَّمَا يُفَرِّقُ هٰهُنَا بَيْنَ اِنْ وَاِذَا وَلَوْلِاخْتِصَاصِهَا بِمُزَايَا تُعَدُّ مِنْ وُجُوْهِ الْبَلَاغَةِ فَاِنْ وَاِذَا لِلشَّرْطِ فِى الْاِسْتِقْبَالِ وَلَوْلِلشَّرْطِ فِى الْمَضٰى. وَالْاَصْلُ فِى اللَّفْظِ اَنْ يَّتْبَعَ الْمَعْنٰى فَيَكُوْنُ فِعْلاً مُضَارِعًا مَعَ اِنْ وَاِذَا وَمَاضِيًا مَعَ لَوْ نحو وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ وَاِذَا تُرَدُّ اِلٰى قَلِيْلٍ تَقْنَعُ وَلَوْشَآءَ لَهَدَاكُمْ اَجْمَعِيْنَ.

ترجمہ:۔ اور بہر حال شرط پس مقید کرنا اس کا ان اغراض کے لیے ہوتا ہے جن کو ادا کرتے ہیں شرط کے حرفوں کے معانی جیسے زمانہ ہے متی اور ایان میں اور جیسے مکان ہے این اور انی اور حیثما میں اور حال کیفما میں اور اس کا پورا کرنا اور حروف شرط کے درمیان فرق کی تحقیق جو علم نحو میں مذکور ہے اور بے شک فرق بیان کیا جائے گا اس جگہ ان اور اذا اور لو کے درمیان بوجہ ایسی خصوصیات کے ساتھ مخصوص

ہونے کے جن کا شمار بلاغت کے اسباب میں سے ہے پس ان اور اذا استقبال میں شرط کے لیے اور لو ماضی میں شرط کے لیے اور لفظ میں اصل یہ ہے کہ لفظ تابع ہوتا ہے معنی کے پس ہوگا فعل مضارع ان اور اذا کے ساتھ اور لو ماضی کے ساتھ جیسے اگر وہ پانی طلب کریں گے تو ان کو دیا جائے گا پانی تیل کے تلچھٹ کی طرح اور جب لوٹایا جائے قلیل چیز کی طرف تو قناعت کر اور اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دیتا۔

تشریح:۔ اما الشرط فا التقیید بہ یکون لاغراض......الیٰ...... والحال فی کیفما یہاں سے مصنفؒ شرط کے ساتھ حکم کو مقید کرنے کی وجہ بیان کر رہے ہیں حکم کو شرط کے ساتھ مقید کرنا ان مقاصد کے لیے ہوتا ہے جو شرط کے کلمات کے معنی ادا کرتے ہیں جیسے ادوات شرط میں متی اور ایان ہے یہ دونوں زمانہ مستقبل پر دلالت کرتے ہیں۔

مثال:۔ جیسے متی تذھب الی البیب. تو یہاں پر قائل کا مقصد وقت کو معلوم کرنا ہے اسی طرح این، انی، حیثما، یہ تینوں حروف جگہ کو بتاتے ہیں۔

مثال:۔ جیسے این کنت تذھب یعنی مطلب یہ ہے کہ جہاں تم گئے تھے اس جگہ کو بتاؤ۔ اسی طرح کیفما حال دریافت کرنے کے لیے آتا ہے جیسے کیفما انت، واستیفاء ذالک...... الی...... من وجوہ البلاغۃ یہاں سے مصنفؒ یہ بتاتے ہیں کہ ادوات شرط کے درمیان کچھ فرق بھی ہے لیکن اس فرق کو یہاں بیان نہیں کریں گے اس لیے کہ بلاغت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں بلکہ ان کا تذکرہ علم نحو میں ہے البتہ صرف ان، اذا، لو کے درمیان فرق واضح کیا جائے گا کیونکہ ان تینوں میں کچھ خصوصیت ایسی ہے کہ جس کا تعلق علم بلاغت سے ہے یعنی علم بلاغت میں ان حروف کی وہ لطائف اور باریکیاں بیان کی جاتی ہیں جن کی طرف نحویوں کی توجہ نہیں گئی۔

فان واذاللشرط فی الاستقبال...... الیٰ...... فی المضی. یہاں سے مصنفؒ ان اذا اور لو کے درمیان فرق بیان کر رہے ہیں تو مصنفؒ فرماتے ہیں ان اور اذا یہ دونوں استقبال میں شرط کے لیے آتے ہیں اور لو ماضی میں شرط کے لیے آتا ہے۔

والاصل فی اللفظ...... الیٰ...... ولوشآء لھداکم اجمعین یہاں سے

مصنفؒ ایک قاعدہ بیان کر رہے ہیں۔

قاعدہ:۔ یہ ہے کہ لفظ میں شرط معنی کے تابع ہوتا ہے اگر شرط فعل مضارع ہے تو ان اور اذا کے ساتھ شرط ہوگی اگر شرط ماضی ہے تو شرط لو کے ساتھ ہوگی۔

مثال:۔ وان یستغیثوا یغاثوا بماء کالمھل. اب اس آیت میں ان کے ساتھ فعل مضارع ہے یعنی ان کے ساتھ شرط واقع ہوئی ہے اور ترجمہ بھی استقبال والا ہوگا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ کفار فریاد کریں گے تو ان کی فریاد کی جائے گی ایسے پانی کے ساتھ جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا۔

اذا کی مثال:۔

جیسے واذا ترد الی قلیل تقنع. اس مثال میں اذا فعل مضارع کے ساتھ ہے۔

لو کی مثال:۔

جیسے ولو شاء لھدٰکم اجمعین. اس آیت میں لو فعل ماضی پر داخل ہے اور ترجمہ بھی ماضی والا ہوگا اگر اللہ چاہتا تو سب کو ہدایت پر لے آتا۔

وَالفرق بَيْنَ اِنْ وَاِذَا اِنَّ الْاَصْلَ عدمُ الْجَزْمِ لِوُقُوْعِ الشَّرْطِ مَعَ اِنْ وَالْجَزْمُ بِوُقُوْعِهٖ مَعَ اِذَا وَلِهٰذَا اَغْلَبَ اِسْتِعْمَالُ الْمَاضِیْ مَعَ اِذَا فَكَانَ الشَّرْطُ وَاقِعٌ بِالْفِعْلِ بخلاف اِنْ فَاِذَا قُلْتَ اِنْ اَبْرَأُ مِنْ مَرَضِیْ اَتَصَدَّقُ بِاَلْفِ دِيْنَارٍ كُنْتُ شَاكًّا فِی الْبُرْءِ وَاِذَا قُلْتَ اِذَا بَرَئْتُ مِنْ مَرَضِیْ تَصَدَّقْتُ كُنْتُ جَازِمًا بِهٖ اَوْ كَالْجَازِمِ وَعَلٰی ذَالِكَ فَالْاَحْوَالُ النَّادِرَةِ تُذْكَرُ فِیْ حَيِّزِ اِنْ وَالْكَثِيْرَةِ فِیْ حَيِّزِ اِذَا وَمِنْ ذَالِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰی فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰی وَمَنْ مَّعَهٗ فَلِكَوْنِ مَجِیْءِ الْحَسَنَةِ مُحَقَّقًا (اِذَا لْمُرَادُ بِهَا مُطْلَقُ الْحَسَنَةِ الشَّامِلِ لِاَنْوَاعٍ كَثِيْرَةٍ كَمَا يُفْهَمُ مِنَ التَّعْرِيْفِ بِاَلِ الْجِنْسِيَّةِ) ذُكِرَ مَعَ اِذَا وَعَبَّرَ عَنْهُ بِالْمَاضِیْ وَلِكَوْنِ مَجِیْءِ السَّيِّئَةِ نَادِرًا (اِذِ الْمُرَادُ بِهَا نَوْعٌ مَّخْصُوْصٌ كَمَا يُفْهَمُ مِنَ التَّنْكِيْرِ وَهُوَ الْجَدْبُ) ذُكِرَ مَعَ اِنْ وَعَبَّرَ عَنْهُ بِالْمُضَارِعِ فَفِی الْاٰيَةِ مِنْ وَصْفِهِمْ بِاِنْكَارِ النِّعَمِ وَشِدَّةِ التحامل

عَلٰی مُوْسٰی علیہ السلام مالا یَخْفٰی.

ترجمہ:۔ اور فرق ان اور اذا کے درمیان یہ ہے کہ اِنْ کے ساتھ شرط کا واقع ہونا غیر یقینی ہے اور اذا کے ساتھ شرط کا واقع ہونا یقینی ہے اس یقین کی وجہ سے اذا کے ساتھ ماضی کا استعمال بہت زیادہ ہے اور شرط فعل کے ساتھ واقع ہوگی بخلاف اِنْ کے پس جب تو کہے اگر میں اس بیماری سے شفایاب ہوگیا تو میں ایک ہزار دینار صدقہ کروں گا گویا کہ اس کو شک ہے تندرستی میں۔ اور جب تو کہے۔ جب میں بری ہو جاؤں بیماری سے تو صدقہ کروں گا، گویا کہ اس کو شفاء میں یقین ہے یا یقین کی طرح ہے۔ اور اسی بناء پر پس احوال نادرہ ذکر کیے جاتے ہیں اِنْ کے تحت اور کثیر الوقوع اذا کے تحت اور انہی میں سے اللہ تعالیٰ کا قول، جب پہنچتی ہے ان کو بھلائی تو کہتے ہیں یہ ہمارے لیے ہے اور اگر پہنچے ان کو برائی تو کہتے ہیں کہ یہ موسیٰ اور موسیٰ کے ساتھیوں کی نحوست کی وجہ سے ہے پس اچھائی کے متحقق ہونے کی وجہ یہ ہے جب اس میں مراد لیں مطلق حسنہ کو تو شامل ہوتا ہے بہت سی انواع کے لیے جیسا کہ سمجھا جاتا ہے الف لام تعریف سے جو کہ جنسیہ ہے ذکر کیا گیا ہے اذا کے ساتھ اور اس کو تعبیر کیا جاتا ہے ماضی کے ساتھ اور سیئہ کے نادر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب مراد لیں اس سے مخصوص نوع جیسا کہ سمجھا جاتا ہے نکرہ سے اور وہ ہلاکت ہے ذکر کیا گیا ہے ان کے ساتھ اور اس کو تعبیر کریں گے مضارع کے ساتھ پس آیت میں ان کے وصفوں میں سے نعمتوں کا انکار اور موسیٰ کا سختیوں کو برداشت کرنے میں سے وہ جو کہ مخفی نہیں ہے۔

تشریح:۔ والفرق بین ان و اذا. الی کا انجاز. یہاں سے مصنفؒ ان اور اذا کے درمیان فرق بیان کر رہے ہیں۔ ان اور اذا کے درمیان فرق یہ ہے کہ اِنْ کے ساتھ شرط کا واقع ہونا غیر یقینی ہے اور اذا کے ساتھ شرط کا واقع ہونا یقینی ہے اس لیے ماضی کا اذا کے ساتھ بہت زیادہ استعمال ہوتا ہے کیونکہ اذا یقین کو بتلاتا ہے اور ماضی میں جو بات ہو چکی ہوتی ہے وہ بھی یقینی ہوا کرتی ہے تو شرط کو ماضی کے ساتھ مقید کرنا ایسے ہے جیسا کہ حقیقتاً اس کا وقوع ہو چکا ہے بخلاف اِنْ کے۔

فاذ اقلت ان ابرء من مرضی. یہاں سے مصنفؒ ان اور اذا کے درمیان فرق کو مثال سے واضح کر رہے ہیں تا کہ بات اوقع فی النفس ہو جائے اگر کسی نے اِنْ کا

استعمال کرتے ہوئے کہا۔

مثال:۔ ان ابراء من مرضی اتصدق بالف دینار اگر میں اپنی بیماری سے تندرست ہو جاؤں تو میں ایک ہزار دینار صدقہ کروں گا گویا کہ اسے صحت یابی میں شک ہے اس لیے ان سے یقین کا فائدہ حاصل نہیں ہوا خلاف اذا کے اگر کسی اذا کو استعمال کرتے ہوئے کہا۔

مثال:۔ اذا برئت من مرض تصدقت جب میں اپنی بیماری سے صحت یاب ہو جاؤں گا تو ایک ہزار دینار صدقہ کروں گا گویا کہ اسے اپنی صحت یابی کا یقین ہے اور وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ تندرستی تو یقینی ہے جب ہو جائے گی تو صدقہ کروں گا اس لیے کہ اذا یقین کو بتلاتا ہے۔

وعلی ذالک فا الاحوال النادرہ..... الی..... مالا یخفی. مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اِنْ کی اصل عدم الجزم (غیر یقینی) ہے اور اذا کی اصل جزم (یقینی) ہے اسی بناء پر نادر الوقوع چیزوں میں لفظ اِنْ استعمال کرتے ہیں اور کثیر الوقوع چیزوں میں اذا استعمال کرتے ہیں۔ کیونکہ نادر الوقوع چیزوں کا ہونا غیر یقینی ہے اور کثیر الوقوع کا ہونا یقینی ہے۔

مثال:۔ فاذا جاءتھم الحسنۃ قالو النا ھذہ وان تصبھم سیئۃ یطیروا بموسی ومن معہٗ اس آیت میں الحسنۃ کو اذا کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس کو ماضی کے صیغے سے تعبیر کرتے ہیں اس لیے اس کا وقوع بالکل محقق ہے کیونکہ الحسنۃ سے مراد مطلق حسنہ ہے جو شامل ہے انواع کثیرہ کو جیسا کہ یہ بات سمجھی گئی ہے الف لام تعریف سے جو کہ الحسنہ پر ہے لہٰذا الحسنہ سے مراد خوشحالی مال کا بڑھنا وغیرہ یہ تمام افعال حسنہ سے ہے، بخلاف سیئہ کے کیونکہ اسیئہ نادر الوقوع ہے اس لیے ان کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس کو مضارع کے صیغے کے ساتھ تعبیر کیا ہے سیئہ کے نادر الوقوع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ سیئہ سے مراد ایک خاص قسم ہے جیسا کہ یہ بات سمجھی گئی ہے سیئہ کو نکرہ لانے سے اور وہ خاص قسم کی قحط سالی ہے اس آیت میں کافروں کا نعمتوں سے انکار کرنا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تشدد کا بیان ہے جیسا کہ ظاہر ہے، وَلَوْ لِلشَّرْطِ فِی الْمَضِی وَلِذَا یَلِیْھَا الْفِعْلُ الْمَاضِیْ نحو وَلَوْ عَلِمَ اللّٰہُ فِیْھِمْ خَیْراً لَّاَسْمَعَھُمْ

وَمِمَّا تَقَدَّمَ يَعْلَمُ اَنَّ الْمَقْصُوْدَ بِالذَّاتِ مِنَ الْجُمْلَةِ الشَّرْطِيَةِ هُوَالْجَوَابُ فَاِذَاقُلْتَ اِنْ اِجْتَهَدَ زَيْدٌ اَكْرِمْتَهُ كُنْتُ مُخْبِراً بِاَنَّکَ سَتُکْرِمُهُ وَلٰکِنْ فِیْ حَالِ حُصُوْلِ الْاِجْتِهَادِ لاَ فِیْ عُمُوْمِ الْاَحْوَالِ وَيَتَفَرَّعُ عَلٰی هٰذَا اِنَّهَا تُعَدُّ خَبْرِيَةً اَوْ اِنْشَائِيَةً بِاِعْتِبَارِ جَوَابُهَا.

ترجمہ:۔ اور لو ماضی میں شرط کے لیے اور اسی وجہ سے فعل ماضی کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے جیسے اگر اللہ تعالیٰ ان میں بھلائی جان لیتا تو ان کو سماعت کی توفیق دے دیتے اور اوپر ذکر کیے ہوئے بیان سے معلوم ہوا کہ جملہ شرطیہ سے مقصود بالذات وہ جواب ہے پس جب کہے تو اگر زید محنت کرے گا تو میں اس کا اکرام کروں گا گویا تو نے اس کو خبر دی ہے بے شک تو اس کا اکرام کرے گا لیکن محنت کے حاصل ہونے کی صورت میں نہ کہ عام حالات میں اور اسی پر متفرع ہوتا ہے کہ بے شک جملہ خبریہ یا جملہ انشائیہ ان کے جواب کے اعتبار سے شمار کیے جاتے ہیں۔

تشریح:۔ ولو للشرط فی المضی..... الی..... خیر الاسمعهم. مصنفؒ اِنْ اور اذا کی تفصیل بیان کرنے کے بعد یہاں سے لَوْ کی تفصیل بیان کر رہے ہیں چنانچہ مصنفؒ فرماتے ہیں صرف لَوْ ماضی میں شرط کے لیے استعمال ہوتا ہے اسی وجہ سے لَوْ کے بعد فعل ماضی ہوتا ہے۔

لَوْ کی مثال:۔

جیسے ولو علم اللہ فیهم خیر الاسمعهم. اب اس آیت میں لَوْ فعل ماضی پر داخل ہے مطلب یہ ہے کہ اگر ماضی میں خیر کا ثبوت ہوتا تو ان میں سننے کی توفیق ہوتی۔

ومما تقدم یعلم..... الی..... لافی العموم الاحوال.

یہاں سے مصنفؒ یہ فرماتے ہیں کہ یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ جملہ شرطیہ سے مقصود بالذات جواب ہوتا ہے یعنی جو چیز شرط کی جزاء واقع ہوتی ہے وہی چیز مقصود بالذات ہوتی ہے۔

مثال: ۔اگر کسی نے کہا ان اجتهد زید اکرمتهٗ اس مثال کا مطلب یہ ہے کہ متکلم

زید کے اکرام کی خبر دینا چاہتا ہے کہ میں تیرا اکرام کروں گا حصول اجتہاد کے وقت نہ کہ عام حالت میں

و یتفرع علی هذا...... الی...... جوابها۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات معلوم ہوگئی کہ جملہ فعلیہ سے مقصود بالذات جواب ہوتا ہے اسی قاعدے کے مطابق جملہ شرطیہ کے جواب کو دیکھ کر اس کے خبریہ اور انشائیہ ہونے کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا یعنی اگر جملہ شرطیہ کی جزاء خبر ہے تو وہ جملہ شرطیہ خبریہ ہوگا۔ اگر اس کی خبر انشائیہ ہے تو جملہ شرطیہ انشائیہ ہوگا۔

سوالات:۔ (۱) مطلق اور مقید کسے کہتے ہیں؟

(۲) حکم کو مفاعیل کے ساتھ مقید کرنے کے فوائد کیا ہیں؟

(۳) نواسخ کے ساتھ حکم مقید کرنے کے فوائد کیا ہیں؟

(۴) شرط کے ساتھ حکم کو مقید کرنے کی وجہ بیان کریں؟

(۵) ان اور اذا کے درمیان فرق کو مثال سے واضح کریں؟

(۶) والاصل فی اللفظ کا کیا مطلب ہے؟

(وَاَمَّا النَّفِیُ) فَالتَّقْیِیْدُ بِهٖ یَکُوْنُ بِسَلْبِ النِّسْبَةِ عَلٰی وَجْهٍ مَخْصُوْصٍ مِمَّا تُفِیْدُهٗ اَحْرُفُ النَّفِیِ وَهِیَ سِتَّةٌ لَا وَمَا وَاِنْ وَلَنْ وَلَمْ وَلَمَّا فَلَا لِلنَّفِیِ مُطْلَقًا وَمَا وَاِنْ لِنَفِیِ الْحَالِ اِنْ دَخَلَا عَلَی الْمُضَارِعِ. وَلَنْ لِنَفِیِ الْاِسْتِقْبَالِ. وَلَمْ وَلَمَّا لِنَفِیِ الْمَضٰی اِلَّا اَنَّهٗ بِلَمَّا یَنْسَحِبُ عَلٰی زَمَنِ الْمُتَکَلِّمِ وَیُخْتَصُّ بِالْمُتَوَقَّعِ وَعَلٰی هٰذَا فَلَا یُقَالُ لَمَّا یَقُمْ زَیْدٌ ثُمَّ قَامَ وَلَا لَمَّا یَجْتَمِعِ النَّقِیْضَانِ کَمَا یُقَالُ لَمْ یَقُمْ ثُمَّ قَامَ وَلَمْ یَجْتَمِعَا فَلَمَّا فِی النَّفِیِ تَقَابُلُ قَدْ فِی الْاِثْبَاتِ وَحِیْنَئِذٍ یَکُوْنُ مَنْفِیًا قَرِیْبًا مِنَ الْحَالِ فَلَا یَصِحُّ لَمَّا یَجِیْ مُحَمَّدٌ فِی الْعَامِ الْمَاضِیْ (وَاَمَّا التَّوَابِعُ) فَا التَّقْیِیْدُ بِهَا یَکُوْنُ لِلاَغْرَاضِ الَّتِیْ تُقْصَدُ مِنْهَا فَا النَّعْتُ یَکُوْنُ لِلتَّمْیِیْزِ نَحْوُ حَضَرَ عَلِیُّ الْکَاتِبُ وَالْکَشْفُ نحو اَلْجِسْمُ الطَّوِیْلُ الْعَرِیْضُ الْعَمِیْقُ یَشْغِلُ حَیِّزًا مِنَ الْفَرَاغِ وَالتَّاکِیْدِ نَحْوُ تِلْکَ عَشَرَةٌ کَامِلَةٌ وَالْمَدْحِ نَحْوُ حَضَرَ خَالِدٌ الْهُمَامُ وَالذَّمِّ نحو وَامْرَأَتُهٗ حما لَةَ الْحَطَبِ وَالتَّرَحُّمِ نحو اِرْحَمْ اِلٰی خَالِدِنِ الْمِسْکِیْنِ.

ترجمہ:۔ بہر حال نفی پس مقید کرنا اس کے ساتھ مخصوص طریقے پر نسبت کو سلب کرنا ہوتا ہے جس کا فائدہ حروف نفی دیتے ہیں اور وہ چھ ہیں لا، اور ما، اور اِنْ، اور لن، اور لم، اور لما، پس لا مطلقاً نفی کے لیے آتا ہے، ما اور ان حال کی نفی کے لیے ہوتے ہیں اگر دونوں مضارع پر داخل ہوں اور لن نفی استقبال کے لیے، لم اور لما نفی ماضی کے لیے مگر یہ کہ لمّا کے ذریعے ماضی کی نفی زمانہ تکلم تک پہنچ جاتی ہے اور لمّا کو خاص کیا گیا ہے متوقع کے ساتھ اور اسی بناء پر پس نہیں کہا جائے گا لما یقم زیدثم قام اور نہ ہی ابھی تک نقیضین جمع ہوئی ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے لم یقم ثم قام اور نہیں جمع ہوئیں دو نقیضین پس لما نفی میں قد کے مقابلے میں آتا ہے جو کہ اثبات میں ہے اس وقت لما نفی کو حال کے قریب کر دیتا ہے پس نہیں صحیح ہوگا یہ کہنا اب تک محمد نہیں آیا گزشتہ سال میں اور بہر حال توابع پس مقید کرنا ان کے ذریعے ان اغراض کے لیے ہوتا ہے جن غرضوں سے ان توابع کا ارادہ کیا جاتا ہے پس نعت تمیز کے لیے ہوتی ہے جیسے کاتب علی آیا، اور کشف (کھولنے کے لیے) جیسے جسم لمبا چوڑا گہرا جو بھر دیتا ہے خالی جگہ کو، اور تاکید جیسے یہ پورے دس ہیں اور مدح جیسے بلند ہمت والا خالد حاضر ہوا، اور مذمت جیسے ہلاک ہو اس کی عورت جو سر پر لکڑیاں اٹھائے پھرتی ہے، اور رحم طلب کرنے کے لیے جیسے تو خالد مسکین پر رحم کر۔

تشریح:۔ اما النفی فا التقیید به یکون بسلب النسبة...... الیٰ...... ولمّا.
یہاں سے مصنفؒ حروف نفی کے ذریعے حکم کو مقید کرنے کی وجہ بیان کر رہے فرماتے ہیں کہ حروف نافیہ کے ذریعے مخصوص طریقے پر نسبت کو سلب کیا جاتا ہے جس کا فائدہ حروف نافیہ دیتے ہیں۔ حروف نافیہ چھ ہیں (۱) ان (۲) لم (۳) لما (۴) لن (۵) ما (۶) لا فلالنفی مطلقا...... الیٰ...... فی العام الماضی. یہاں سے مصنفؒ ہر ایک کی تفصیل بیان کر رہے ہیں لا مطلقاً نفی کے لیے آتا ہے خواہ ماضی ہو یا حال ہو یا استقبال ہو ما اور ان یہ دونوں حال کی نفی کے لیے آتے ہیں اگر مضارع پر داخل ہوں لن استقبال کی نفی کے لیے آتا ہے۔ لم اور لمّا یہ دونوں ماضی کی نفی کے لیے آتے ہیں لیکن ان دونوں میں فرق ہے۔

لمّا اور لم میں فرق:۔

یہ ہے کہ لما میں استمرار نفی ہوتا ہے زمانہ تکلم تک یعنی زمانہ ماضی سے لے کر زمانہ تکلم تک پورے زمانے کی نفی کے لیے آتا ہے اور لما جس فعل پر داخل ہوتا ہے اس کا وقوع متوقع ہوتا ہے۔ بخلاف لم کے اس سے جس چیز کی نفی ہوتی ہے وہ کبھی متوقع الحصول بھی ہوتی ہے اور کبھی غیر متوقع الحصول بھی۔

مثال:۔ جیسے وصل الاستاد الی الفصل و لمایدرس. استاد درسگاہ میں پہنچ گئے لیکن سبق نہیں پڑھایا مطلب یہ ہے کہ تدریس کا آغاز ابھی تک نہیں ہوا لیکن متوقع ہے اسی وجہ سے لما یقم زید ثم قام کہنا درست نہیں ہے کیونکہ یہاں استغراق ماضی والا معنی نہیں اور نہ ہی لما یجتمع النقیضان کہنا صحیح ہے اس لیے کہ لما کا استعمال اس وقت صحیح ہے جبکہ لما کے بعد والے فعل کا ہونا متوقع ہو اور نقیضین کا اجتماع متوقع نہیں ہے بخلاف لم کے کیونکہ متوقع کے معنی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ صرف نفی کا فائدہ دیتا ہے اسی لیے لم یقم ثم قام اور لم یجتمعا کہنا صحیح ہے لہٰذا لما نفی میں ایسے ہے جیسے قد اثبات میں یعنی جس طرح قد ماضی میں اثبات کو حال کے قریب کر دیتا ہے اسی طرح لما بھی ماضی میں نفی کو حال کے قریب کر دیتا ہے اسی وجہ لما یجیی محمد فی العام الماضی کہنا درست نہیں ہے بلکہ لم کے ساتھ صحیح ہے۔

واما التوالع فا التقیید بھایکون للاغراض التی...... الی...... خالدن المسکین. یہاں سے مصنف حکم کو توابع کے ذریعے مقید کرنے کی وجہ بیان کر رہے ہیں فرماتے ہیں کہ جب حکم کو توابع کے ساتھ مقید کرتے ہیں ان اغراض کا ارادہ کرتے ہوئے جو ان توابع سے حاصل ہوتے ہیں۔ ان (توابع) میں سے ایک صفت ہے۔

(۱) کبھی کلام میں صفت کو ذکر کرتے ہیں تاکہ وہ صفت موصوف کو جدا کر دے۔

مثال:۔ جیسے حضر علی الکاتب اگر حضر علی کہتے تو اس میں غیر کا احتمال تھا جو اس کی اسمیت میں شریک ہے جب کاتب کہا تو دوسرے کا احتمال ختم ہو گیا گویا کہ اس صفت نے موصوف کو اس کے ماسوا سے جدا کر دیا۔

(۲) کشف یعنی کبھی صفت کو ذکر کرتے ہیں موصوف کی وضاحت کے لیے

ایسے مقام میں جہاں پر موصوف کی تعریف کی ضرورت ہو مثلاً مخاطب موصوف کی حقیقت سے ناواقف ہے ایسے موقع پر موصوف کے لیے صفت لا کر اس کی وضاحت کرتے ہیں۔

مثال:۔ جیسے الجسم الطویل العریض العمیق. اس مثال میں طویل عریض عمیق ان تینوں کا مجموعہ جسم کے لیے صفت کاشفہ ہے اس لیے انہی تینوں کے ذریعے جسم کی تعریف اور وضاحت ہوتی ہے۔

(۳) کبھی صفت کو ذکر کرتے ہیں تاکید کے لیے تاکہ کلام میں پختگی ہو جائے۔

مثال:۔ جیسے تلک عشرۃ کاملۃ اس مثال کاملۃ عشرۃ کی صفت ہے جو کہ تاکید کے لیے لائی گئی ہے۔

(۴) اور کبھی صفت کو مدح کے لیے ذکر کرتے ہیں۔

مثال:۔ جیسے حضر خالدن الھمام. اس مثال میں الھمام خالد کی صفت ہے جو کہ مدح پر دلالت کرتی ہے۔

(۵) کبھی صفت کو ذکر کرتے ہیں مذمت کے لیے۔

مثال:۔ جیسے و امرأته حمالة الحطب اس مثال میں حمالة الحطب صفت ہے امرأة کی جو کہ مذمت پر دلالت کرتی ہے۔

(۶) کبھی صفت کو ذکر کرتے ہیں رحم طلب کرنے کے لیے۔

مثال:۔ جیسے ارحم الی خالدن المسکین یہاں پر المسکین خالد کی صفت ہے جو کہ رحم طلب کرنے پر دلالت کر رہی ہے۔

وَعَطْفُ الْبَیَانِ یَکُوْنُ لِمُجَرَّدِ التَّوْضِیْحِ نحو اُقْسِمَ بِاللّٰہِ اَبُوْحَفْصٍ عُمَرَ اَوْ لِتَوْضِیْحٍ مَعَ الْمَدْحِ نحو جَعَلَ اللّٰہُ الْکَعْبَةَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیَامَ الِلنَّاسِ وَیُکْفٰی فِی التَّوْضِیْحِ اَنْ یُوْضِحَ الثَّانِیْ اَلْاَوَّلَ عِنْدَالْاِجْتِمَاعِ وَاِنْ لم یَکُنْ اَوْضَحَ مِنْہُ عِنْدَالْاِنْفِرَادِ کَعَلِیٌّ زَیْنُ الْعَابِدِیْنَ وَلَعَسْجَدِ الذَّھَبِ وَعَطْفُ النَّسَقِ یَکُوْنُ لِلْاَغْرَاضِ الَّتِیْ تُوَدِّیْھَا اَحْرُفُ الْعَطْفِ کَالتَّرْتِیْبِ مَعَ التَّعْقِیْبِ فِی الْفَاءِ وَمَعَ التَّرَاخِیْ فِیْ ثُمَّ وَالْبَدْلُ یَکُوْنُ لِزِیَادَةِ التَّقْرِیْرِ وَالْاِیْضَاحِ نحو قَدِمَ اِبْنِیْ عَلِیٌّ فِیْ بَدْلِ الْکُلِّ وَسَافَرَالْجُنْد اَغْلَبُہٗ فِیْ بَدْلُ الْبَعْضِ وَ نَفَعَنِیَ الْاُسْتَاذَ عِلْمُہٗ فِیْ بَدْلُ الْاِشْتِمَالِ.

ترجمہ:۔ اور عطف بیان محض وضاحت کے لیے ہوتا ہے جیسے اللہ کی قسم کھائی ابو حفص عمر نے یا مدح کے ساتھ وضاحت کے لیے ہوتا ہے جیسے اللہ نے بنایا کعبہ بیت الحرام کو لوگوں کے لیے ٹھہرنے کی جگہ، اور توضیح میں یہ کافی ہے کہ ثانی اول کو واضح کرے جمع ہونے کے وقت اگرچہ دوسرا پہلے والے سے زیادہ واضح نہ ہو اکیلا ہونے میں جیسے علی زین العابدین اور عسجد اور ذہب ہے عطف نسق ان اغراض کے لیے ہوتا ہے جن غرضوں کو حروف عطف ادا کرتے ہیں جیسے ترتیب تعقیب کے ساتھ فاء اور تراخی کے ساتھ ثم میں اور بدل ہوتا ہے زیادتی بیان اور وضاحت کے لیے جیسے آیا میرا بیٹا علی بدل الکل میں اور سفر کیا اکثر لشکر نے بدل البعض میں اور نفع دیا مجھ کو استاد کے علم نے بدل الاشتمال میں۔

تشریح:۔ عطف البیان یکون لمجرد التوضیح...... الیٰ...... لعسجد الذھب لخ یہاں سے مصنفؒ عطف بیان کے ذریعے حکم کو مقید کرنے کی وجہ بیان کر رہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ عطف بیان کے ذریعے حکم کو مقید کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان کے ذریعے مُبَیَّن کی وضاحت ہو جائے۔

مثال:۔ جیسے اقسم با اللّٰہ ابو حفص عمر اس مثال میں عمر عطف بیان ہے کہ ابو حفص کی وضاحت کر رہا ہے یعنی ابو حفص اور عمر دونوں ایک ہی ہیں اور کبھی عطف بیان متبوع کی وضاحت کے ساتھ ساتھ مدح بھی کرتا ہے۔

مثال:۔ جیسے جعل اللّٰہ الکعبۃ البیت الحرام قیام اللناس. اس آیت مذکورہ میں البیت الحرام عطف بیان ہے الکعبہ کا جو وضاحت کے ساتھ ساتھ اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ کعبہ قابل تعظیم اور احترام کی چیز ہے گویا عطف بیان سے وضاحت اور مدح دونوں مقصود ہیں ویکفی فی التوضیح الخ یہاں سے مصنفؒ یہ فرماتے ہیں کہ وضاحت میں صرف اتنی بات کافی ہے کہ دوسرا اول کی وضاحت کر دے جمع ہونے کے وقت اگرچہ ان میں سے ہر ایک علیحدہ طور پر ایک دوسرے سے واضح نہ ہو مثال جیسے علی زین العابدین. العسجد الذھب. اب علی الگ ہونے کی حالت میں ایک دوسرے سے زیادہ واضح نہیں ہیں لیکن جمع ہونے کی حالت میں زین العابدین علی کی وضاحت کر دیتا ہے اسی طرح العسجد اور الذھب ہے۔

و عطف النسق یکون للاغراض التی...... الی...... فی ثم...... یہاں سے مصنفؒ عطف بحرف کے ذریعے حکم کو مقید کرنے کی وجہ بیان کر رہے ہیں عطف بحرف کے ذریعے حکم کو مقید کرنا ان اغراض کے لیے ہوتا ہے جو حروف عاطفہ سے حاصل ہوں مثلاً حروف عاطفہ میں سے ایک فا ہے جو ترتیب اور تعقیب دونوں کا فائدہ دیتا ہے تو گویا فا کے ذریعے عطف ترتیب اور تعقیب کے مقصد کے لیے ہوتا ہے اور ثم تراخی کے ساتھ ترتیب کے لیے آتا ہے یعنی ثم کے ذریعے عطف کرنا ترتیب اور تراخی کے لیے ہوگا۔

والبدل یکون لزیادۃ التقریر والایضاح...... الیٰ...... بدل الاشتمال الخ مصنفؒ فرماتے ہیں کبھی کلام کو مقید کرتے ہیں بدل لا کر اس کلام کی پختگی اور وضاحت کی زیادتی کے لیے۔

مثال:۔ جیسے قدم ابنی علی. اس مثال میں علی ابنی کی وضاحت کر رہا ہے۔ یہ بدل الکل کی مثال ہے۔

بدل البعض کی مثال:۔

جیسے مسافر الجند اغلبۂ اس مثال میں اغلبۂ الجند کی وضاحت کر رہا ہے۔

بدل الاشتمالی کی مثال:۔

جیسے نفعنی الاستاد علمة. اس مثال میں علمہ استاد کی وضاحت کر رہا ہے۔

سوالات:۔ (۱) نفی کے ساتھ حکم کو مقید کرنے کی وجہ بیان کریں؟

(۲) حروف نافیہ کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں؟

(۳) لم اور لما میں فرق بیان کریں؟

(۴) توابع کے فوائد کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں؟

(۵) عطف بیان کے فوائد ذکر کریں؟

(۶) عطف نسق کے فوائد بیان کریں؟

(۷) بدل کی قسمیں مثالوں سے واضح کریں۔

الباب السادس فی القصر

چھٹا باب قصر کے بیان میں ہے

(اَلْقَصْرُ) تَخْصِيْصُ شَيْءٍ بِشَيْءٍ بِطَرِيْقٍ مَّخْصُوْصٍ وَيَنْقَسِمُ اِلٰى حَقِيْقِيٍّ وَاِضَافِيٍّ (فَالْحَقِيْقِيُّ) مَاكَانَ الْاِخْتِصَاصُ فِيْهِ بِحَسْبِ الْوَاقِعِ وَالْحَقِيْقَةِ لَا بِحَسْبِ الْاِضَافَةِ اِلٰى شَيْءٍ اٰخَرَ نَحْوُ لَا كَاتِبَ فِي الْمَدِيْنَةِ اِلَّا عَلِيٌّ اِذَالَمْ يَكُنْ غَيْرُهٗ فِيْهَا مِنَ الْكُتَّابِ (وَالْاِضَافِيُّ) مَاكَانَ الْاِخْتِصَاصُ فِيْهِ بِحَسْبِ الْاِضَافَةِ اِلٰى شَيْءٍ مُّعَيَّنٍ نحو مَا عَلِيٌّ اِلَّا قَائِمٌ اَیْ اِنَّ لَهٗ صِفَةَ الْقِيَامِ لَا صِفَةَ الْقُعُوْدِ وَلَيْسَ الْغَرَضُ نَفْيُ جَمِيْعِ الصِّفَاتِ عَنْهُ مَاعَدَا صِفَةَ الْقِيَامِ. وَكُلٌّ مِّنْهُمَا يَنْقَسِمُ اِلٰى قَصْرِ صِفَتٍ عَلٰى مَوْصُوْفٍ نحو لَا فَارِسَ اِلَّا عَلِيٌّ وَقَصْرِ مَوْصُوْفٍ عَلٰى صِفَةٍ نحو وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ فَيَجُوْزُ عَلَيْهِ الْمَوْتُ.

ترجمہ:۔ قصر ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ خاص کرنا مخصوص طریقے سے اور قصر منقسم ہوتا ہے حقیقی اور اضافی کی طرف پس حقیقی وہ ہے جس میں اختصاص واقع اور حقیقت کے اعتبار سے ہو نہ کہ دوسری چیز کی طرف اضافت کے اعتبار سے جیسے نہیں ہے کاتب شہر میں مگر علی یہ اس وقت ہوگا جبکہ نہ ہو شہر میں علی کے علاوہ کوئی کاتب۔ اور اضافی وہ ہے جس میں اختصاص پایا جائے کسی معین چیز کی طرف اضافت کے اعتبار سے جیسے نہیں ہے علی مگر کھڑا ہونے والا یعنی اس کے لیے صفت قیام ہے نہ کہ صفت قعود اور نہیں ہے غرض صفت قیام کے علاوہ اس سے تمام صفات کی نفی کرنا اور ان میں سے ہر ایک منقسم ہوتا ہے قصر صفت علی موصوف کی طرف جیسے کوئی سوار نہیں سوائے علی کے اور قصر موصوف علی صفتہ کی طرف جیسے نہیں ہیں محمد مگر رسول پس جائز ہے آپ پر موت۔

تشریح:۔ مصنفؒ چھٹے باب میں قصر اور اس کی اقسام کو بیان کر رہے ہیں۔

قصر کی تعریف:۔

ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ خاص کرنا مخصوص طریقے سے قصر کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) قصر حقیقی (۲) قصر اضافی۔

قصر حقیقی کی تعریف:۔

قصر حقیقی یہ ہے کہ ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ خاص کرنا کہ وہ چیز واقع اور حقیقت میں اس کے ساتھ خاص ہو کسی اور کے ساتھ خاص نہ ہو۔

مثال:۔ لا کاتب فی المدینہ الاعلی. یہ کہنا اس وقت صحیح ہے جبکہ اس شہر میں علی کے علاوہ کوئی اور کاتب نہ ہو یعنی کتابت کا انحصار علی پر ہے اس کے ماسوا سے کتابت کی نفی کی گئی ہے باعتبار حقیقت کے۔

قصر اضافی کی تعریف:۔

قصر اضافی یہ ہے کہ ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ باعتبار اضافت کے معین چیز کے ساتھ خاص کرنا۔

مثال:۔ جیسے ماعلی الاقائم اس مثال میں علی کے لیے صفت قعود کے مقابلے میں صفت قیام کا قصر کیا گیا ہے نہ یہ کہ علی سے صفت قیام کے علاوہ دوسرے اوصاف کی نفی کی گئی ہے۔

- وکل منهما ینقسم...... الی...... فیجوز علیه الموت

یہاں سے مصنفؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قصر حقیقی ہو یا قصر اضافی ان میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں۔

(۱) قصر صفت علی موصوف حقیقی (۲) قصر موصوف علیٰ صفۃ حقیقی (۳) قصر صفت علی موصوف اضافی (۴) قصر موصوف علیٰ صفۃ اضافی۔

(۱) قصر صفت علی موصوف یعنی یہ صفت موصوف پر منحصر ہے اس موصوف کے علاوہ میں یہ صفت نہیں پائی جاتی۔

مثال:۔ جیسے لافارس الاعلیٰ اس مثال میں قصر حقیقی اس طرح ہوگی کہ واقعے میں علی کے علاوہ اور کوئی سوار نہ ہو اگر حقیقی ہو تو مطلب ہوگا کہ اس موصوف کے علاوہ کسی میں بھی نہیں پائی جاتی اگر اضافی ہو تو مطلب ہوگا کہ اس موصوف کے علاوہ فلاں میں نہیں ہے۔ اور قصر اضافی اس طرح ہوگی کہ علی ہی گھوڑ سوار ہے عمرو نہیں ہے۔ (۲)

قصر موصوف علی صفۃ اس کو کہتے ہیں کہ موصوف اس صفت سے دوسری صفات کی طرف تجاوز نہ کرے اگر چہ وہ صفت دوسرے موصوف میں پائی جائے۔

قصر موصوف علی الصفت حقیقی یعنی موصوف میں حقیقت میں صرف ایک صفت دی جائے اس کی مثال نہیں ملتی۔ البتہ قصر موصوف علی الصفت اضافی کی۔ مثال یہ ہے۔

مثال:۔ وما محمد الارسول اورقصر اضافی یہ ہے کہ صفت خلود فی الدنیا اور بعد عن الموت پس نہیں متجاوز ہوئے رسول پس جائز ہے آپ پر موت کا آنا اگر چہ رسالت کی صفت رسول کے علاوہ دوسرے رسول میں بھی پائی جاتی ہے پھر بھی آپ پر موت آ کر رہے گی۔

وَلْقَصْرُ الاِضَافِیُّ یَنْقَسِمُ بِاعْتِبَارِ حَالِ الْمُخَاطَبِ اِلیٰ ثَلٰثَةِ اَقْسَامٍ قَصْرُ اِفْرَادٍ اِذَا اِعْتَقَدَ الْمُخَاطَبُ الشِّرْكَةَ وَقَصْرُ قَلْبٍ اِذَا اِعْتَقَدَ الْعَكْسَ وَقَصْرُ تَعْيِيْنٍ اِذَا اِعْتَقَدَ وَاحِدًا غَيْرَ مُعَيَّنٍ وَلِلْقَصْرِ طُرُقٌ مِنْهَا النَّفْيُ وَالْاِسْتِثْنَاءُ نحو اِنْ هٰذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ وَمِنْهَا اِنَّمَا نحو اِنَّمَا الْفَاهِمُ عَلِيٌّ وَمِنْهَا الْعَطْفُ بِلَا اَوْبَلْ اَوْلٰكِنْ نحو اَنَا نَاثِرٌ لَا نَاظِمٌ وَمَا اَنَا حَاسِبٌ بَلْ كَاتِبٌ وَمِنْهَا تَقْدِيْمُ مَاحَقُّهُ التَّاخِيْرُ نحو اِيَّاكَ نَعْبُدُ.

ترجمہ:۔ اور قصر اضافی تین قسموں پر منقسم ہوتا ہے مخاطب کے حال کے اعتبار سے۔ (۱) قصر افراد جبکہ مخاطب شرکت کا اعتقاد رکھے۔ (۲) قصر قلب جبکہ عکس حکم کا اعتقاد رکھے۔ (۳) اور قصر تعیین جبکہ مخاطب اعتقاد رکھے غیر معین واحد کا اور قصر کے مختلف طریقے ہیں ان میں سے نفی اور استثناء ہے جیسے نہیں ہے یہ مگر معزز فرشتہ اور ان میں سے انما ہے بے شک سمجھدار علی ہے اور ان میں سے عطف کرنا ہے لا. بل. اور لکن کے ذریعے جیسے میں نثر کہنے والا ہوں نہ کہ نظم کہنے والا اور میں حساب کرنے والا نہیں ہوں بلکہ کاتب ہوں اور ان میں سے تقدیم ماحقہ التاخیر ہے جیسے ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔

تشریح:۔ والقصر الاضافی...... الی...... غیر معین یہاں سے مصنف فرماتے ہیں کہ مخاطب کے حال کے اعتبار سے قصر اضافی کی تین قسمیں ہیں (۱) قصر افراد (۲)

قصر قلب (۳) قصر تعیین۔

قصر افراد کی تعریف:۔

جب مخاطب شرکت کا اعتقاد رکھتا ہو شرکت کا مطلب یہ ہے کہ دو صفتوں کی شرکت موصوف واحد میں یہ قصر موصوف علی الصفۃ کے قبیل سے ہے اور دو موصوفوں کی شرکت صفت واحد میں یہ قصر صفت علی الموصوف کے قبیل سے ہے۔۔

مثال:۔ جیسے وما محمد الا رسول اس آیت کے مخاطب صحابہ کرام ہیں جب صحابہ کرام نے آپ کی موت کو برا سمجھا گویا انہوں نے آپ کے لیے دو صفتیں ثابت کیں۔

(۱) صفت رسالت (۲) تبری عن الموت اس لیے آپ کی صفت رسالت پر قصر کیا گیا ہے یعنی صفت رسالت تبری عن الموت کو لازم نہیں کرتی اس قصر کو قصر افراد اس لیے کہتے ہیں کہ متکلم کا ارادہ اس نفی سے کلام میں نفی کرنا ہوتا ہے اس شرکت کا جس کا مخاطب اعتقاد رکھتا ہو اور صفت کو موصوف کے ساتھ اور موصوف کو صفت کے ساتھ مفرد کرتا ہے۔

قصر قلب:۔

قصر قلب یہ ہے کہ مخاطب عکس حکم کا اعتقاد رکھے یعنی متکلم نفی کو ثابت کرتا ہے قصر صفت علی موصوف میں جبکہ مخاطب کا اعتقاد یہ ہے کہ گھڑ سوار حسن ہے علی نہیں ہے تو متکلم نے کہا لا الفارس الا علی سواری کا قصر علی پر کیا اور حسن کی نفی ہو گئی۔ اس قصر کو قصر قلب اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں حکم خلاف ہوتا ہے مخاطب کے حکم کے۔

قصر تعیین:۔

مخاطب غیر معین واحد کا اعتقاد رکھے یعنی اس کا اعتقاد یہ ہے کہ دو صفتوں میں سے ایک ہے دونوں نہیں ہیں اور وہ متعین نہیں۔

مثال:۔ جیسے ما علی الا قائم۔ اب مخاطب کا اعتقاد یہ ہو علی قائم یا قاعد ہے اب ان دونوں صفتوں میں سے ایک کی تعیین کا علم نہیں ہے ما علی الا قائم کہنے سے تعیین ہو گئی کہ

علی قائم ہے قاعد نہیں ہے۔ اس قصر کو قصر تعیین اس لیے کہتے ہیں کہ مخاطب کے ہاں یہ متعین نہیں تھا بعد میں متعین کیا گیا۔

وللقصر طرق:۔

یہاں سے مصنفؒ یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ قصر کے مختلف طریقے ہیں ان میں سے ایک نفی اور استثناء کا طریقہ ہے۔

مثال:۔ جیسے ان هذا ان ملک کریم اب یہاں پر قصر نفی اور استثناء سے کی گئی ہے اور ایک طریقہ انما کا ہے۔

مثال:۔ جیسے انما الفاهم علی اور ان میں سے عطف لا بل لکن کے ساتھ ہے۔

عطف لا کی مثال:۔

جیسے انا ناثر لا ناظم.

بل کی مثال:۔

ما انا ماسب بل کاتب.

اور ان میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے جو کلمہ تاخیر کا مستحق ہو اس کو مقدم کردو۔

مثال:۔ ایاک نعبد اس مثال میں ایاک مفعول بہ ہے نعبد کا اس کو پہلے لایا گیا ہے حالانکہ مفعول بہ کو فعل کے بعد آنا چاہیے اور یہاں پر پہلے لایا گیا ہے۔

سوالات:۔ (۱) قصر کی تعریف کریں؟

(۲) قصر کی کتنی قسمیں ہیں کون کون سی ہیں؟

(۳) قصر حقیقی اور اضافی کی تعریف مع امثلہ بیان کریں۔

(۴) قصر صفت علی موصوف و موصوف علی الصفت کی تعریف مع امثلہ بتائیں۔

(۵) مخاطب کے حال کے اعتبار سے قصر کی کتنی قسمیں اور کون کون سی ہیں؟

(٦) امثلہ ذیل میں قصر کی جملہ اقسام و طرق کی نشاندہی کریں؟

(۱) انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء

(۲) انما الٰهکم اله واحد

(۳) لا اله الا اللّٰہ

(۴) لا عاصم الیوم من امر اللّٰہ الامن رحم۔

(۵) ان ھذا الا سحر یؤثر۔

(۶) انما انت مذکر۔

(۷) انما الحیوٰۃ الدنیا لهب ولعب۔

✡✡✡

اَلْبَابُ السَّابِعِ فِیْ الْوَصْلِ وَالْفَصْلِ

ساتواں باب وصل اور فصل کے بیان میں ہے

اَلْوَصْلُ عَطْفُ جُمْلَةٍ عَلٰی اُخْرٰی وَالْفَصْلُ تَرْکُهٗ وَالْکَلَامُ ھٰھُنَا قَاصِرٌ عَلَی الْعَطْفِ بِالْوَاوِ لِاَنَّ الْعَطْفَ بِغَیْرِ ھَا لَا یَقَعُ فِیْهِ اِشْتِبَاهٌ وَلِکُلٍّ مِّنَ الْوَصْلِ بِھَا وَالْفَصْلِ مَوَاضِعُ. مَوَاضِعُ الْوَصْلِ بِالْوَاوِ. یُجِبُ الْوَصْلُ فِیْ مَوْضِعَیْنِ الاَوَّلُ اِذَا اتَّفَقَتِ الْجُمْلَتَانِ خَبْراً اَوْ اِنْشَاءً اَوْکَانَ بَیْنَھُمَا جِھَةٌ جَامِعَةٌ اَیُّ مُنَاسِبَةٌ تَامَّةٌ وَلَمْ یَکُنْ مَانِعٌ مِنَ الْعَطْفِ نحو اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نعیم وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمِ نحو فَلْیَضْحَکُوا قَلِیْلاً وَلْیَبْکُوْا کَثِیْراً اَلثَّانِیْ اِذَا اَوْھَمَ تَرْکُ الْعَطْفُ خِلَافَ الْمَقْصُوْدِ کَمَا اِذَا قُلْتَ لَا وَشِفَاهُ اللّٰهِ جَوَاباً لِمَنْ یَسْئَلُکَ ھَلْ بَرِیٔ عَلِیٌّ مِنَ الْمَرْضِ فَتَرْکُ الْوَاوِیُوْھِمُ الدُّعَاءَ عَلَیْهِ وَغَرْضُکَ الدُّعَاءُ لَهٗ.

ترجمہ:۔ وصل ایک جملے کا دوسرے جملے پر عطف کرنا ہے اور فصل عطف کا چھوڑنا ہے اور کلام اس جگہ صرف عطف با الواو کے متعلق ہے کیونکہ اس کے (واؤ کے) بغیر عطف نہیں واقع ہوتا اس میں اشتباہ ہے اور واؤ کے وصل اور فصل میں سے ہر ایک کے لیے مقام ہے واؤ کے ساتھ یہ وصل کی جگہیں ہیں واجب ہے وصل دو جگہوں میں الاول جب دو جملے متفق ہوں خبر یا انشاء ہونے میں اور ان کے درمیان جہتہ جامعہ یعنی مناسبت تامہ ہو اور عطف سے مانع نہ ہو جیسے بے شک نیک لوگ جنت میں ہوں گے اور بے شک برے لوگ جہنم میں ہوں گے اور جیسے ہنسو کم اور روؤ زیادہ اور ثانی جب عطف کا چھوڑنا وہم پیدا کرے خلاف مقصود کا جیسے جب تو نے کہا نہیں اور شفا دے اللہ اس کو اس شخص کے جواب میں جو تجھ سے پوچھے کیا علی بیماری سے بری ہو گیا۔ پس واؤ کا چھوڑنا وہم ڈالتا ہے بددعاء کا اور تمہاری غرض اس کے لیے دعا کرنی ہے۔

تشریح:۔ مصنفؒ ساتویں باب میں وصل اور فصل کو بیان کر رہے ہیں۔

وصل کی تعریف:۔

ایک جملے کا دوسرے جملے پر عطف کرنا۔

فصل کی تعریف:۔

ایک جملے کا دوسرے جملے پر عطف نہ کرنا۔

والکلام ھھنا قاصر.

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ حروف عاطفہ دس ہیں ان میں سے ہر ایک کے ذریعے عطف کیا جاتا ہے لیکن یہاں پر صرف بحث عطف بالواو کے متعلق ہے وجہ یہ ہے کہ واوَ کے علاوہ دوسرے حروف سے عطف میں اشتباہ نہیں ہوتا صرف واوَ کے ذریعے عطف میں اشتباہ ہوتا ہے اس لیے بحث صرف عطف بالواو کے متعلق ہے مصنفؒ فرماتے ہیں وصل اور فصل کے کچھ مواقع ہیں۔ **مواضع الوصل بالواو الخ** یہاں سے مصنفؒ وصل کے مواقع بیان کر رہے ہیں کہ ایک جملے کا دوسرے جملے پر واوَ کے ذریعے عطف ڈالنا جس جگہ پر واجب ہے وہ دو جگہیں ہیں۔

(۱) جب دو جملے متفق ہوں خبر یا انشاء ہونے میں یعنی اگر پہلا جملہ خبریہ ہے تو دوسرا جملہ بھی خبریہ ہو اور اگر پہلا جملہ انشائیہ ہے تو دوسرا جملہ بھی انشائیہ ہو اور ان دونوں جملوں کے درمیان جہت جامعہ یعنی مناسبت تامہ ہو اور عطف ڈالنے سے کوئی چیز مانع بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں ایک جملے کا دوسرے جملے پر واوَ کے ذریعے عطف ڈالنا واجب ہے۔

مثال:۔ **ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم.** ان آیت میں دونوں جملوں میں وصل کیا گیا ہے کیونکہ دونوں جملے خبریہ ہیں ابرار کی ضد فجار ہے اور نعیم کی ضد جحیم ہے مناسبت تامہ بھی پائی گئی ہے اور کوئی چیز مانع بھی نہیں ہے اس لیے ان دونوں جملوں میں واوَ کے ساتھ وصل کیا گیا ہے۔

مثال:۔ **فلیضحکوا قلیلاً ولیبکوا کثیراً.** ان دونوں جملوں میں وصل ہے کیونکہ دونوں جملے انشائیہ ہیں ضحک کی ضد بکی ہے اور قلیل کی ضد کثیر ہے مناسبت تامہ بھی پائی

گئی اور عطف ڈالنے کے لیے کوئی مانع بھی نہیں ہے لہٰذا دوسرے جملے کا پہلے جملے پر واؤ کے ذریعے عطف ڈالنا واجب ہے۔

(۲) جب حروف عطف کو چھوڑنے میں خلاف مقصود کا وہم پیدا ہو تو اس صورت میں واؤ کے ذریعے دوسرے جملے کا پہلے پر عطف ڈالنا واجب ہوتا ہے۔

مثال:۔ جیسے تو کہے **لا وشفاه الله** اس شخص کے جواب میں جو تجھ سے سوال کرے **هل برئ علی من المرض** اور تیرا قول **لا وشفاه الله** اصل میں تھا **لا یبرئی** یہ خبر ہے اور شفاہ اللہ جملہ انشائیہ ہے تو ان دونوں کے درمیان کمال انقطاع ہے جو فصل اور ترک عطف کا سبب ہے لیکن یہاں پر وصل واجب ہے اگر واؤ لا کر وصل نہ کیا جاتا بلکہ یوں کہا جاتا لا شفاء اللہ تو اس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ یہ بددعاء دے رہا ہے حالانکہ بددعا دینا مقصود نہیں بلکہ دعا دینا مقصود ہے۔

(مَوَاضِعُ الْفَصْلِ) يَجِبُ الْفَصْلُ فِيْ خَمْسَةِ مَوَاضِعَ الاَوَّلُ اَنْ يَّكُوْنَ بَيْنَ الْجُمْلَتَيْنِ اِتِّحَادٌ تَامٌ بِاَنْ تَكُوْنَ الثَّانِيَةُ بَدْلاً مِنَ الْاَوْلٰى نحو اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَبَنِيْنَ اَوْبَانْ تَكُوْنَ بَيَاناً لَهَا نحو فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ يَاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ اَوْبَانْ تَكُوْنَ مُؤَكِّدَةً لَهَا نحو فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْداً وَيُقَالُ فِيْ هٰذَا الْمَوْضِعِ اَنَّ بَيْنَ الْجُمْلَتَيْنِ كَمَالُ الْاِتِّصَالِ الثانى اَنْ يَّكُوْنَ بَيْنَ الْجُمْلَتَيْنِ تَبَايُنٌ تَامٌ بِاَنْ يَّخْتَلِفَا خَبَراً اَوْ اِنْشَاءً كَقَوْلِهٖ وَقَالَ رَائِدُهُمْ اَرْسُوْا نُزَاوِلُهَا. فَحَتْفُ كُلِّ امْرَاءٍ يَجْزِىْ بِمِقْدَارٍ اَوْبَانْ لاَ يَكُوْنَ بَيْنَهُمَا مُنَاسَبَةٌ فِى الْمَعْنٰى كَقَوْلِكَ عَلِيٌّ كَاتِبٌ اَلْحَمَامُ طَائِرٌ فَاِنَّهٗ لاَ مُنَاسَبَةَ فِى الْمَعْنٰى بَيْنَ كِتَابَةِ عَلِيٍّ وَطَيَرَانِ الْحَمَامِ وَيُقَالُ فِيْ هٰذَاالْمَوْضِعِ اَنَّ بَيْنَ الْجُمْلَتَيْنِ كَمَالَ الْاِنْقِطَاعِ الثالث كَوْنُ الْجُمْلَةِ الثَّانِيَةِ جَوَاباً عَنْ سَوَالٍ نَشَأَ مِنَ الْجُمْلَةِ الْاُوْلٰى كَقَوْلِهٖ زَعَمَ الْعَوَاذِلُ اَنَّنِىْ فِىْ غَمْرَةٍ. صَدَقُوْا وَلٰكِنْ غَمْرَتِىْ لاَ تَنْجَلِىْ كَاَنَّهٗ قِيْلَ اَصَدَقُوْا فِىْ زَعْمِهِمْ اَمْ كَذَبُوْا فَقَالَ صَدَقُوْا وَيُقَالُ بَيْنَ الْجُمْلَتَيْنِ شِبْهُ كَمَالِ الْاِتِّصَالِ۔

ترجمہ:۔ یہ فصل کی جگہیں ہیں فصل پانچ جگہوں میں واجب ہے اول دو جملوں

کے درمیان اتحاد تام ہو بایں طور کہ دوسرا جملہ پہلے جملے سے بدل ہو جیسے مدد کی اس نے تمہاری ان چیزوں کے ساتھ جن کو تم جانتے ہو مدد کی اس نے تمہاری چوپاؤں کے ساتھ اور بیٹوں کے ساتھ یا بایں طور کہ دوسرا جملہ پہلے کے لیے بیان ہو جیسے وسوسہ ڈالا شیطان نے اس کی طرف شیطان نے کہا اے آدم کیا میں نہ بتاؤں تجھ کو ہمیشگی کا درخت یا دوسرا جملہ پہلے جملے کے لیے تاکید ہو جیسے پس مہلت دیں کافروں کو مہلت دیں ان کو تھوڑی دیر اور کہا جاتا ہے ان جگہوں میں کہ دو جملوں کے درمیان کمال اتصال ہے۔
ثانی دونوں جملوں کے درمیان تباین تام ہو بایں طور کہ دونوں جملے مختلف ہوں خبر اور انشاء کے اعتبار سے جیسے شاعر کا قول ان کے سردار نے کہا ٹھہر جاؤ ہم جنگ کا مقابلہ کریں گے۔ پس موت ہر آدمی کی آتی ہے اپنے وقت پر۔ یا بایں طور کہ ان دونوں جملوں کے معنی میں مناسبت نہ ہو جیسے تیرا قول علی کاتب ہے کبوتر اڑتا ہے پس بے شک علی کی کتابت اور کبوتر کے اڑنے کے معنی میں کوئی مناسبت نہیں ہے اور کہا جاتا ہے اس جگہ میں بے شک ان دونوں جملوں کے درمیان کمال انقطاع ہے۔
ثالث:۔ دوسرا جملہ اس سوال کا جواب ہوتا ہے جو پہلے جملے سے پیدا ہوا ہے جیسا کہ اس کا قول۔ ملامت کرنے والی جماعت نے یہ گمان کیا بے شک میں سختی میں ہوں۔ انہوں نے سچ کہا لیکن میری سختی ختم نہیں ہو گی گویا کہ کہا گیا کیا وہ لوگ اپنے گمان میں سچے ہیں یا جھوٹے ہیں پس کہا وہ سچے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ دو جملوں کے درمیان شبیہ کمال اتصال ہے۔

تشریح:۔ (مواضع الفصل) **یجب الفصل فی خمسة مواضع.** یہاں سے مصنفؒ فصل کے مواقع بیان کر رہے ہیں چنانچہ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ پانچ جگہوں میں فصل واجب ہے دو جملوں کے درمیان اتحاد تام ہو بایں طور کہ دوسرا جملہ پہلے جملے سے بدل ہو۔

مثال:۔ جیسے **امد کم بما تعلمون امد کم بانعام و بنین.** اس مثال میں **امد کم** یہ پہلا جملہ ہے جو کہ مجمل ہے اس اجمال کی تفسیر کے لیے دوسرا جملہ **امد کم بانعام و بنین** لائے ہیں جس میں پہلے جملہ کی وضاحت ہو گئی یا دوسرا جملہ پہلے جملے کا بیان ہو۔

مثال:۔ جیسے **فوسوس الیہ الشیطان قال یادم هل ادلک علی شجرة**

الخلد. آیت مذکور میں دوسرا جملہ قال یادم پہلے جملہ فوسوس الیہ الشیطان کا بیان ہے یعنی بہکانے کا انداز کیا تھا اس کو دوسرے جملہ میں بیان کیا گیا اس لیے دونوں جملوں میں فصل ہے یا دوسرا جملہ پہلے جملے کی تاکید ہو تو اس وقت بھی فصل واجب ہے۔

مثال:۔ جیسے فمهل الکافرین امهلهم رویدا اس مثال میں دوسرا جملہ امهلهم رویدا پہلے جملے کی تاکید ہے اور دونوں جملوں کا مطلب ایک ہی ہے اس وجہ سے فصل واقع ہے اور ان تین جگہوں میں ان دو جملوں کے درمیان کمال اتصال ہے۔

والثانی:۔ جب دو جملوں کے درمیان تباین تام ہو بایں طور کہ دونوں خبر اور انشاء کے اعتبار سے مختلف ہوں یعنی ایک جملہ خبریہ اور دوسرا جملہ انشائیہ ہو تو اس وقت بھی فصل واجب ہے۔

مثال:۔ جیسے شاعر کا قول۔

وقال رائدهم. ارسوا نزاولها. فحتف کل امریٔ یجری بمقدار.

اس شعر میں ارسوا جملہ انشائیہ ہے اور نزاولها جملہ خبریہ ہے تو ان دونوں جملوں کے درمیان تباین تام ہے اس لیے ان کے درمیان فصل لایا گیا ہے۔ یا ان دونوں جملوں کے درمیان معنوی مناسبت نہ ہو۔

مثال:۔ جیسے علی کاتب الحمام طائر. ان دونوں جملوں میں یعنی علی کی کتاب اور کبوتر کی اڑان میں کوئی معنوی مناسبت نہیں ہے اور کہا گیا ہے کہ ان دونوں جملوں میں کمال انقطاع ہے۔

الثالث:۔ دوسرا جملہ جواب ہو اس سوال کا جو پہلے جملے سے پیدا ہوتا ہے۔

مثال:۔ زعم العواذل اننی فی غمرة. صدقوا ولکن غمرتی لاتنجلی.

اس شعر میں پہلے جملہ سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ ملامت کرنے والے اپنے گمان میں سچ ہیں یا جھوٹے ہیں اور دوسرا جملہ صدقوا یہ اس کا جواب ہے کہ شاعر نے کہہ دیا کہ وہ اپنے گمان میں سچے ہیں کہ میری تنگی ختم ہونے والی نہیں ہے اور کہا گیا ہے کہ ان دونوں جملوں کے درمیان کمال اتصال کا شبہ ہے۔

لغت:۔ رائد اسم فاعل. تلاش کرنے والا، قوم کا سردار۔ مقدمة الجیش کا سردار۔ یہاں صرف سردار اور لیڈر کے معنی میں ہے جمع اس کی رُوّاد اور رادۃ آتی ہے ارسوا جمع

مذکر امر حاضر باب افعال بمعنی ٹھہرنا۔ ثابت ہونا۔ استوار ہونا۔ نــزاول بمعنی مقابلہ کرنا۔ کوشش کرنا از بـاب مناعلہ صیغہ جمع متکلم۔ حتف بمعنی موت کہا جاتا ہے مـات حتف انفہ. وہ اپنی موت سے مرا یجری واحد مذکر مضارع جـری یجری ہے باب ضرب یضرب بمعنی جاری ہونا۔ واقع ہونا زعم. واحد مذکر فعل ماضی زعم یزعم زعماً بـاب نـصر ینصر بمعنی گمان کرنا عواذل جمع ہے عاذلۃ کی بمعنی ملامت کرنے والیاں یہاں لاکر معنی میں ہے غمرۃ جمع غـمر غمار غمرات بمعنی شدت مصیبت صدقوا صـدق یـصدق صدقاً باب نصر ینصر بمعنی سچ بولنا لاتنجلی واحد مونث مضارع باب افعال بمعنی ظاہر ہونا کہا جاتا ہے انجلی الهم عن قلبی میرے دل سے غم دور ہو گیا۔ یہاں یہی دوسرے معنی مراد لیے گئے ہیں۔

اشعار کی ترکیب:۔

(۱) وقال رائدهم ارسوا نزاولها. مختلف کل امرئ یجری بمقدار.

قـال فعل رائـد هم فاعل ارسـوا فعل امر بفاعل نـزاول فعل نـحن فاعل ها مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر معلل فا تعلیلیہ حتف کـل امـرئ مرکب اضافی مبتداء یـجـری فعل بفاعل بـمـقدار متعلق یجری کے فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر مبتداء اپنی خبر سے مل کر تعلیل معلل تعلیل مل کر جواب امر، امر اپنے جواب امر سے مل کر مقولہ فعل اپنے فاعل اور مقولہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

(۲) زعم العواذل اننی فی غمرة صدقوا ولکن غمرتی لا تنجلی

زعم فعل العواذل فاعل اَنَّ حروف مشبہ بالفعل ی اسم فـی غـمرۃ کائن مقدر کے متعلق ہو کر خبر اَنَّ اپنے اسم و خبر سے مل کر مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملۂ فعلیہ خبریہ ہوا۔

صـدقـوا فعل بفاعل معطوف علیہ واوٗ عاطفہ لکن استدراکیہ غـمـرتـی مرکب اضافی مبتداء لاتنجلی فعل ہی ضمیر فاعل فعل اپنے فاعل سے مل کر خبر مبتداء اپنی خبر سے مل کر معطوف معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

الـرابع. اَنْ تَسبِقَ جُمْلَةً بِـجُمْلَتَيْنِ يَصِـحُّ عَـطْفُهَا عَلٰى اِحْدٰىهُمَا لِوُجُـوْدِ الْـمُـنَـاسِبَةِ وَفِـىْ عَـطْفِهَا عَلَى الْاُخْرٰى فَسَادٍ فَيُتْرَكُ الْعَطْفُ دَفْعًا

لِلَوهُم کَقَولِه وَتَظُنُّ سَلمیٰ اَنّیِ ابغِیْ بِهَا. بَدَلاً اُرَاهَا فِی الضَّلَالِ تَهِیمُ فَجُمْلَةُ اُرَاهَا یَصِحُّ عَطفُهَا عَلیٰ تَظُنُّ لٰکِنْ یَمْنَعُ مِنْ هٰذَا تَوَهُّمُ العَطْفِ عَلیٰ جُمْلَةِ اِبغِیْ بِهَا فَتَکُونُ الْجُمْلَةَ الثَّالِثَةِ مِنْ مَظْنُوْنَاتِ سَلْمیٰ مَعَ اَنَّهُ لَیْسَ مُرَاداً وَیُقَالُ بَیْنَ الجُمْلَتَیْنِ فِیْ هٰذَا الْمَوْضِعِ شبه کَمَالِ الْاِنْقِطَاعِ الْخَامِسُ. اَنْ لَّا یُقْصَدَ تَشْرِیکَ الجُمْلَتَیْنِ فِیْ الْحُکْمِ لِقِیَامِ مَانِعٍ کَقَوْلِهِ تَعَالیٰ وَاِذَاخَلَوْا اِلٰی شَیَاطِیْنِهِمْ قَالُوْا اِنَّا مَعَکُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ اَللّٰهُ یَسْتَهْزِءُ بِهِمْ فَجُمْلَةُ اَللّٰهُ یَسْتَهْزِءُ بِهِمْ لاَ یَصِحُّ عَطْفُهَا عَلیٰ اِنَّا مَعَکُمْ لِاقْتِضَائِهِ اِنَّهُ مِنْ مَقُوْلِهِمْ وَلاَ عَلیٰ جُمْلَةَ قَالُوْا لاِقْتِضَائِهِ اِنَّ اسْتَهْزِءَ اللّٰهِ بِهِمْ مُقَیَّدٌ بِحَالِ خُلُوِّهِمْ اِلیٰ شَیَاطِیْنِهِمْ وَیُقَالُ بَیْنَ الجملتین فِیْ هٰذَا الْمَوْضِعِ تَوَسُّطِ بَیْنَ الْکَمَالَیْنِ.

ترجمہ:۔ چوتھی جگہ یہ ہے کہ دو جملوں سے پہلے کوئی جملہ آ جائے جس کا عطف کرنا صحیح ہو ان دو جملوں میں سے کسی ایک جملہ پر بوجہ مناسبت کے پائے جانے سے اور دوسرے جملے پر پہلے جملے کے عطف میں فساد ہو پس چھوڑ دیا جائے گا عطف کو وہم کو دور کرنے کے لیے جیسے اس کا قول سلمیٰ گمان کرتی ہے کہ بے شک میں اس کے بدلے میں دوسرے کو چاہتا ہوں میں گمان کرتا ہوں سلمیٰ کو گمراہی میں حیران۔ پس جملہ اراھا کا تظن پر عطف کرنا صحیح ہے لیکن منع کرتا ہے اس عطف سے ابغی بھا کے جملہ پر عطف کرنے کا وہم پس ہوگا تیسرا جملہ بھی سلمیٰ کے مظنونات میں سے باوجود اس کے کہ وہ مراد نہیں ہے اور کہا گیا ہے اس جگہ میں دو جملوں کے درمیان کمال انقطاع کا شبہ ہے اور پانچویں جگہ یہ ہے کہ نہ قصد کیا جائے ایک حکم میں دو جملوں کو شریک کرنے کا بوجہ پائے جانے مانع کے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول۔ اور جب وہ تنہائی میں ہوتے ہیں اپنے شیاطین کے پاس تو کہتے ہیں بے شک ہم تمہارے ساتھ ہیں سوائے اس کے نہیں ہم تو مذاق کرنے والے ہیں اللہ ان سے استہزاء کرتا ہے پس جملہ اللّٰہ یستھزء بھم نہیں ہے صحیح اس کا عطف انامعکم پر بوجہ تقاضا کرنے اس بات کے کہ یہ کفار کا مقولہ ہے اور قالوا کے جملہ پر بھی عطف کرنا صحیح نہیں ہے یہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اللہ کا استہزاء ان کے ساتھ مقید ہو جائے گا ان کے سرداروں کے پاس ان کے تنہائی میں ہونے کی حالت کے ساتھ اور کہا جاتا ہے اس جگہ میں دو جملوں کے درمیان توسط بین

الکمالین ہے۔

تشریح:۔ الرابع ان تسبق جملہ بجملتین...... الی...... شبہ کمال الانقطاع یہاں سے مصنفؒ چوتھی جگہ کو بیان کر رہے ہیں جہاں پر فصل کرنا واجب ہے دو جملوں کے درمیان۔ فرماتے ہیں کہ دو جملوں کے بعد کوئی ایسا جملہ ہو جس کا عطف کرنا ان دو جملوں میں سے کسی ایک جملہ پر صحیح ہو لیکن عطف کرنے میں اس بات کا وہم ہو کہ اس جملے کا دوسرے جملے پر عطف مقصود نہیں ہے بلکہ اس وہم کو دور کرنے کے لیے عطف کو ترک کر دیا جائے گا۔

مثال:۔ جیسے اب اس شعر میں ایک جملہ ابغی بھا بدلاً ہے اور دوسرا جملہ اراھا فی الضلال تھیم ہے اور ان دونوں جملوں سے پہلے تظن سلمی جملہ ہے اگر اراھا کا عطف تظن پر کریں تو یہ صحیح ہے کیونکہ ان دونوں کے درمیان مناسبت پائی جاتی ہے تو معنی ہوگا کہ سلمیٰ گمان کرتی ہے میں اس کے علاوہ کسی اور کو چاہتا ہوں اور میں گمان کرتا ہوں اس کو گمراہی میں حیران لیکن عطف نہیں کیا گیا اس لیے کہ اگر عطف کے ساتھ واراھا کہہ دیا جاتا تو یہ وہم ہو سکتا تھا کہ اراھا کا عطف تظن پر نہیں ہے بلکہ ابغی بھا پر ہے تو ایسی صورت میں جملہ اراھا بھی سلمیٰ کے مظنونات میں سے ہوتا تو مطلب یہ ہو جاتا کہ سلمیٰ یہ گمان کرتی ہے کہ میں اس کے علاوہ کسی اور کو چاہتا ہوں اور یہ بھی گمان کرتی ہے کہ میں گمان کرتا ہوں اس کو گمراہی میں حیران تو اس صورت میں سلمیٰ دو گمان کرتی ہے تو اس خرابی کی وجہ سے فصل وجوبی طور پر کیا گیا ہے اور عطف کو ترک کر دیا گیا ہے۔ اراھا کو بغیر عطف کے ذکر کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے ان دو جملوں کے درمیان کمال انقطاع کا شبہ ہے۔

الخامس ان لاتقصد تشریک الجملتین ... الی ... توسط بین الکمالین۔ یہاں سے مصنفؒ پانچویں جگہ کو بیان کر رہے ہیں جہاں دو جملوں کے درمیان فصل واجب ہے حکم واحد میں دو جملوں کی شرکت کا ارادہ نہ کیا جائے بوجہ مانع کے پائے جانے کے یعنی دوسرا جملہ پہلے جملے کے حکم میں شریک نہیں اس لیے کہ عدم شرکت کا مانع موجود ہے۔

مثال:۔ جیسے اللہ کا قول واذا خلوا الی شیاطینھم قالوا انا معکم انما نحن

مستھزؤن اللّٰہ یستھز بھم. اس مثال میں جملہ اللّٰہ یستھز بھم کا عطف انا معکم پر صحیح نہیں ہے اس لیے کہ اگر اس کا عطف انا معکم پر ڈالیں تو یہ کفار کا مقولہ ہے حالانکہ اللّٰہ یستھز بھم کفار کا مقولہ نہیں اسی طرح اللّٰہ یستھزء بھم کا عطف قالوا پر بھی صحیح نہیں کیونکہ اگر قالوا پر عطف ڈالیں تو اللّٰہ کا استہزاء مقید ہو جائے گا اذاخلوا الٰی شیاطینھم کے ساتھ مطلب یہ ہے کہ اللہ کا استہزاء مقید ہے ان کفار کے ساتھ اس حالت میں جب وہ اپنے شیاطین کے پاس جاتے ہیں حالانکہ اللہ کا ستہزاء ان کے ساتھ دائمی ہے مقید نہیں ہے اس لیے فصل واجب ہے اور کہا گیا ہے کہ ان دو جملوں کے دمیان اس جگہ کمال انقطاع اور کمال اتصال کا درمیانہ درجہ ہے۔

لغت:۔ تظن واحد مؤنث غائب مضارع ظَنَّ یَظُنَّ ظَنًّا باب نصر ینصر بمعنی گمان کرنا۔ ابغی. بَغیٰ یَبْغِیُ بَغْیًا باب ضرب یضرب بمعنی طلب کرنا اُری. واحد متکلم مضارع مجہول باب فتح یفتح بمعنی دیکھنا تھیم. واحد مؤنث غائب ھَامَ یَھِیمُ ھَیمًا. باب ضرب یضرب بمعنی آوارہ پھرنا۔ پریشان ہونا یہاں دوسرا معنی مراد ہے۔

ترکیب:۔ وتظن سلمیٰ انني ابغی بھا. بدلاً اراھا فی الضلال تھیم.

تظن فعل سلمیٰ ذوالحال ان حرف مشبہ بالفعل نون وقایہ ی ضمیر اسم ابغی فعل بافاعل بھا متعلق بدلاً مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور متعلق اور مفعول بہ سے مل کر خبر اَنَّ اپنے اسم وخبر سے مل کر مفعول بہ تظن کا اراھا فعل مجہول انا ضمیر نائب فاعل ھا ضمیر مفعول بہ اول فی الضلال متعلق مقدم تھیم فعل بافاعل فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر مفعول بہ ثانی فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر فاعل فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

سوالات:۔ (۱) وصل کی تعریف کریں اور اس کے کلمات بتائیں؟
(۲) وصل کے مواقع کتنے اور کون کون سے ہیں؟
(۳) فصل کی تعریف کریں؟
(۴) فصل کے مواقع کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں؟
(۵) کمال اتصال اور شبہ کمال اتصال کا کیا مطلب ہے؟
(۶) کمال انقطاع اور شبہ کمال انقطاع کسے کہتے ہیں؟

(۷) توسط بین الکمالین کہاں مانا جاتا ہے۔

الباب الثامن فی الایجاز والاطناب والمساواۃ

آٹھواں باب ایجاز اور اطناب اور مساواۃ کے بارے میں ہے

كُلُّ مَايَجُوْلُ فِي الصَّدْرِ مِنَ الْمَعَانِيْ يُمْكِنُ اَنْ يُعَبَّرَعَنْهُ بِثَلاثِ طُرُقٍ.

(۱) اَلْمُسَاوَاةُ وَهِيَ تَأْدِيَةُ الْمَعْنٰى الْمُرَادُ بِعِبَارَةٍ مُسَاوِيَةٍ لَهٗ بِاَنْ تَكُوْنَ عَلَى الْحَدِّالَّذِيْ جَرٰى بِهٖ عُرْفُ اَوْسَاطِ النَّاسِ وَهُمُ الَّذِيْنَ لَمْ يَرْتَقُوْا اِلٰى دَرَجَةِ الْبَلَاغَةِ وَلَمْ يَنْحَطُوْا اِلٰى دَرَجَةِ الْفَهَاهَةِ نَحْوُ وَاِذَارَأَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْ اٰيَاتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ.

(۲) وَالْاِيْجَازُ وَهُوَ تَأْدِيَةُ الْمَعْنٰى بِعِبَارَةٍ نَاقِصَةٍ عَنْهُ مَعَ وَفَائِهَا بِالْغَرْضِ نحو قِفَا نَبْكِ مِنْ ذِكْرٰى حَبِيْبٍ وَمَنْزِلٍ فَاِذَا لَمْ تَفِ بِالْغَرْضِ سُمِّيَ اِخْلَالاً كقوله وَالْعَيْشُ خَيْرٌ فِيْ ضِلَالِ النَّوْكِ مِمَّنْ عَاشَ كَدًّا. مُرَادُهٗ اَنَّ الْعَيْشَ الرَّغَدَ فِيْ ظِلَالِ الْحُمْقِ خَيْرٌ مِنَ الْعَيْشِ الشَّاقِ فِيْ ظِلَالِ الْعَقْلِ.

(۳) وَالْاِطْنَابُ وَهُوَتَأْدِيَةُ الْمَعْنٰى بِعِبَارَةٍ زَائِدَةٍ عَنْهُ مَعَ الْفَائِدَةِ نحو (رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْباً) اَيْ كَبِرْتُ فَاِذَا لَمْ تَكُنْ فِي الزِّيَادَةِ فَائِدَةٍ سُمِّيَ تَطْوِيْلاً اِنْ كَانَتِ الزِّيَادَةُ غَيْرَ مُتَعَيِّنَةٍ وَحَشْواً اِنْ تَعَيَّنَتْ فَالتَّطْوِيْلُ نَحْوُ وَاَلْفٰى قَوْلَهَا كَذِباً وَمَيْناً وَالْحَشْوُ نحو وَاَعْلَمُ عِلْمَ الْيَوْمِ وَالْاَمْسِ قَبْلَهٗ.

ترجمہ:۔ ہر ایسا معنی جو انسان کے دل میں پیدا ہو اس کو تین طریقوں سے تعبیر کرنا ممکن ہے۔

(۱) مساواۃ وہ کلام ہے جو معنی کی مراد کو ادا کرے ایسی عبارت کے ساتھ جو اس معنی کے مساوی ہو وہ عبارت اس حد پر ہو جس پر جاری ہوتا ہے درمیانہ طبقے کے لوگوں کا عرف اور وہ ایسے لوگ ہیں جو درجہ بلاغت تک نہ پہنچے ہوں اور نہ درجہ جہالت تک گرے ہوں جیسے جب تو دیکھے ان لوگوں کو جو ہماری آیات میں پڑے رہتے ہیں پس آپ ان سے اعراض کریں۔

(۲) ایجاز وہ کلام ہے جو معنی کو ادا کرے ایسی عبارت کے ساتھ جو اس سے کم ہو اور وہ عبارت پورا کر دیتی ہے معنی مرادی کی غرض کو جیسے ٹھہر جاؤ ہم رولیں محبوبہ اور اس کی منزل کی یاد میں پس جب نہ پوری کرے غرض کو تو نام رکھا جاتا ہے اخلال جیسے شاعر کا قول ہے اور زندگی گزارنا بہتر ہے حماقت کے سایوں میں اس زندگی سے جو گزار دی جائے تنگی میں۔ مراد اس کی یہ ہے کہ عیش وعشرت کے ساتھ زندگی گزارنا بے وقوفی کے سایہ میں گزارنا بہتر ہے اس تنگ زندگی سے جو گزار دی جائے عقل کے سایہ میں

(۳) اور اطناب وہ معنی کو ادا کرنا ہے ایسی عبارت کے ساتھ جو اس سے زائد فائدہ کے ساتھ ہو جیسے اے میرے رب بے شک میری ہڈیاں کمزور ہو گئیں اور سر کے بال بھی سفید ہو چکے ہیں یعنی میں بوڑھا ہو گیا ہوں پس جب زائد عبارت میں فائدہ نہ ہو تو نام رکھا جاتا ہے تطویل اگر زائد عبارت متعین نہ ہو اور حشو اگر زائد عبارت متعین ہو پس تطویل اور پایا میں نے اس کی بات کو جھوٹ در جھوٹ اور حشو جیسے اور میں جانتا ہوں آج کے علم کو اور کل کے علم کو جو آج سے پہلے ہے۔

تشریح:۔ کل مایجول فی الصدر ..... الی ..... والامس قبله۔ یہاں سے مصنف کلام کرنے کے طریقے بیان کر رہے ہیں چنانچہ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ کلام کرنے کے تین طریقے ہیں۔ (۱) مساواۃ (۲) اطناب (۳) ایجاز۔

(۱) مساواۃ:۔

الفاظ معنی مقصود کے برابر ہوں یعنی اگر لفظ زیادہ ہوں تو معنی بھی زیادہ ہوں اگر لفظ کم ہوں تو معانی بھی کم ہوں اور اس عبارت کو درمیانہ درجہ کے لوگ سمجھ سکیں۔

مثال:۔ جیسے واذارایت الذین یخوضون فی ایٰتنا فاعرض عنھم۔

اس آیت میں مساواۃ ہے کیونکہ اس میں معنی کی عبارت کو ایسے طریقے سے ادا کیا گیا ہے جس میں عرف جاری ہو سکتا ہے یعنی درمیانہ درجہ کے لوگ بغیر کسی کمی اور زیادتی کے اس عبارت کے معانی سمجھ سکتے ہیں اس آیت میں الفاظ اور معانی مقصودہ دونوں برابر ہیں۔

(۲) ایجاز:۔

معنی کی مراد کو ادا کرنا ایسی عبارت کے ساتھ جو معانی سے کم ہو یعنی معانی زیادہ ہوں اور عبارت کم تو عبارت کے کم ہونے کے باوجود وہ عبارت معنی مرادی کی غرض کو پورا کردے تو اس کو ایجاز کہتے ہیں۔

مثال:۔ جیسے قفا نبک من ذکریٰ حبیب و منزل. اب یہ عبارت ناقص ہے لیکن معنی امرادی کی غرض کو پورا کررہی ہے کیونکہ اصل عبارت تھی من ذکریٰ حبیبنا منزلہ اس لیے کہ کلام سیاق مضاف الیہ کے حذف ہونے پر دلالت کررہا ہے اور یہاں مضاف الیہ محذوف ہے جو کہ ۂ اور نا ضمیر ہے اگر عبارت معنی مرادی کی غرض کو پورا نہیں کرتی تو ایسی عبارت کو اخلال کہتے ہیں۔

مثال:۔ جیسے والعیش خیر فی ظلال النوک ممن عاش کدا یہ شعر شاعر کی مراد کو واضح نہیں کررہا کیونکہ شاعر کی مراد یہ ہے کہ عیش و عشرت کی زندگی حماقت کے سائے میں بہتر ہے اس تنگ زندگی سے جو گزار دی جائے عقل کے سائے میں تو شعر کا پہلا جو معنی کیا گیا ہے اس سے معنی کی مراد واضح نہیں ہورہی تھی لہٰذا اس کلام کو اخلال کہتے ہیں۔

(۳) اطناب:۔

یہ ہے کہ معنی کو ادا کرنا ہے ایسی عبارت کے ساتھ جو اس سے زائد ہو اور وہ زائد عبارت فائدے سے خالی نہ ہو۔

مثال:۔ جیسے رب انی وھن العظم منی واشتعل الرأس شیباً اس آیت میں واشتعل الرأس یہ عبارت زائد ہے لیکن اس کا فائدہ بھی ہے کیونکہ یہ پہلی بات کو مزید پختہ کرنے کے لیے لائی گئی ہے پوری عبارت کا حاصل یہ ہے کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں اگر زائد عبارت لانے میں فائدہ بھی نہیں ہے اور وہ زائد عبارت متعین بھی نہیں ہے تو اس قسم کی زیادتی کو تطویل کہتے ہیں۔

مثال:۔ جیسے والفی قولھا کذباً و میناً اس مثال میں کذباً و میناً کا جمع کرنا

فائدہ ہے کیونکہ ان دونوں میں ایک زائد ہے لیکن اس کا زائد ہونا متعین نہیں ہے کیونکہ دونوں کا معنی ایک ہی ہے جھوٹ ان دونوں میں سے ایک کی زیادتی تطویل ہے۔ اگر زائد عبارت بے فائدہ ہے لیکن اس کا زائد ہونا متعین ہے تو ایسی زیادتی کو حشو کہتے ہیں۔

مثال:۔ جیسے واعلم علم الیوم والامس قبلہٗ اس مثال میں قبلہٗ زائد ہے اور بے فائدہ ہے کیونکہ اس کا معنی کل گزشتہ اور قبلہٗ کا معنی آج سے پہلے دونوں کا معنی ایک ہی ہے لیکن زیادتی متعین ہے اس لیے اس کو حشو کہتے ہیں۔ تو گویا تطویل اور حشو کے درمیان فرق تعیین اور عدم تعیین کا ہے۔

لغت:۔ والعیش عاش یعیش عیشاً باب ضرب یضرب بمعنی ارام کے ساتھ زندگی گزارنا خیر اسم تفضیل اصل میں اَخْیَر تھا یاء کی حرکت نقل کر کے خاء کو دی پھر خلاف قیاس ہمزہ کو حذف کر دیا آخر میں تنوین کو بڑھا دیا تو خیرٌ ہو گیا نوک نوکا نواکۃً باب سمع سمع بمعنی بے وقوف ہونا کدًا کدا یکدوا کدًا باب نصر ینصر یعنی محنت کرنا۔ روزی طلب کرنا۔

ترکیب:۔ والعیش خیر فی ظلال النوک ممن عاش کدا

واؤ عاطفہ العیش مصدر فی ظلال النوک متعلق العیش کے۔ العیش اپنے متعلق سے مل کر مبتداء خبر کا شبہ فعل ہو ضمیر فاعل من جارہ من اسم موصول عاش فعل ہو ضمیر ذوالحال کداً حال ذوالحال حال مل کر فاعل۔ فعل فاعل مل کر صلہ موصول صلہ مل کر مجرور جار مجرور مل کر متعلق خیرہ کے خیر، اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوئے۔

وَمِنْ دَوَاعِیَ الْاِیْجَازِ تَسْهِیْلُ الْحِفْظِ وَتَقْرِیْبُ الْفَهْمِ وَضِیْقُ الْمَقَامِ وَالْاِخْفَاءِ وَسَآمَةِ الْمُحَادَثَةِ وَمِنْ دَاوِعِیَ الْاَطْنَابِ تَثْبِیْتُ الْمَعْنیٰ وَتَوْضِیْحُ الْمُرَادِ وَالتَّوْکِیْدِ وَدَفْعُ الْاِیْهَامِ۔

ترجمہ:۔ اور ایجاز کے دواعی میں سے یہ ہے کہ حفظ میں آسانی پیدا کرنا اور مطلب کو قریب الفہم کرنا اور مقام کی تنگی اور پوشیدہ کرنا اور بات سے اکتاہٹ اور اطناب کے اسباب میں سے یہ ہے کہ معنی کو ثابت کرنا اور مراد کو واضح کرنا اور تاکید کرنا

اور وہم کو دور کرنا ہے۔

تشریح:۔ **و من دواعی الایجاز...... الی...... وسائمة المحادثه** یہاں سے مصنفؒ ایجاز کے اسباب کو بیان کر رہے ہیں کہ کن مقاصد کے لیے کلام کو مختصر لایا جاتا ہے چنانچہ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ان اسباب میں سے پہلا سبب تسہیل الحفظ ہے۔ یاد کرنے میں آسانی پیدا کرنا یعنی کلام کو مختصر اس لیے لایا جاتا ہے کہ یاد کرنے میں آسانی ہو بہ نسبت لمبی عبارت کے یاد کرنے سے۔

(۲) **تقریب الفهم** سمجھنے کے قریب کرنا یعنی عبارت کے مختصر لانے میں معنی کی مراد جلدی سمجھ آ جاتی ہے کیونکہ طویل بات سے کبھی کبھی اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

(۳) **ضیق المقام** مقام کی تنگی کی بناء پر کلام کو لمبا کرنے سے اجتناب کیا جاتا ہے تا کہ اصل مقصد فوت نہ ہو۔

(۴) **اخفاء** بات کو مخفی رکھنا یعنی کبھی اس لیے کلام کو ایجاز کے طریقے پر لاتے ہیں تا کہ سارے لوگ اس بات سے واقف نہ ہوں۔

(۵) **وساٴمة المحادثه** گفتگو سے اکتاہٹ یعنی کبھی طویل کلام سے اس لیے اجتناب کیا جاتا ہے تا کہ سامعین اکتاہٹ محسوس نہ کریں کیونکہ انسان طویل کلام سے اکتاہٹ محسوس کرنے لگتا ہے۔

ومن دواعی الاطناب...... الی...... ودفع الایهام. یہاں سے مصنفؒ اطناب کے اسباب بیان کر رہے ہیں۔

(۱) **تثبیت المعنی** مخاطب کے دل میں معنی کو پختہ کرنے کے لیے متکلم طویل کلام پیش کرتا ہے تا کہ وہ معنی مخاطب کے ذہن میں راسخ ہو جائے۔

(۲) **توضیح المراد** کبھی کلام میں معنی مرادی کی وضاحت کے لیے اطناب کرتے ہیں جبکہ معنی مرادی کی وضاحت مختصر عبارت سے نہ ہو سکتی ہو۔

(۳) **والتوکید** کبھی کلام میں اطناب کرتے ہیں تا کید کی غرض کے لیے یعنی بعد میں آنے والی کلام پہلی کلام کی تا کید واقع ہو۔

(۴) **ودفع الایهام** کبھی مختصر عبارت پیش کرتے ہیں اور معنی کے سمجھنے میں جو

وہم پیدا ہوتا ہے تو اس وہم کو دور کرنے کے لیے کلام میں اطناب کیا جاتا ہے۔

اَقْسَامُ الْاِیْجَازِ:۔

اَلْاِیْجَازُ اَنْ یَّکُوْنَ بِتَضَمُّنِ الْعِبَارَةِ الْقَصِیْرَةِ مَعَانِیاً کَثِیْرَةً وَهُوَ مَرْکَزُ عِنَایَةِ الْبُلَغَاءِ وَبِهٖ تَتَفَاوَتَ اَقْدَارُهُمْ وَیُسَمّٰی اِیْجَازَ قَصْرٍ نحو قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوةٌ وَاِمَّا اَنْ یَّکُوْنَ بِحَذْفِ کَلِمَةٍ اَوْ جُمْلَةٍ اَوْ اَکْثَرَ مَعَ قَرِیْنَةٍ تَعَیَّنَ الْمَحْذُوْفَ وَیُسَمّٰی اِیْجَازَ حَذْفٍ فَحَذْفُ الْکَلِمَةِ کَحَذْفِ (لاَ) فِیْ قَوْلِ اِمْرَئِ الْقَیْسِ. فَقُلْتُ یَمِیْنُ اللّٰهِ اَبْرَحُ قَاعِدًا. وَلَوْ قَطَعُوْا رَاْسِیْ لَدَیْکَ وَاَوْصَالِیْ. وَحَذْفُ الْجُمْلَةِ کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی وَاِنْ یُّکَذِّبُوْکَ فَقَدْ کُذِّبَکَ رُسُلٌ مِن قَبْلِکَ اَیْ فَتَاَسَّ وَاصْبِرْ. وَحَذْفُ الْاَکْثَرِ نحو قَوْلِهٖ تَعَالٰی (فَاَرْسِلُوْنِ یُوْسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ) اَیْ اَرْسِلُوْنِیْ اِلٰی یُوْسُفَ لِاَسْتَعْبِرَهُ الرُّؤْیَا فَفَعَلُوْا فَاَتَاهُ وَقَالَ لَهٗ یَا یُوْسُفَ.

ترجمہ:۔ ایجاز کی قسمیں ایجاز یا تو ہوتا ہے متضمن مختصر عبارت کے بہت زیادہ معانی پر اور وہ مرکز ہے بلغاء کی توجہ کا اور اسی سے ان بلغاء کے مرتبوں کا فرق ظاہر ہوتا ہے اور نام رکھا جاتا ہے اس ایجاز کا ایجاز قصر جیسے اللہ تعالیٰ کا قول اور تمہارے لیے قصاص میں بہت بڑی زندگی ہے۔ اور یا ہوتا ہے کبھی ایجاز حذف کلمہ کے ساتھ یا حذف جملہ کے ساتھ یا جملہ سے زیادہ حذف کے ساتھ ایسے قرینہ کے ساتھ جو محذوف کو متعین کر سکے اور نام رکھا جاتا ہے اس ایجاز کا ایجاز حذف۔ پس کلمہ کا حذف (لا) کے حذف جیسا ہے امرء القیس کے قول میں پس میں نے کہا اللہ کی قسم میں ہمیشہ بیٹھا رہوں گا اگر چہ وہ لوگ تمہارے سامنے میرا سر اور میرے جسم کے تمام جوڑوں کو کاٹ دیں اور حذف جملہ کی مثال جیسے اللہ تعالیٰ کا قول اور اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں پس تحقیق آپ سے پہلے بہت سے رسول جھٹلائے گئے یعنی آپ مایوس نہ ہوں اور صبر کریں اور حذف اکثر کی مثال جیسے اللہ تعالیٰ کا قول فارسلون یوسف ایھا الصدیق. یعنی مجھے یوسف تک جانے کی اجازت دیں تاکہ اس سے خواب کی تعبیر معلوم کرلوں پس لوگوں نے ایسا ہی کیا پس وہ آیا یوسف کے پاس اور اس نے کہا اے یوسف۔

تشریح:۔ اقسام الایجاز۔ یہاں سے مصنفؒ ایجاز کی قسمیں بیان کر رہے ہیں۔ ایجاز کی دو قسمیں ہیں۔(۱) ایجاز قصر (۲) ایجاز حذف۔

ایجاز قصر کی تعریف:۔

ایجاز قصر یہ ہے کہ عبارت مختصر ہو اور معانی زیادہ ہوں۔

مثال:۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول **و لکم فی القصاص حیوٰۃ** آیت مذکورہ میں الفاظ تو بہت مختصر ہیں لیکن اپنے اندر معانی کثیرہ کو سمیٹے ہوئے ہیں اس طریقے سے کہ آیت میں قصاص کا حکم دیا گیا ہے جب آیت میں غور و فکر کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ قصاص انسان کی زندگی کا سبب بنتا ہے کیونکہ جب قاتل پر شرعی حکم جاری کریں گے تو اس سے آدمی قتل کرنے سے رک جائے گا جب قتل کرنے سے رک جائے گا تو کوئی آدمی بھی خون بہانے کے لیے تیار نہیں ہوگا کیونکہ اسے معلوم ہوگا کہ مجھے بھی قصاصاً قتل کر دیا جائے گا آج دنیا میں جو دن بدن ظلم بڑھتا جا رہا ہے اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ ہم نے شریعت اسلام سے رخ موڑ لیا ہے جس کی وجہ سے قتل و غارت عام ہوتی جا رہی ہے۔

ایجاز حذف کی تعریف:۔

ایجاز حذف یہ ہے کہ کسی جملے میں کوئی کلمہ یا جملہ یا جملہ سے زائد کو حذف کر دیا جائے اور جملہ میں ایسا قرینہ بھی موجود ہو جو محذوف کو متعین کرے۔

حذف کلمہ کی مثال:۔

جیسے **فقلت یمین اللّٰہ ابرح قاعداً۔ ولو قطعوا رأسی لدیک و اوصالی** اس شعر میں البرح بمعنی لا ابرح ہے اور قرینہ متعین کر رہا ہے کہ محذوف کلمہ (لا) ہے کیونکہ ابرح فعل مضارع ہے اور ناقص ہے اور فعل ناقص ماضی پر (ما) آتا ہے جیسے مابرح اور فعل ناقص مضارع پر (لا) آتا ہے جیسے (لا) ابرح تو مضارع ابرح سے (لا) کو حذف کیا گیا ہے محل استشہاد ابرح ہے یہ ایجاز الحذف ہے۔

ترکیب:۔ فقلت یمین اللّٰہ ابرح قاعداً. ولو قطعوا رأ سی لدیک و اوصالی
قلت فعل بافاعل یمین اللّٰہ مضاف مضاف الیہ ل کر خبر مبتداء محذوف یمینی کا مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہو کر قسم اَبْرَحُ فعل ناقص انا ضمیر اس کا اسم قاعداً خبر فعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جزاء مقدم واؤ وصلیہ لو شرطیہ قطعوا فعل بافاعل اسی مرکب اضافی معطوف علیہ واؤ عاطفہ اوصالی معطوف معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مفعول بہ لدیک مرکب اضافی مفعول فیہ فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر شرطیہ مؤخر شرط اپنی جزاء سے مل کر جواب قسم قسم جواب قسم مل کر جملہ قسمیہ ہو کر مقولہ مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور مقولہ اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

حذف جملہ کی مثال:۔

وان یکذبوک فقد کذبت رسل من قبلک ای فتاس واصبر.
حذف کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ محذوف کی جگہ کسی چیز کو قائم نہ کیا جائے جیسے واسئل الاقریۃ اور ایک قسم یہ ہے کہ محذوف کی جگہ کسی چیز کو قائم کیا جائے جیسے وان یکذبوک شرط ہے اور اس کی جزاء فتأس واصبر ہے جس کو حذف کیا گیا ہے اور اس کی جگہ فقد کذبت رسل من قبلک کو رکھ دیا گیا ہے یعنی اگر وہ کفار آپ کو جھٹلاتے ہیں تو کوئی بات نہیں آپ سے پہلے بھی رسولوں کو جھٹلایا گیا ہے۔

حذف اکثر کی مثال:۔

فارسلون یوسف ایھا الصدیق. اس عبارت میں ایک جملہ سے زائد عبارت کو حذف کیا گیا ہے اصل عبارت تھی ارسلونی یوسف لاستعبرہ الرأیا ففعلوا فاتاہ وقال لہٗ یا یوسف؟

سوالات:۔ (۱) مافی الضمیر کو ادا کرنے کے کتنے طریقے ہیں اور کون کون سے ہیں؟
(۲) ایجاز کی تعریف کریں؟
(۳) ایجاز کی کتنی قسمیں اور کون کون سی ہیں؟

(۴) ایجاز کے دواعی ذکر کریں؟

(۵) تطویل اور حشو کے درمیان فرق مثال سے واضح کریں؟

(۶) اخلال اور مساوات کسے کہتے ہیں؟

(۷) امثلہ ذیل میں ایجاز کی قسموں کی نشاندہی کریں؟

(۱) اولئک لهم الامن.

(۲) فاصدع بماتؤمر.

(۳) تالله تفتأ تذكر يوسف.

(۴) اخرج منها مائها ومرعاها.

(۵) واسئل القرية.

(۶) لكن البر من اتقى.

(۷) خذا العفوا مربا العرف واعرض عن الجاهلين.

(۸) يارب.

(۹) فالله هو الولى.

(۱۰) ولكم فى القصاص حيوٰة

(۱۱) وان يكذبوک فقد كذبت رسل من قبلک.

اَقْسَامُ الْاَطْنَابِ:۔

اَلْاِطْنَابُ يَكُوْنُ بِاُمُوْرٍ كَثِيْرَةٍ (مِنْهَا) ذِكْرُالْخَاصِ بَعْدَ الْعَامِ نحو اِجْتَهِدُوْا فِيْ دُرُوْسِكُمْ وَلِلُّغَةُ الْعَرَبِيَّةِ وَفَائِدَتُهُ التَّنْبِيْهُ عَلٰى فَضْلُ الْخَاصِ كَاَنَّهُ لِرَفْعَتِهِ جِنْسٌ اٰخَرمَغَائِرٌ لِمَا قَبْلَهُ (وَمِنْهَا) ذِكْرُ الْعَامِ بَعْدَالْخَاصِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَىَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًاوَّ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ (وَمِنْهَا) اَلْاِيْضَاحُ بَعْدَ الْاِبْهَامِ نحو اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّ بَنِيْنَ (وَمِنْهَا) اَلتَّوْشِيْعُ وَهُوَ اَنْ يُؤْتٰى فِيْ اٰخِرِ الْكَلَامِ بِمُثَنّٰى مُفَسَّرٍ بِاثْنَيْنِ كَقَوْلِهٖ اَمْسٰى وَاَصْبَحَ مَنْ تِذْكَارِ كُمْ وَصِبًا. يَرْثِيْ لِيَ الْمُشْفِقَانَ الْاَهْلُ وَالْوَلَدُ.

ترجمہ:۔ اطناب کی قسمیں اطناب بہت سی چیزوں سے حاصل ہوتا ہے اور ان

میں سے ایک یہ ہے کہ عام کے بعد خاص کو ذکر کرنا جیسے کوشش کرو تم اپنے سبقوں میں اور عربی لغت میں اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ خاص کی فضیلت پر تنبیہ کرنا ہے گویا کہ وہ خاص اپنی بلندی کی وجہ سے دوسری جنس ہے جو اپنے ماقبل کے مغایر ہے اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ خاص کے بعد عام کو ذکر کرنا جیسے اللہ تعالیٰ کا قول اے میرے رب بخش دے تو مجھے اور میرے والدین کو اور اس شخص کو جو میرے گھر میں داخل ہو مومن ہو کر مومنین اور مومنات کو اور ان میں سے ایک ابہام کے بعد ایضاح ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول مدد کی اس نے تمہاری ان چیزوں سے جن کو تم جانتے ہو مدد کی اس نے تمہاری چوپایوں اور بیٹوں کے ساتھ اور ان میں سے ایک توشیع ہے اور وہ یہ ہے کہ کلام کے آخر میں تثنیہ لایا جائے جس کی تفسیر دو افراد سے کی جائے جیسے اس کا قول ہے صبح اور شام تمہاری یاد میں بے قرار رہتا ہوں اور رحم کرتے ہیں مجھ پر عشق میں دو مشفق یعنی اہل اور اولاد۔

تشریح:۔ اقسام الاطناب یہاں سے مصنفؒ اطناب کی اقسام بیان کر رہے ہیں اطناب کئی طریقوں سے حاصل ہوتا ہے۔

(۱) ذکر الخاص بعد العام یعنی عام کے بعد خاص کو ذکر کرنا علیٰ سبیل العطف کیونکہ عام کے بعد خاص کو علی سبیل العطف ذکر کیا جائے تو وہ فائدہ سے خالی نہیں۔

مثال:۔ اجتهدوا فی دروسکم واللغة العربیة اب اس مثال میں دروس عام ہے کیونکہ سبق میں لغت اور ادب اور فقہ اور حدیث اور تفسیر اور صرف ونحو وغیرہ ہو سکتے ہیں اور لغت عربی بھی دروس میں شامل ہے لیکن جب اللغة العربیة کو خاص طور پر ذکر کیا تو خاص کی فضیلت پر تنبیہ ہوگئی گویا کہ یہ علم کی الگ جنس ہے جس میں کوشش کرنے کو خاص کیا گیا ہے اگر لغت عربیہ کو ذکر نہ بھی کرتے تب بھی کلام کافی تھا

(۲) ذکر العام بعد الخاص خاص کے بعد عام کو ذکر کرنا۔

مثال:۔ جیسے رب اغفرلی ولوالدی و لمن دخل بیتی مؤمناً و للمؤمنین والمؤمنات۔ اس آیت میں (لی) سے خود حضرت نوح علیہ السلام مراد ہیں اور آپ کے مومن ہونے میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں اور مؤمنین عام ہے اور آپ مؤمنین میں

داخل ہیں لیکن یہاں خاص کا ذکر پہلے اس لیے کیا کہ آپ کے بخشش کے زیادہ حقدار ہیں بہ نسبت دوسروں کے اور اس کے بعد آپ کے والدین اور اس کے بعد آپ کے گھر میں مومن اگر دعا رب اغفر للمؤمنین والمؤمنات ہوتی تب بھی کلام پورا ہو جاتا اور دعا بھی پوری ہو جاتی لیکن حقدار ہونے کی وجہ سے لی اور والدی ولمن دخل بیتی مومنا کو مقدم کیا جو کہ اطناب ہے۔

(۳) الایضاح بعد الابهام کبھی عبارت میں اطناب کرتے ہیں ابہام کے بعد ایضاح کے لیے یعنی پہلے کلام مختصر ہوتی ہے جس میں ابہام ہوتا ہے تو اس ابہام کو دور کرنے کے لیے کلام کو لمبا پیش کرتے ہیں تاکہ ابہام ختم ہو جائے۔

مثال:۔ جیسے امدکم بما تعلمون امدکم بالغام و بنین اس مثال میں بما تعلمون میں ابہام تھا کہ ما سے کیا مراد ہے اس ابہام کو دور کرنے کے لیے با نعام و بنین سے اس کی وضاحت کر دی۔

(۴) التوشیع کبھی کلام میں اطناب کرتے ہیں توشع کے لیے۔ توشیع کا مطلب یہ ہے کہ کلام کے آخر میں تثنیہ لایا جائے جس کی تفسیر دو افراد سے کی جائے

مثال:۔ جیسے امسی واصبح من تدکارکم وصبا. یرثی لی المشفقان الاهل وانولد.

اس شعر کے آخر میں المشفقان تثنیہ کا صیغہ ہے اس کی تفسیر دو اسموں سے کی جا رہی ہے ایک اہل اور ایک ولد۔

شعر کی ترکیب:۔

امسی واضح من تذکارکم وصبا، یرثی لی المشفقان الاهل والولد.

امسی فعل انا ضمیر اسم و صبا محذوف خبر (وصبا مذکور کے قرینہ سے) فعل اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ اصبح فعل انا ضمیر اسم من تذکارکم متعلق مقدم و صبا کا وصبا شبہ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر فعل اپنے اسم اور خبر سے مل کر معطوف معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

یرثی فعل لی جار مجرور متعلق ہوئے المشفقان مبدل منہ الاهل والولا بدل مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر فاعل فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ

خبریہ ہوا۔

(وَمِنْهَا) التَّكْرِيْرُ لِغَرْضٍ فَطُوْلِ الْفَصْلِ فِيْ قَوْلِهٖ وَاِنَّ امْرَأً دَامَتْ مَوَاثِيْقَ عَهْدَه. عَلٰى مِثْلِ هٰذَا اِنَّهٗ لَكَرِيْمٌ وَكَزِيَادَةِ التَّرْغِيْبِ فِي الْعَفْوِ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. وَكَتَاكِيْدِ الْاِنْذَارِ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (وَمِنْهَا) الْاِعْتِرَاضُ وَهُوَ تَوَسُّطِ لَفْظٍ بَيْنَ اَجْزَاءِ جُمْلَةٍ اَوْبَيْنَ جُمْلَتَيْنِ مُرْتَبِطَتَيْنِ مَعْنًى لِغَرْضٍ نحو اِنَّ الثَّمَانِيْنَ وَبُلِّغْتَهَا وَقَدْ اَحْوَجَتْ سَمْعِيْ اِلٰى تَرْجُمَانٍ و نحو قَوْلِهٖ تَعَالٰى. وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهٗ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ.

ترجمہ:۔ اور ان میں سے ایک تکریر ہے کسی غرض کے لیے جیسے طول فصل اس کے قول میں اور بے شک جس شخص کا عہد و پیان ہمیشہ رہتا ہے اس جیسی چیز پر یقیناً وہ شریف آدمی ہے اور جیسے معافی کے بارے میں زیادتی ترغیب اللہ تعالیٰ کے قول میں بے شک تمہاری بیویاں اور تمہاری اولاد میں سے تمہارے دشمن ہیں پس تم ان سے ہوشیار رہو اگر تم چشم پوشی کرو اور درگزر کرو اور معاف کرو بے شک اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے اور جیسے ڈرانے کی تاکید اللہ تعالیٰ کے قول میں ہر گز نہیں عنقریب تم جان لو گے پھر ہر گز نہیں عنقریب تم جان لو گے اور ان میں سے ایک اعتراض ہے اور وہ یہ ہے کہ لفظ کو لانا درمیان میں جملہ کے اجزاء میں یا دو جملوں میں جو ملے ہوئے ہوں ازروئے معنی کے کسی غرض کے لیے جیسے بے شک اسی سال کی عمر اور تم پہنچائے جاؤ اس عمر تک تحقیق محتاج کر دیا میرے کانوں کو ترجمان کا اور جیسے اللہ تعالیٰ کا قول اور وہ اللہ کے لیے بیٹیاں بناتے ہیں حالانکہ وہ اس سے پاک ہے اور وہ اپنے لیے جو چاہتے ہیں پسند کرتے ہیں۔

تشریح:۔ التکریر کسی مقصد کے لیے کلام کو مقرر لانا اور وہ مقاصد مختلف ہیں۔

(ا) ان میں سے ایک طول فصل ہے۔

مثال:۔ جیسے وان امرأ دامت مواثیق عهده. علٰى مثل هذا انه لكريم اس شعر میں امرأ ان کا رسم ہے اور کریم خبر ہے درمیان میں دامت مواثیق عهده علٰى مثل

ھذا کا ایک طویل فاصلہ حائل ہے جو کہ مبتداء اور خبر کے درمیان فاصل تھی تو اس طویل فاصلہ کی وجہ سے کوئی غلط مفہوم سمجھ سکتا ہے تو اس فاصلہ کو ختم کرنے کے لیے انہٗ کو دوبارہ ذکر کیا تا کہ مفہوم صحیح سمجھا جا سکے۔

(۲) دوسرا مقصد عفو اور درگزر میں زیادہ ترغیب دلانا ہے۔

مثال:۔ جیسے ان من ازواجکم واولادکم عدولکم فاحذروھم وان تعفوا وتصفحوا وتغفروا افان اللہ غفور رحیم اس آیت میں امر بالعفو کا تکرار ہے یعنی تصفحوا وتغفروا کو تعفوا کے بعد ذکر کیا گیا ہے تا کہ معافی کے معاملہ میں زیادہ رغبت دلائی جائے۔

(۳) تیسرا مقصد انذار کی تاکید ہوتی ہے۔

مثال:۔ جیسے کلاسوف تعلمون ثم کلاسوف تعلمون اس آیت میں پہلا کلاسوف ان لوگوں کو ڈرانے کے لیے ہے جو دنیا میں منہمک ہو کر دین سے دور ہو چکے ہیں کیونکہ مقصد تو پہلے ہی سے حاصل ہو جاتا ہے لیکن تاکید کے لیے دوسرے کلاسوف کو ذکر کر دیا جو کہ اطناب ہے۔

(۴) الاعتراض کبھی اطناب اعتراض کے لیے آتا ہے۔اعتراض کا مطلب یہ ہے کہ ایک جملے کے اجزاء یا دو ایسے جملوں کے درمیان کسی لفظ کا آنا جو معنی کے اعتبار سے ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں اور یہ جملہ معترضہ لانا کسی مقصد کے لیے ہو۔

مثال:۔ جیسے ان الثمانین و بلغتھا. قداحوجت سمعی الی ترجمان.

یہ ایک جملہ ہے اور جملہ کے درمیان بلغتھا ہے جو کہ جملہ معترضہ ہے اور دعا کی غرض کے لیے لایا گیا ہے لیکن درمیان کلام میں یعنی مخاطب کو طول عمر کی دعا دی جا رہی ہے۔(۲) ویجعلون للہ البنات سبحانہٗ ولھم یاشتھون. اس آیت میں بھی جملہ معترضہ ہے وہ سبحانہ ہے جس کا ماقبل اور مابعد والی آیت سے کوئی تعلق نہیں اس لیے یہ اطناب ہے۔

اشعار کی ترکیب:۔ (۱) وانِ امرأدامت مواثیق عھدہٗ. علی مثل ھذا انہٗ لکریم.

واؤ عاطفہ ان حرف مشبہ بالفعل امرأ موصوف دامت فعل مواثیق مضاف عہدہ مرکب مضاف الیہ مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر فاعل علی جارہ مثل ھذا

مرکب اضافی مجرور جار مجرور مل کر دامت کے متعلق دامت فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صفت موصوف اپنی صفت سے مل کر ان کا اسم ان اپنے اسم سے مل کر مبدل منہ ان حروف مشبہ بالفعل ہ ضمیر اِنَّ کا اسم اِنَّ اپنے اسم سے مل کر بدل لام تاکید کریم اِنَّ کی خبر اِنَّ اپنے اسم اور جز سے مل کر جملہ خبریہ ہوا۔

(۲) ان الثمانين و بلغتها . قداحوجت سمعي الیٰ ترجمان.

اِنَّ حرف مشبہ بالفعل الثمانین ذوالحال واؤ حالیہ بلغت فعل مجہول ف ضمیر نائب فاعل ھا ضمیر مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر بتقدیر قد حال ذو الحال اپنے حال سے مل کر ان کا اسم قد تحقیقیہ احوجت فعل ھی ضمیر فاعل سمعی مرکب اضافی مفعول بہ الیٰ ترجمان جار مجرور مل کر متعلق ہوئے احوجت کے فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے ملک اِنَّ کی خبر اِنَّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(وَمِنْهَا) الْاِيْغَالُ وَهُوَ خَتْمُ الْكَلَامِ بِمَا يُفِيْدُ غَرَضاً يَتِمُّ الْمَعْنٰى بِدُوْنِهِ كَا الْمُبَالَغَةِ فِيْ قَوْلِ الْخَنْسَآءِ وَاِنَّ صَخْراً لَتَأْتَمُّ الْهُدَاةُ بِهٖ. كَاَنَّهٗ عِلْمٌ فِيْ رَأْسِهٖ نَارٌ. (وَمِنْهَا) التَّذْيِيْلُ وَهُوَ تَعْقِيْبُ الْجُمْلَةِ بِاُخْرٰى مُشْتَمِلُ عَلٰى مَعْنَاهَا تَاكِيْدًا لَهَا وَهُوَ اِمَّا اَنْ يَّكُوْنَ جَارِياً مَجْرَى الْمَثَلِ لِاسْتِقْلَالِ مَعْنَاهُ وَاسْتِغْنَائِهٖ عَمَّا قَبْلَهٗ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقاً وَاِمَّا اَنْ يَّكُوْنَ غَيْرَ جَارٍ مَجْرَى الْمَثَلِ لِعَدَمِ اسْتِغْنَائِهٖ عَمَّاقَبْلَهٗ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ذٰلِكَ جَزَيْنَا هُمْ بِمَا كَفَرُوْا وَهَلْ نُجَازِيْ اِلَّا الْكَفُوْرَ (وَمِنْهَا) الْاِحْتِرَاسُ وَهُوَ اَنْ يُّؤْتٰى فِيْ كَلَامٍ يُوْهِمُ خِلَافَ الْمَقْصُوْدِ بِمَا يَدْ فَعُهٗ نحو. فَسَقٰى دِيَارَكَ غَيْرَ مُفْسِدِهَا. صَوْبُ الرَّبِيْعِ وَدِيْمَةَ تَهْمِيْ (وَمِنْهَا) التَّكْمِيْلُ وَهُوَ اَنْ يُّؤْتٰى بِفَضْلَةٍ تُزِيْدُ الْمَعْنٰى حُسْنًا نحو وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ اَیْ مَعَ حُبِّهٖ وَذَالِكَ اَبْلَغُ فِيْ الْكَرَمِ.

ترجمہ:۔ اور ان میں سے ایک ایغال ہے اور وہ کلام کو ختم کرنا ہے ایسے لفظ سے جو فائدہ پہنچائے کسی غرض کا کہ اس کے بغیر معنی پورا ہو جائے جیسے مبالغہ خنساء کے قول میں بے شک صخر کی پیروی کرتے ہیں ہدایت یافتہ لوگ گویا کہ وہ صخر پہاڑ ہے

اس کے سر میں آگ ہے اور ان میں سے ایک تذئیل ہے اور وہ ایک جملہ کے بعد دوسرا جملہ لانا ہے جو پہلے جملہ کے معنی پر مشتمل ہو پہلے جملہ کی تاکید کے لیے اور وہ یہ ہے کہ مثل کے قائم مقام ہوگا اس کے معنی کے مستقل ہونے کی وجہ سے اور وہ اپنے ماقبل سے مستغنی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے حق آ گیا اور باطل مٹ گیا ہے شک باطل مٹنے والا ہے یا اپنے ماقبل سے مستغنی نہ ہونے کی وجہ سے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول یہ بدلہ دیا ہم نے ان کو ان کے کفر کی وجہ سے اور نہیں دیتے ہم یہ بدلہ کسی کو مگر ناشکروں کو اور ان میں سے ایک احتراس ہے اور وہ یہ ہے کہ کلام میں ایسی چیز لائی جائے جس میں خلاف مقصود کا وہم ہو جو اس کو دفع کر دے جیسے پس سیراب کر دے تمہارے دیار کو جو ان کے دیاروں کو خراب کرنے والی نہ ہو موسم ربیع کی بارش اس حال میں کہ مسلسل برسنے والی ہو اور ان میں سے ایک تکمیل ہے اور وہ یہ ہے کہ کلام میں زائد لفظ لایا جائے جو معنی کو زیادہ خوبصورت کر دے جیسے اور وہ لوگ کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت کے باوجود یعنی کھانے کی چاہت کے باوجود اور یہ انتہائی درجہ کی سخاوت ہے۔

تشریح:۔ الایغال کبھی ایغال اطناب کے لیے آتا ہے۔

ایغال کا لغوی معنی:۔

انتہا کرنا۔

اصلاحی معنی:۔

کلام کو ختم کرنا ایسے لفظ سے جو کسی غرض کا فائدہ دینے کے لیے ہو باوجود اس بات کے کہ اس کے بغیر معنی مکمل ہو سکتا ہو جیسے خنساء کے قول میں مبالغہ۔

مثال:۔ وان ضحراً لتأتم الهداة به. كانهٔ علم في رأسه نار.

اس شعر میں فی رأسه نار یہ اس کے وصف علم میں مبالغہ کرنا مقصود ہے اگرچہ اس کے بغیر معنی مکمل تھا لیکن ممدوح کی مدح کی غرض کے لیے یہ بات لائی گئی ہے کیونکہ عرب کا رواج یہ تھا کہ جب کوئی ناگوار واقعہ پیش آتا تو پہاڑ کی چوٹ پر آگ روشن کرتے جس کی وجہ سے تمام اہل عرب جمع ہو جاتے تو معلوم ہو جاتا کہ کوئی ناگوار

واقعہ پیش آنے والا ہے۔

(۸) التذییل جملہ کے بعد دوسرے جملے کا آنا بعد میں آنے والا جملہ پہلے جملہ کے معنی پر مشتمل ہو اور جملہ ثانیہ جملہ اول کی تاکید ہو اس کو تذییل کہتے ہیں۔

وھو اما ان یکون جاریا مجری المثل. یہاں سے مصنفؒ تذییل کی قسمیں بیان کررہے ہیں تذلیل کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) دوسرا جملہ ضرب المثل کے قائم مقام ہو اور اس کا معنی مستقل ہو اور جملہ اول سے مستغنی ہو۔

مثال:۔ جاء الحق و زهق الباطل. ان الباطل کان زهوقاً. اس آیت میں دوسرا جملہ ان الباطل کان زهوقا پہلے جملہ کے ہم معنی ہے اور پہلے جملہ کی تاکید ہے اور ضرب المثل کے طور پر ہے جہاں صداقت کا غلبہ اور منافقت کی رسوائی ہو تو ایسے ہر ایک موقع پر یہ قسم استعمال ہوتی ہے حق کا معیار اپنا اپنا ہے مخالف فریق اپنے آپ کو حق اور دوسرے کو باطل مانتا ہے لہٰذا ان الباطل کان زهوقاً یہ تذییل ہے اور یہی اطناب ہے۔

(۲) دوسرا جملہ ضرب المثل کے قائم مقام نہ ہو بلکہ اس کا معنی جملہ اول کی علت پر موقوف ہو۔

مثال:۔ ذلک جزینا هم بما کفروا و هل نجازی الا الکفور. اس آیت میں دوسرا جملہ هل نجازی الا الکفور پہلے جملہ کی تاکید ہے اور اس کے معنی پر مشتمل ہے یعنی اس طرح کی سزا کفار کے ساتھ خاص ہے۔

(۹) الاحتراس کبھی اطناب احتراس کے لیے آتا ہے احتراس کا مطلب یہ ہے کہ کلام میں ایسا جملہ لایا جائے جو خلاف مقصود پیدا ہونے والے وہم کو اس جملہ کے ذریعہ دور کیا جائے۔

مثال:۔ فسقی دیارک غیر مفسدها. صوب الربیع و دیمة تهمی. اس شعر میں غیر مفسدها ایسا جملہ ہے اگر اس کو نہ لاتے تو خلاف مقصود کا وہم پیدا ہوتا کہ وہ بددعا دے رہا ہے تو اس جملہ کو لانے سے پہلے وہ وہم ختم ہو گیا کہ یہ بددعا نہیں ہے بلکہ دعا دے رہا ہے کہ ایسی بارش ہو جو دیار کو نہ گرائے۔

(۱۰) التکمیل کبھی اطناب تکمیل کے لیے آتا ہے یعنی کلام میں کوئی ایسا زائد لفظ لایا جائے جو معنی کے حُسن کو بڑھا دے۔

مثال:۔ ویطعمون الطعام علیٰ حبہ اس مثال میں علی حبہ زائد ہے مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں کہ خود بھوکے رہتے ہیں دوسروں کو کھلاتے ہیں یہ مہمان کے اکرام میں زیادہ بلیغ ہے۔

لغت:۔ صخرا خنساء شاعرہ کے بھائی تھے تـأتم صیغہ واحد مؤنث غائب مضارع باب افعال یعنی اقتدار کرنا ھداۃ ھدیٰ یھدی باب ضرب بمعنی راستہ بتلانا ھداۃ یہ ھادی صفت کی جمع ہے جیسے قضاۃ قاضی کی جمع ہے عَلَمٌ یہاں پہاڑ کے معنی میں آیا ہے اور علم نام کے معنی میں بھی آتا ہے سقی یسقی سقیاً باب ضرب بمعنی سیراب کرنا دیار یہ دار کی جمع ہے بمعنی گھر یہاں پر ملک مراد ہے صوب بمعنی بارش صاب یصوب صوباً باب نصر ینصر بمعنی اوپر سے اترنا۔ خوب بارش ہونا دیمة لگاتار بارش جس میں چمک اور گرج نہ ہو جمع دیم. دیوم. تھمی واحد مؤنث غائب مضارع ھمی یھمی ھمیاً باب ضرب بمعنی جاری ہونا بہنا۔

اشعار کی ترکیب:۔

(۱) وان صخراً لَتَأْتم الھداۃ بہ. کانہٗ علم فی رأسہ نار.

واؤ عاطفہ ان حرف مشبہ بالفعل صخراً اِنَّ کا اسم لام تاکید تـأتم فعل الھداۃ فاعل باء جارہ ضمیر ذوالحال کان حرف مشبہ بالفعل ہٗ ضمیر اسم کان کا علم موصوف فی راسہ جار مجرور متعلق ہوئے کائن مقدر کے کائن اپنے متعلق سے مل کر خبر مقدم نار مبتداء مؤخر۔ مبتدا اپنی خبر سے مل کر صفت موصوف صفت مل کر کان کی خبر کان اپنے اسم وخبر سے مل کر حال ذوالحال اپنے حال سے مل کر مجرور جار مجرور مل کر متعلق ہوئے فعل کے فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۲) فسقی دیارک غیر مفسدھا. صوب الربیع و دیمة تھمی.

فا شعریہ سقی فعل دیارک مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ غیر مفسدھا

مضا مضاف الیہ مل کر حال مقدم صوب الربیع مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ دیمۃ موصوف تھمی صفت موصوف صفت مل کر معطوف۔ معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر ذوالحال مؤخر ذوالحال اپنے حال مقدم سے مل کر فاعل سقی فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ (دعائیہ) انشائیہ ہوا۔

سوالات:۔ (۱) اطناب کی تعریف کریں؟

(۲) اطناب کے دواعی کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں؟

(۳) کلام کو مکرر لانے کے کتنے مقاصد ہیں؟

(۴) ایغال کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ لکھیں؟

(۵) تذییل کی کتنی قسمیں ہیں؟

(۶) امثلہ ذیل میں اطناب کے دواعی کی نشاندہی کریں؟

(۱) حافظ علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطی.

(۲) اتیناک سبعاً من المثانی والقرآن العظیم.

(۳) اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین.

(۴) لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللّٰہ آمنین.

(۵) من کان عدو اللّٰہ و ملئکتہ و رسلہ و جبریل.

(۶) وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد.

(۷) واتی المال علی حبہ.

(۸) اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکفرین.

(۹) کل نفس ذائقۃ الموت.

(۱۰) و من یعمل من الصٰلحت و ھو مؤمن فلا یخاف.

(۱۱) فاتوھن من حیث امرکم اللّٰہ ان اللّٰہ یحب التوابین ویحب المتطھرین نسائکم حرث لکم.

۞۞۞

الخاتمه

فِیْ اِخْرَاجِ الْکَلامِ عَلٰی خِلافِ مُقْتَضَی الظَّاهِرِ اِیْرَادُالْکَلامِ عَلٰی حَسْبِ مَا تَقَدَّمَ مِنَ الْقَوَاعِدِ یُسَمّٰی اِخْرَاجُ الْکَلامِ عَلٰی مُقْتَضَی الظَّاهِرِ وَقَدْ تُقْتَضَی الْاَحْوَالُ الْعُدُوْلَ عَنْ مُقْتَضَی الظَّاهِرِ وَیُوْرَدُالْکَلامُ عَلٰی خِلافِهٖ فِیْ اَنْوَاعٍ مَّخْصُوْصَةٍ (مِنْهَا) تَنْزِیْلُ الْعَالِمِ بِفَائِدَةِ الْخَبَرِ اَوْلازِمِهَا مَنْزِلَةَ الْجَاهِلِ بِهَا لِعَدَمِ جَرْیِهٖ عَلٰی مُوْجِبِ عِلْمِهٖ فَیُلْقٰی اِلَیْهِ الْخَبَرُ کَمَا یُلْقٰی اِلَی الْجَاهِلِ کَقَوْلِکَ لِمَنْ یُؤْذِیْ اَبَاهُ هٰذَا اَبُوْکَ (مِنْهَا) تَنْزِیْلُ غَیْرِالْمُنْکِرِ مَنْزِلَةَ الْمُنْکِرِ اِذَا لاحَ عَلَیْهِ شَیْءٌ مِنْ عَلامَاتِ الْاِنْکَارِ فَیُؤَکَّدُلَه نَحْوُ جَآءَ شَقِیْقٌ عَارِضاً رُمْحَهٗ. اِنَّ بَنِیْ عَمِّکَ فِیْهِمْ رِمَاحٌ.

وَکَقَوْلِکَ لِلسَّائِلِ الْمُسْتَبْعِدِ حُصُوْلَ الْفَرَجِ اِنَّ الْفَرَجَ لَقَرِیْبٌ.

وَتَنْزِیْلُ الْمُنْکِرِ اَوِالشَّاکِّ مَنْزِلَةَ الْخَالِیْ اِذَا کَانَ مَعَهٗ مِنَ الشَّوَاهِدِ مَا اِذَا تَأَمَّلَهٗ زَالَ اِنْکَارُهٗ اَوْشَکُّهٗ کَقَوْلِکَ لِمَنْ یُنْکِرُ مَنْفِعَةَ الطِّبِّ اَوْ یَشُکُّ فِیْهَا

لیے جیسے آیا شقیق اس حال میں کہ چوڑا رکھنے والا تھا اپنے نیزے کو۔ بے شک تیرے چچا کے بیٹوں کے پاس بھی نیزے ہیں اور جیسا کہ تیرا قول اس سائل کے لیے جو کشادگی کے حصول کو محال سمجھتا ہو بے شک کشادگی البتہ قریب ہے اور اتارنا انکار کرنے والے یا شک کرنے والے کو خالی الذہن کے مرتبہ میں جبکہ اس کے پاس ایسے شواہد ہوں جب وہ ان میں غور وفکر کرے تو اس کا انکار یا شک زائل ہو جائے جیسے تیسرا قول اس شخص کے لیے جو علم طب کے فوائد کا انکار کرے یا اس میں شک کرے۔ اَلطِبُّ نَافِعٌ.

تشریح:۔ فی اخراج الکلام علی خلاف مقتضی الظاهر. یہاں سے مصنفؒ خاتمہ کو بیان کر رہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں اگر کلام کو سابقہ قواعد کے مطابق لایا جائے تو اس کا نام ہے اخراج الکلام علی مقتضی الظاہر اور کبھی احوال اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ کلام مقتضی ظاہر کے خلاف لایا جائے تو مقتضی ظاہر کے خلاف لانے کے جو مواقع ہیں وہ مخصوص ہیں ان میں سے ایک یہ ہے۔

(۱) تنزیل العالم بفائدة الخبر او لازمها یعنی عالم بالخبر کو جاہل کے مرتبہ میں اتار کر کلام کو مقتضی ظاہر کے خلاف لایا جاتا ہے اور اس عالم سے ایسی گفتگو کی جاتی ہے جیسے جاہل سے اور یہ اس وقت ہوگا جب عالم اپنے علم کے مطابق عمل نہ کرے جیسے کوئی عالم اپنے باپ کو تکلیف دے رہا ہو اسے یہ کہنا ھذا ابوک یہاں پر اس کو خبر دینا مقصود نہیں ہے کیونکہ اس کو علم ہے کہ یہ میرا باپ ہے لیکن اس کو تنبیہ کرنا مقصود ہے اس بات پر کہ تم اپنے باپ کو تکلیف کیوں پہنچا رہے ہو۔

(۲) تنزیل غیر المنکر منزلة المنکر. ان طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ غیر منکر کو منکر کی جگہ پر اتارنا جبکہ انکار کی علامات میں سے کوئی ایک علامت اس میں پائی جائے تو کلام میں اس کے انکار کو ختم کرنے کے لیے تاکید لاتے ہیں۔

مثال:۔ جیسے جاء شقیق عارضاً رمحهٗ. ان بنی عمک فیهم رماح. اس شعر میں غیر منکر کو منکر کے قائم مقام قرار دیا ہے شقیق نے اپنے نیزے کو سیدھا نہیں رکھا ہوا تھا بلکہ چوڑا رکھا ہوا تھا تو دوسرے آدمی نے جب اس کو دیکھا تو اس کو کہا کہ بے شک تیرے چچا کے بیٹوں کے پاس بھی نیزے ہیں ان بنی عمک اس کو موکد لایا گیا ہے

حالانکہ شقیق اس بات کا انکارنہیں کرتا کہ اس کے چچا کے بیٹوں کے پاس نیزے نہیں ہیں لیکن اس کو دوسرا آدمی شک کے درجہ میں اتار کر کلام کو مؤکد لایا ہے جیسا کہ انکار کرنے والے ہوں۔اسی طرح تیرا قول اس سائل کے لیے جو حصول کشادگی کو دور سمجھتا ہے۔

مثال:۔ان الفرج لقریب. اس مثال میں کلام اِنَّ اور لام کے ساتھ تاکید کر کے لائی گئی ہے اس لیے کہ اس صورت میں بھی غیر منکر کو منکر کے درجہ میں اتارا گیا ہے اور کبھی منکر اور شک کرنے والے کو خالی الذہن کے مرتبہ میں اتارتے ہیں جبکہ اس کے پاس ایسے دلائل ہوں جب وہ ان میں غور وفکر کرے تو اس کا انکار اور شک زائل ہو جائے جیسے تیرا قول اس شخص کے بارے میں جو علم طب کی منفعت کا انکار کرتا ہے یا اس میں شک کرتا ہے۔

مثال:۔الطب نافع. یہاں پر کلام بغیر تاکید کے لائی گئی ہے اس لیے کہ جو آدمی خالی الذہن ہوتا ہے اس کے انکار اور شک کو دور کرنے کے لیے تاکید نہیں لائی جاتی کیونکہ منکر کے پاس دلائل موجود ہیں اس لیے اس کو خالی الذہن کے مرتبہ میں اتارا گیا۔

ترکیب:۔جآء شقیق عارضاً رمحهٗ. ان بنی عمک فیهم رماح.

جاء فعل شقیق ذوالحال عارضاً اسم فاعل رمحة مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ اسم فاعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر حال حال ذوالحال مل کر فاعل جآء کا فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا اِنَّ حروف مشبہ بالفعل بنی مضاف۔ عمک مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ بنی کا مضاف مضاف الیہ مل کر اسم اِنَّ کا فیھم جار مجرور مل کر کائن کے متعلق ہو کر خبر مقدم رماح مبتداء مؤخر مبتدا مؤخر اپنی خبر مقدم سے مل کر خبر اِنَّ کی اِنَّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(وَمِنْهَا) وَضْعُ الْمَاضِيْ مَوْضِعَ الْمُضَارِعِ لِغَرْضٍ كَالتَّنْبِيْهِ عَلٰى تَحَقُّقِ الْحُصُوْلِ نحو اَتٰى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ اَوِ التَّفَاؤُلِ نحو اِنْ شَفَاكَ اللّٰهُ الْيَوْمَ تَذْهَبُ مَعِيَ غَدًا.

وَعَكْسُهٗ اَيْ وَضْعُ الْمُضَارِعِ مَوْضِعَ الْمَاضِيْ لِغَرْضٍ كَاسْتِحْضَارِ الصُّوْرَةِ الْغَرِيْبَةِ فِي الْخَيَالِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَهُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ الرِّيَاحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا

اَیْ فَاَثَارَتْ وَاِفَادَتِ الِاسْتِمْرَارِ فِی الْاَوْقَاتِ الْمَاضِیَةِ نحو لَوْ یُطِیْعُکُمْ فِیْ کَثِیْرٍمن الامر لَعَنِتُّمْ اَیْ لَوْ اِسْتَمَرَّ عَلٰی اِطَاعَتِکُمْ.

(وَمِنْهَا) وَضْعُ الْخَبَرِ مَوْضِعَ الْاِنْشَاءِ لِغَرْضٍ کَالتَّفَاؤُلِ نحو هَدَاکَ اللّٰهُ لِصَالِحِ الْاَعْمَالَ وَاِظْهَارُ الرَّغْبَةِ نحو رَزَقَنِیَ اللّٰهُ لِقَاءَکَ وَالْاِحْتِرَازِ عَنْ صُوْرَةِ الْاَمْرِ تَاَدُّبًا کَقَوْلِکَ یَنْظُرُ مَوْلَایَ فِیْ اَمْرِیْ.

وَعَکْسُهٗ اَیْ وَضْعُ الْاِنْشَاءِ مَوْضَعَ الخبر لِغَرْضٍ کَاِظْهَارُ الْعِنَایَةِ بِالشَّیْءِ نحو قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ وَاَقِیْمُوْا وُجُوْهَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ لَمْ یَقُلْ وَاِقَامَةَ وُجُوْهِکُمْ عِنَایَةً بِاَمْرِ الصَّلٰوةِ وَالتَّحَاشِیْ عَنْ مُوَازَاةِ الْاَ حِقِ بِالسَّابِقِ نحو قَالَ اِنِّیْ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْا اَنِّیْ بَرِیْءٌ مِمَّا تُشْرِکُوْنَ لَمْ یَقُلْ وَاُشْهِدُکُمْ تَحَاشِیًا عَنْ مُوَازَاةِ شَهَادَتِهِمْ بِشَهَادَةِ اللّٰهِ.

وَالتَّسْوِیَةِ نحو اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ کَرْهًا لَنْ یُتَقَبَّلَ مِنْکُمْ.

ترجمہ:۔ اور ان میں سے ماضی کو مضارع کی جگہ پر رکھنا کسی غرض کے لیے جیسے حصول کی تحقیق پر تنبیہ کرنا مثلاً اللہ کا حکم آ گیا پس نہ طلب کرو اسے جلدی یا نیک فال کے لیے جیسے اگر اللہ تجھے شفا دے آج تو کل میرے ساتھ چلنا اور اس کے برعکس یعنی مضارع کو رکھنا ماضی کی جگہ پر جیسے عجیب وغریب صورت کو حاضر کرنا خیال میں جیسے اللہ تعالیٰ کا قول وہی ذات جو بھیجتی ہے ہواؤں کو پس وہ اٹھاتی ہیں بادلوں کو یعنی ان ہواؤں نے اڑایا اور استمرار کا فائدہ پہنچانے کے لیے گزشتہ اوقات میں جیسے اللہ کا قول اگر وہ تمہاری اطاعت کرتا (یعنی رسول) بہت سے کاموں میں تو تم مشقت میں پڑ جاتے یعنی اگر آپ ہمیشہ اطاعت پر قائم رہتے اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ رکھنا ہے خبر کو انشاء کی جگہ پر کسی غرض کے لیے جیسے نیک فال لینا جیسے ہدایت دے اللہ تجھے نیک عمل کی اور اظہار رغبت کے لیے جیسے اللہ تعالیٰ ملا دے مجھے تجھ سے اور احتراز کرنا امر کی صورت سے ادب کی وجہ سے جیسے تیرا قول غور فرمایئے میرے آقا میرے معاملے میں اور اس کے برعکس یعنی رکھنا انشاء کو خبر کی جگہ پر کسی غرض کے لیے جیسا کہ توجہ کو ظاہر کرنا کسی چیز کے ساتھ جیسے آپ فرما دیجیے حکم دیا ہے مجھے میرے رب نے انصاف کا اور تم لوگ سیدھے رکھو اپنے چہروں کو ہر ایک نماز میں نہیں کہا اقامۃ وجوھکم نماز کے حکم

کی طرف توجہ دلانے کے لیے اور بچانا کلام لاحق کو کلام سابق کے ساتھ برابر کرنے سے جیسے کہا اس نے بے شک میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ بے شک میں بری ہوں ان معبودوں سے جن کو تم اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو نہیں کہا کہ میں تم کو گواہ بناتا ہوں بچتے ہوئے ان کی شہادت سے اللہ کی شہادت کے مقابل سے اور برابری کے لیے جیسے خرچ کرو تم خوشی سے یا مجبوری سے تم سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

تشریح:۔ (۳) وضع الماضی موضع المضارع الخ کلام کو مقتضی ظاہر کے خلاف لانے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ ماضی کو مضارع کی جگہ لاتے ہیں کسی غرض کی وجہ سے پھر وہ مقاصد مختلف ہیں مثلاً اس بات پر تنبیہ کرنی ہوتی ہے جو آئندہ ہونے والی چیز ہے گویا کہ اس کے حصول کا تحقق ہو چکا ہے۔

مثال:۔ جیسے اتی امر اللہ فلا تستعجلوہ اس آیت میں اتی ماضی کا صیغہ لائے ہیں حالانکہ ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ اتی کی بجائے یاتی آنا چاہیے لیکن ماضی کا صیغہ لا کر اس بات پر تنبیہ کر دی کہ قیامت کا حصول ہو چکا ہے اس لیے اس بارے میں جلدی نہ کرو اور کبھی ماضی کو مضارع کی جگہ استعمال کرتے ہیں نیک فال کے لیے یعنی اچھی امید کرنا۔

مثال:۔ جیسے ان شفاک اللہ الیوم تذھب معی غداً. اس مثال میں شفا ماضی کا صیغہ ہے حالانکہ ظاہر کا تقاضا یہ تھا کہ ان یشفیک ہونا چاہیے اس لیے کہ ان شرطیہ کے بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ ان استقبال کے لیے آتا ہے اس لیے شرط اور جزاء دونوں فعل مضارع ہوں گے یہاں پر شرط کو ماضی کے صیغہ سے اس لیے تعبیر کیا گویا کہ اس کو شفا ہو چکی ہے اور شفا ہونے پر اس کو خوشی ہوئی ہے۔

وعکسہ ای وضع المضارع موضع الماضی الخ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح ماضی کو مضارع کی جگہ لایا جاتا ہے اسی طرح کبھی مضارع کو ماضی کی جگہ لایا جاتا ہے کسی غرض کے لیے مثلاً عجیب و غریب صورتوں کو خیال میں لانا۔

مثال:۔ جیسے اللہ کا قول وھو الذی ارسل الریاح فیثیر سحابا اس آیت میں تثیر فعل مضارع لایا گیا ہے حالانکہ ظاہر کا تقاضا یہ تھا اثارت فعل ماضی آنا چاہیے لیکن مضارع کو اس لیے لایا گیا ہے کہ عجیب و غریب صورتوں کا استحضار ہو جو دلالت کرتی

ہیں اللہ کی قدرت قاہرہ پر اور کبھی مضارع کو ماضی کی جگہ اس لیے استعمال کرتے ہیں تاکہ گزشتہ زمانوں میں استمرار کا فائدہ دے۔

مثال:۔ جیسے لویطیعکم فی کثیر من الامر لعنتم اس آیت میں لو یطیعکم لو استمرا علٰی اطاعتکم کے معنی میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ اگر وہ ہمیشہ تمہاری اطاعت کرتا تو مشقت میں پڑ جائے کیونکہ ضابطہ یہ ہے کہ لو ماضی پر داخل ہوتا ہے لیکن یہاں پر استمرار کے فائدہ کی وجہ سے مضارع کی طرف عدول کیا ہے۔

(۴) وضع الخبر موضع الانشاء الخ کلام کو مقتضیٰ ظاہر کے خلاف لانے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جملہ خبریہ کو جملہ انشائیہ کی جگہ پر لانا کسی مقصد کے لیے جیسے نیک فال لینا یعنی اچھی امید کرتے ہوئے جملہ خبریہ کو جملہ انشائیہ کی جگہ پر لاتے ہیں۔

مثال:۔ جیسے هداک الله لصالح الاعمال. یہ جملہ اللّٰھم اھدہ کے معنی میں ہے لیکن یہاں پر جملہ انشائیہ کی جگہ پر جملہ خبریہ کو لایا گیا ہے اس لیے کہ مقصد نیک فال لینا ہے یعنی متکلم یہ کہنا چاہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اچھے اعمال کی توفیق دے دی کبھی اظہار رغبت کے لیے جملہ خبریہ کو جملہ انشائیہ کی جگہ پر لاتے ہیں۔

مثال:۔ جیسے رزقنی الله لقاءک یہ اصل میں اللّٰھم ارزقنی لقاءہٗ تھا مگر یہاں پر اظہار رغبت مقصود ہے اس لیے مقتضیٰ ظاہر کے خلاف جملہ خبریہ کو استعمال کیا گیا ہے اور کبھی ادب کا لحاظ کرنے کے لیے صیغہ امر کے استعمال سے بچنے کی غرض سے جملہ خبریہ کو استعمال کرتے ہیں اس لیے کہ صیغہ امر سے حکم دینا مقصود ہوتا ہے جو بڑے کے حق میں بے ادبی ہے تو اس بے ادبی سے بچنے کے لیے جملہ خبریہ کو جملہ انشائیہ کی جگہ پر لایا جاتا ہے۔

مثال:۔ ینظر مولای فی امری. یہ جملہ انظریا مولای فی امری کے معنی میں ہے کیونکہ انظر امر کا صیغہ ہے اور امر میں حاکمانہ انداز ہوتا ہے اور اس میں بے ادبی ہوتی ہے اس سے بچنے کے لیے جملہ خبریہ کو جملہ انشائیہ کی جگہ پر لایا گیا ہے۔

وعکسہٗ ای وضع الانشاء موضع الخبر الخ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جس طریقے سے جملہ خبریہ کو جملہ انشائیہ کی جگہ استعمال کرتے ہیں اسی طرح کبھی جملہ

انشائیہ کو جملہ خبریہ کی جگہ استعمال کرتے ہیں کسی مقصد کے لیے مثلاً کسی چیز پر توجہ کا اظہار کرنا۔

مثال:۔ جیسے قل امر ربی باالقسط و اقیموا وجوھکم عند کل مسجد. آیت مذکورہ میں قل امر ربی با القسط اقیموا امر ہے انشائیہ ہے جبکہ یہ مقام خبر کا ہے کیونکہ اس کا عطف باالقسط پر ہے اور عبارت اس طرح ہے قل امر ربی با القسط اقامة وجوھکم تو اس صورت نماز کے حکم پر پوری توجہ نہ ہوئی تو پوری توجہ کرانے کے لیے اور نماز تاکید کرنے کے لیے جملہ انشائیہ کو استعمال کیا ہے کیونکہ یہ جملہ انشائیہ ہی سے حاصل ہوتا ہے اور کبھی جملہ انشائیہ کو جملہ خبریہ کی جگہ استعمال کرتے ہیں اس لیے کہ بعد والی کلام سابقہ کلام کے مقابل نہ ہو جائے۔

مثال:۔ جیسے قال انی اشھد اللہ و شھدوا انی بری مما تشرکون اس آیت میں و اشھدو کلام انشائیہ ہے جبکہ مقام کلام خبریہ کا ہے یعنی اشھدکم میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم کو بھی گواہ بناتا ہوں لیکن اس صورت میں اللہ کی گواہی اور لوگوں کی گواہی برابر ہو جاتی خالق اور مخلوق دونوں برابر ہو جاتے تو ان برابری سے بچنے کے لیے جملہ انشائیہ کو جملہ خبریہ کی جگہ استعمال کیا ہے جو کہ مقتضی ظاہر کے خلاف ہے اور کبھی دونوں چیزوں کے درمیان برابری ثابت کرنے کے لیے جملہ انشائیہ کو جملہ خبریہ کی جگہ استعمال کرتے ہیں۔

مثال:۔ جیسے انفقوا طوعاً او کرھاً لن یتقبل منکم اس آیت میں انفقوا جملہ انشائیہ ہے حالانکہ ظاہر کا تقاضا یہ تھا کہ انفقتم ہوتا لیکن مقصد یہ بتلانا ہے کہ صدقہ قبول نہ ہونے میں ان کی دونوں حالتیں برابر ہیں اس لیے جملہ انشائیہ کو استعمال کیا گیا ہے۔

(وَمِنْهَا) اَلْاِضمار فِیْ مَقَامِ الْاِظْهَارِ لِغَرَضٍ كَادِّعَاءِ اَنَّ مَرْجِعَ الضَّمِیْرُ دَائِمَ الْحُضُوْرِ فِی الذِّهْنِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ.

اَبَتِ الْوِصَالُ مَخَافَةِ الرُّقَبَاء. وَاَتَتْکَ تَحْتَ مَدَارِعَ الظَّلْمَاءِ.

اَلْفَاعِلُ ضَمِیْرُ لَمْ یَتَقَدَّمَ لَهُ مَرْجِعٌ فَمُقْتَضَی الظَّاهِرِ الْاِظْهَارِ وَتَمْكِیْنُ مَابَعْدَا لِضَمِیْرُ فِیْ نَفْسِ السَّامِعِ لِتَشَوُّقِهِ اِلَیْهِ اَوَّلاً نحو. هِیَ النَّفْسُ مَاحَمَلْتَهَا تَتَحَمَّلُ. هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ، نِعْمَ تلمیذن الْمُؤَدَّبِ.

وَعَكْسُهُ اَیِ الْاِظْهَارُ فِیْ مَقَامِ الْاِضْمَارِ لِغَرَضٍ كَتَقْوِیَةِ دَاعِیِ الْاِمْتِثَالِ كَقَوْلِكَ لِعَبْدِكَ سَیِّدُكَ یَأْمُرُكَ بكذا. وَ (مِنْهَا) الْاِلْتِفَاتُ وَهُوَ نَقْلُ الْكَلَامِ مِنْ حَالَةِ التَّكَلُّمِ اَوِ الْخِطَابِ اَوِ الْغَیْبَةِ اِلٰی حَالَةٍ اُخْرٰی مِنْ ذٰلِكَ فَالنَّقْلُ مِنَ التَّكَلُّمِ اِلَی الْخِطَابِ نَحْوُ وَمَالِیَ لَا اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ اَیْ اَرْجِعُ وَمِنَ التَّكَلُّمِ اِلَی الْغَیْبَةِ نحو اِنَّا اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ وَمِنَ الْخِطَابِ اِلَی التَّكَلُّمِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ.

اَتَطْلُبُ وَصْلَ رُبَّاتِ الْجَمَالِ وَقَدْ سَقَطَ الْمُشِیْبُ عَلٰی قَذَالِیْ.

وَ (مِنْهَا) تَجَاهُلُ الْعَارِفِ وَهُوَ سَوْقُ الْمَعْلُوْمِ مَسَاقَ غَیْرِهٖ لِغَرَضٍ كَا التَّوْبِیْخِ.

نحو اَیَا شَجَرَ الْخَابُوْرِ مَالَكَ مُوْرِقًا. كَاَنَّكَ لَمْ تَجْزَعْ عَلَی ابْنِ طَرِیْفٍ.

ترجمہ:۔ اور ان میں سے ایک طریقہ یہ ہے اسم ضمیر کو اسم ظاہر کی جگہ پر لانا کسی غرض کے لیے جیسے دعویٰ کرنا ہے ضمیر کا مرجع متکلم کے ذہن میں ہمیشہ حاضر ہے جیسے شاعر کا قول انکار کیا ملنے سے محبوبہ نے رقیبوں کے ڈر سے اور آئی وہ محبوبہ میرے پاس تاریکیوں کے پردوں کے نیچے سے فاعل ضمیر ہے جس کا مرجع پہلے نہیں ہے پس ظاہر کا تقاضا اسم ظاہر ہے اور پختہ کرنا ضمیر کے مابعد کو سامع کے دل میں بوجہ مشتاق ہونے اس کی طرف اولاً جیسے وہ نفس ہی تو ہے جو تو اس پر بوجھ ڈالے گا وہ اٹھائے گا۔ وہ اللہ ایک ہے۔ اچھا ہے ادب سکھانے والے کا شاگرد اور اس کے برعکس یعنی اسم ظاہر کو اسم ضمیر کی جگہ پر لانا کسی غرض کے لیے جیسے مضبوط کرنا حکم کے داعی کو جیسا کہ تیرا قول اپنے غلام کو تمہارا آقا تمہیں اس کا حکم دیتا ہے اور ان میں سے التفات ہے اور وہ کلام کو نقل کرنا ہے متکلم یا خطاب یا غیبت کی حالت سے دوسری حالت کی طرف پس منتقل کرنا کلام کو متکلم سے خطاب کی طرف جیسے مجھے کیا ہو گیا کہ میں نہ عبادت کروں اس ذات کی جس نے مجھے پیدا کیا اور اسی کی طرف تم کو لوٹایا جائے گا یعنی مجھ کو لوٹایا جائے گا اور کلام کو منتقل کرنا متکلم سے غائب کی طرف جیسے بے شک ہم نے عطاء کیا آپ کو کوثر پس نماز پڑھیں آپ اپنے رب کی اور منتقل کرنا خطاب سے تکلم کی طرف جیسے شاعر کا قول کیا تو طلب کرتا ہے حسین لڑکیوں کو ملنے کو۔ حالانکہ گر پڑا بڑھاپا میری گردن

پر۔ اور ان میں سے تجاہل عارف ہے اور وہ معلوم کو چلاتا ہے غیر معلوم کی جگہ کسی غرض کے لیے جیسے ڈانٹنا اے خابور کے درخت کیوں تم سرسبز و شاداب ہو۔ گویا کہ تم نے ماتم نہیں کیا ابن طریف پر۔

تشریح:۔ الاضمار فی مقام الاظهار الخ کلام کو مقتضیٰ ظاہر کے خلاف لانے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اسم ظاہر کی جگہ اسم ضمیر کو لایا جائے کسی مقصد کے لیے اور وہ مقصد یہ ہے کہ ضمیر کا مرجع متکلم کے ذہن میں ہمیشہ حاضر ہے خواہ اس کا ذکر کیا جائے یا نہ کیا جائے۔

مثال:۔ جیسے ابت الوصال مخافة الرقباء. واتتک تحت مدارع الظلماء.
اس شعر میں ابت اور اتت دونوں واحد مؤنث کے صیغے ہیں ان میں ضمیر ہی ہے جس کا مرجع ماقبل میں مذکور نہیں نہ لفظا نہ معناً اور نہ حکماً اس لیے ظاہر کا تقاضا یہ تھا کہ اسم ظاہر کو لایا جائے لیکن دعویٰ کو ثابت کرنے کی وجہ سے ضمیر لائے اور دعویٰ یہ ہے کہ ضمیر کا مرجع ہمیشہ متکلم کے ذہن میں ہوتا ہے اس لیے اسم ظاہر کی جگہ ضمیر لائے جو مقتضیٰ ظاہر کے خلاف ہے اور کبھی اسم ظاہر کی جگہ ضمیر اس لیے استعمال کرتے ہیں تاکہ ضمیر کے بعد والے اسم کو سامع کے ذہن میں راسخ کر دیا جائے اس لیے کہ جب ابتداء میں ضمیر لائیں گے تو سامع کا اس کے مرجع کی طرف شوق پیدا ہوگا اور شوق کے بعد جو چیز حاصل ہوتی ہے وہ ذہن میں راسخ ہو جاتی ہے۔

مثال:۔ جیسے هی النفس ماحملتها تتحمل اس مثال میں ہی ضمیر قصہ ہے۔ ضمیر قصہ اس کو کہتے ہیں جس کا مرجع مذکور نہ ہو بعد میں آنے والا جملہ اس کی تفسیر کرے۔ یعنی ضمیر کا مرجع النفس ہے حالانکہ ظاہر کا تقاضا یہ تھا کہ اسم شروع میں ہوتا لیکن اس کو بعد میں اس لیے ذکر کیا تاکہ سامع کو رغبت پیدا ہو جب اس کے مرجع کو ذکر کیا جائے گا تو سامع کو شوق پیدا ہوگا اور اسی طریقے سے هو الله احد اس میں پہلے ہو ضمیر کو ذکر کیا تا مابعد ضمیر ذہن میں راسخ ہو جائے اور اس میں هو ضمیر شان ہے اسی طرح نعم تلمیذن المؤدب. نعم میں ضمیر نہیں ہے کیونکہ نعم فعل مدح تلمیذ فاعل المؤدب مخصوص بالمدح ہے۔

وعکسه انی الاظهار فی مقام الاضمار الخ. یہاں سے مصنفؒ یہ

فرماتے ہیں کہ جس طریقے سے اسم ظاہر کی جگہ اسم ضمیر لاتے ہیں اسی طرح اسم ضمیر کی جگہ اسم ظاہر لاتے ہیں کسی مقصد کے لیے مثلاً حکم ماننے کی طرف رغبت دلانے کے لیے۔

مثال:۔ تیرا قول اپنے غلام کے لیے سیدک یا مرک بکذا. اس مثال میں ظاہر کا تقاضا یہ تھا انا امرک بکذا کہتے کیونکہ مقام تکلم ہے اور متکلم اپنے آپ کو ہمیشہ ضمیر میں پیش کرتا ہے لیکن ضمیر کی جگہ لفظ سید اسم ظاہر کو استعمال کیا ہے تاکہ حکم ماننے کے سبب کی تقویت ہو اور غلام کو اس کے کرنے کی رغبت ہو کیونکہ آقا کا نام سنتے ہی غلام حکم کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

(۶) ومنها الالتفات الخ کلام کو مقتضیٰ ظاہر کے خلاف لانے کی ایک صورت التفات ہے۔

التفات کی تعریف:۔

التفات کہتے ہیں کہ کلام کو تکلم یا خطاب یا غیبت کی حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل کرنا ہے التفات کی تین حالتیں ہیں۔

(۱) تکلم سے خطاب کی طرف کلام کو منتقل کرنا۔

مثال:۔ جیسے وما لی لا اعبد الذی فطرنی والیه ترجعون. اس آیت میں پہلا فعل متکلم کے صیغہ کے ساتھ ہے اور دوسرا خطاب کے ساتھ جبکہ ظاہر کا تقاضا یہ تھا کہ ترجعون کی جگہ ارجع ہوتا تاکہ دونوں فعلوں میں برابری ہو جاتی مگر ترجعون کلام کی حالت کو تکلم سے خطاب کی طرف منتقل کر دیا گیا ہے اس لیے ترجعون کو لائے ہیں جو کہ مقتضیٰ ظاہر کے خلاف ہے۔

(۲) کلام کو تکلم سے غیبت کی طرف منتقل کرنا۔

مثال:۔ جیسے انا اعطینک الکوثر فصل لرب. اس آیت میں انا اعطینک الکوثر حالت تکلم ہے اور فصل لربک یہاں اسم ظاہر کو استعمال کیا گیا ہے اور اسم ظاہر غائب کے درجہ میں ہوتا ہے جبکہ ظاہر کا تقاضا یہ تھا کہ فصل لنا ہوتا مگر کلام کو تکلم سے غیبت کی طرف منتقل کر دیا گیا ہے اس لیے فصل لربک کو ذکر کیا ہے جو کہ مقتضیٰ ظاہر کے خلاف ہے۔

(۳) کلام کو خطاب سے تکلم کی طرف منتقل کرنا۔

مثال:۔ اتطلب وصل ربات الجمال. وقد سقط المشیب علیٰ قذالی.

اس شعر میں شاعر اتطلب میں اپنے آپ کو خطاب کر رہا ہے اور قذالی میں اپنے آپ کو صیغہ تکلم میں پیش کرتا ہے حالانکہ ظاہر کا تقاضا یہ تھا کہ قذالک ہوتا لیکن کلام کو خطاب سے تکلم کی طرف منتقل کر دیا گیا ہے اس لیے قذالی کو ذکر کیا جو کہ مقتضی ظاہر کے خلاف ہے۔

(۷) ومنها تجاهل العارف یہاں سے مصنفؒ فرماتے ہیں کلام کو مقتضی ظاہر کے خلاف لانے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ تجاہل عارف ہے۔

تجاھل عارف کی تعریف:۔

یہ ہے کہ امر معلوم کو امر غیر معلوم کی جگہ استعمال کرنا یعنی کسی چیز کو جاننے کے باوجود انجان بن جانا کسی غرض کے لیے اس کو تجاہل عارف کہتے ہیں مثلاً ڈانٹنا۔

مثال:۔ ایا شجر الخابور مالک مورقاً. کانک لم تجزع علی ابن طریفٍ

اس شعر کو کہنے والی لیلیٰ بنت طریف ہے جو اس نے اپنے بھائی ولید بن طریف کے بارے میں کہا اور ولید کو یزید بن معاویہ نے قتل کر دیا تھا تو لیلیٰ کو اس بات کا پورا یقین ہے کہ جزع فزع ذوی العقول کی صفات میں سے ہے اور شجر غیر ذوی القعول سے ہے لہٰذا اس سے جزع فزع کا مطالبہ کرنا بے فائدہ ہے لیکن اس کے باوجود جزع فزع کا مطالبہ کرنا جان بوجھ کر انجان بنتا ہے اور مقصود اس سے صرف جھڑکنا ہے اور یہ ظاہر کرنا ہے کہ ابن طریف کی شخصیت اس قدر غیر معمولی تھی کہ اس کے کارناموں سے نباتات جمادات اور غیر ذوی العقول بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

لغت:۔ اَبَتْ صیغہ واحد مونث غائب ماضی ابی یابی اباءً باب فتح یفتح بمعنی انکار کرنا الوصال وصل یوصل وصلاً وصلة و وصالاً باب ضرب بمعنی ملنا مخافة خاف یخاف خوفاً باب سمع یسمع بمعنی ڈرنا الرقباء صیغہ صفت رقیب کی جمع بمعنی نگرانی کرنا یہاں پر مراد دشمن اور حاسدین ہیں مدارع ہے مدرعة کی بمعنی جبہ، کوٹ یہاں پردہ مراد ہے ظلماء تاریکی جیسے کہا جاتا ہے لیلة ظلماء تاریک رات

شجر بمعنی درخت خابور درخت کا نام ہے مورقا اسم فاعل باب افعال اورقا الشجر بمعنی درخت کا پتے دار ہونا لم تجزع صیغہ واحد مذکور حاضر نفی جحد بلم جزع یجزع جزعاً باب سمع بمعنی بے صبری کرنا۔ افسوس کرنا۔

اشعار کی ترکیب:۔

(۱) ابت الوصال مخافة الرقباء. واتتک تحت مدارع الظلماء.

ابت فعل فاعل الوصال مفعول بہ مخافة الرقباء مرکب اضافی مفعول لہٗ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور مفعول لہٗ سے مل کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ اتت فعل بفاعل ک ضمیر مفعول بہ تحت مدارع الظلماء مرکب اضافی مفعول فیہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ و مفعول فیہ سے مل کر معطوف معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

(۲) اتطلب وصل ربات الجمال. وقد سقط المشیب علی قذالی.

ہمزہ استفہام تطلب فعل انت ضمیر ذوالحال وصل مضاف ربات مضاف الجمال مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ وصل کا وصل مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مفعول بہ واؤ حالیہ قد تحقیقیہ سقط فعل المشیب فاعل علی جارہ قذالی مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور جار مجرور مل کر متعلق سقط کے فعل اپنے فاعل اور متعلق ہے مل کر حال ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل تطلب کا فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا انشائیہ ہو کر جواب۔

(۳) ایا شجر الخابور مالک مورقاً. کانک لم تجزع علی ابن طریف.

ایا حرف نداء قائم مقام ادعوا کے ادعوا فعل بفاعل شجر الخابور مضاف مضاف الیہ مل کر منادیٰ مفعول بہ ادعوا کا فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر نداء ما استفہامیہ مبتداء لام جارہ ک ضمیر ذوالحال مورقا حال اول کانّ حرف مشبہ بالفعل ک ضمیر منصوب منفصل اس کا اسم لم تجزع فعل بفاعل علی جارہ ابن طریف مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور جار مجرور مل کر ظرف لغو متعلق لم تجزع کے فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر کانّ اپنے اسم و خبر سے مل کر حال ثانی ک ضمیر اپنے دونوں حالوں

سے مل کر مجرور مل کر متعلق ثبت محذوف کے ثبت اپنے متعلق سے مل کر خبر مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہو کر جواب نداء نداء اپنے جواب نداء سے مل کر جملہ ندائیہ ہوا۔

(وَمِنْهَا) اُسْلُوْبُ الْحَكِيْمِ وَهُوَ تَلَقِّى الْمُخَاطَبِ بِغَيْرِ مَا يَتَرَقَّبُهُ اَوِ السَّائِلِ بِغَيْرِ مَايَطْلُبُهُ تَنْبِيْهًا عَلٰى اَنَّهُ الْاَوْلٰى بِالْقَصْدِ. فَالْاَوَّلُ يَكُوْنُ بِحَمْلِ الْكَلَامِ عَلٰى خِلَافِ مُرَادِ قَائِلِهٖ كَقَوْلِ الْقُبَعْثَرِى لِلْحَجَاجِ (وَقَدْ تَوَعَّدَهُ بِقَوْلِهٖ لَاَحْمِلَنَّكَ عَلَى الْاَدْهَمِ) مِثْلُ الْاَمِيْرِ يَحْمِلُ عَلَى الْاَدْهَمِ وَالْاَشْهَبِ فَقَالَ لَهُ الْحَجَاجُ اَرَدْتُ الْحَدِيْدَ فَقَالَ الْقُبَعْثَرِى لَاَنْ يَّكُوْنَ حَدِيْدًا خَيْرٌ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ بَلِيْدًا. اَرَادَ الْحَجَّاجُ بِالْاَدْهَمِ الْقَيْدَ وَبِالْحَدِيْدِ الْمَعْدَنَ الْمَخْصُوْصَ وَحَمَلَهَا الْقُبَثْرِى عَلَى الْفَرَسِ الْاَدْهَمِ الَّذِىْ لَيْسَ بَلِيْدًا. وَالثَّانِىْ يَكُوْنُ بِتَنْزِيْلِ السُّؤَالِ مَنْزِلَةَ سُؤَالٍ اٰخَرَ مُنَاسِبٍ لِحَالَةِ السَّائِلِ كَمَا فِىْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى (يَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ سَأَلَ بَعْضُ الصَّحَابَةِ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَابَالُ الْهِلَالِ يَبْدُوْ دَقِيْقًا ثُمَّ يَتَزَايَدُ حَتّٰى يَصِيْرُ بَدْرًا ثُمَّ يَتَنَاقَصُ حَتّٰى يَعُوْدَ كَمَا بَدَءَ. فَجَاءَ الْجَوَابُ عَنِ الْحِكْمَةِ الْمُتَرَتِّبَةِ عَلٰى ذٰلِكَ لِاَنَّهَا اَهَمُّ لِلسَّائِلِ. فَنُزِّلَ سُؤَالُهُمْ عَنْ سَبَبِ الْاِخْتِلَافِ مَنْزِلَةَ السُّؤَالِ عَنْ حِكْمَتِهٖ.

(وَمِنْهَا التَّغْلِيْبُ وَهُوَ تَرْجِيْحُ اَحَدِ الشَّيْئَيْنِ عَلَى الْاٰخَرِ فِىْ اِطْلَاقِ لَفْظِهٖ عَلَيْهِ كَتَغْلِيْبِ الْمُذَكَّرِ عَلَى الْمُؤَنَّثِ فِىْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى (وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِيْنَ) وَمِنْهُ الْاَبَوَانِ لِلْاَبِ وَاللَّامِّ وَكَتَغْلِيْبِ الْمُذَكَّرِ وَالْاَخَفِّ عَلٰى غَيْرِ هِمَا نَحْوُ الْقَمَرَيْنِ اَىِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ. وَالْعُمَرَيْنِ اَىْ اَبِىْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ. وَالْمُخَاطِبِ عَلٰى غَيْرِهٖ نَحْوُ (لَنُخْرِجَنَّكَ يَاشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَا اَوْلَتَعُوْدُنَّ فِىْ مِلَّتِنَا اُدْخِلَ شُعَيْبٌ بِحُكْمِ التَّغْلِيْبِ فِىْ لَتَعُوْدُنَّ فِىْ مِلَّتِنَا مَعَ اَنَّهُ لَمْ يَكُنْ فِيْهَا قَطُّ حَتّٰى يَعُوْدَ اِلَيْهَا وَكَتَغْلِيْبِ الْعَاقِلِ عَلٰى غَيْرِهٖ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

ترجمہ:۔ اور ان میں سے اسلوب حکیم ہے اور وہ یہ ہے کہ مخاطب کو ملنا ہے اس

کلام کے علاوہ جس کا وہ مخاطب منتظر ہے یا سائل کے لیے وہ بات کہنا جس کو وہ طلب نہیں کرتا اس بات پر تنبیہ کرنے کی وجہ سے کہ وہ زیادہ بہتر ہے مقصد کے ساتھ پس اول وہ محمول کرنا ہے کلام کو اس کے قائل کی مراد کے خلاف پر جیسے قبعثری کا کہنا حجاج کو جبکہ اس نے اپنے قول سے دھمکی دی تھی ضرور میں تجھے بیڑی پر سوار کروں گا امیر جیسا آدمی سیاہ اور سفید گھوڑے پر سوار کرتا ہے پس کہا حجاج نے اس قبعثری کو میں نے ارادہ کیا ہے لوہے کا پس کہا قبعثری نے حدید ہونا بہتر ہے بعید ہونے سے ارادہ کیا حجاج نے ادھم سے قید اور حدید سے معدن مخصوص اور محمول کیا اس کو قبعثری نے سیاہ گھوڑے پر جو کہ ست نہ ہو اور ثانی ہوتا ہے ایک سوال کو دوسرے سوال کے مرتبہ میں اتارنا جو سائل کی حالت کے مناسب ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول میں وہ سوال کرتے ہیں آپ سے چاند کے بارے میں آپ فرما دیجیے وہ لوگوں اور حج کے لیے وقت مقررہ ہے نبی کے بعض صحابہ نے پوچھا چاند کا کیا حال ہے ظاہر ہوتا ہے باریک پھر زیادہ ہوتا ہے یہاں تک کہ ہو جاتا ہے بدر پھر گھٹنا شروع ہو جاتا ہے یہاں تک کہ لوٹ آتا ہے جیسا کہ شروع میں تھا پس آیا جواب اس حکمت کے متعلق جو مرتب ہوتی ہے اس سوال پر اس لیے کہ سائل کے لیے وہ جواب زیادہ اہم ہے پس اتارا گیا ان کے سوال کو جو چاند کے اختلاف کے متعلق تھا چاند کی حکمت کے سوال کے درجہ میں اور ان میں سے ایک تغلیب ہے اور وہ ترجیح دینا ہے دو چیزوں میں سے ایک کو دوسرے پر اس چیز کے لفظ کا اطلاق کرنے میں دوسری چیز پر جیسے مذکر کو مونث پر غالب کرنا ہے اللہ تعالیٰ کے قول میں اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی اور اس سے ابوان ہے باپ اور ماں کے لیے جیسے مذکر کی تغلیب اور اخف کی تغلیب ان دونوں کے علاوہ پر یعنی (غیر مذکر کو غیر اخف پر) جیسے القمرین یعنی سورج اور چاند اور دو عمر یعنی ابو بکر، عمر رضی اللہ عنہ اور مخاطب کی تغلیب غیر مخاطب پر جیسے اے شعیب ہم ضرور نکال دیں گے تم کو اور ان لوگوں کو جو تمہارے ساتھ ایمان لائے ہیں اپنی بستی سے یا یہ کہ تم لوٹ آؤ گے ہمارے دین میں داخل کر دیا گیا شعیب علیہ السلام کو تغلیب کے حکم کے ساتھ لتعودن فی ملتنا میں باوجود اس بات کے کہ حضرت شعیب کبھی بھی ملت کفر میں نہیں تھے حتیٰ کہ وہ لوٹیں ان کے دین کی طرف اسی طرح عاقل کی تغلیب اس کے غیر پر جیسے اللہ تعالیٰ کا قول تمام تعریفیں اس

اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔

تشریح:۔ ومنها اسلوب الحکیم یہاں سے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ مقتضیٰ ظاہر کے خلاف کلام لانے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ اسلوب حکیم ہے۔ اسلوب حکیم یہ ہے کہ مخاطب کے سامنے خبر کو اس طرح پیش کیا جائے جس کی وہ توقع نہ رکھتا ہو یا سائل کو ایسا جواب دیا جائے جو اس کے مقصد کے خلاف ہو اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) مخاطب کے سامنے غیر متوقع خبر کو پیش کرنا بایں طور کہ قائل کی مراد کے خلاف اس کے کلام کو محمول کیا جائے مثلاً قبعثری کا وہ قول جو اس نے حجاج بن یوسف سے کہا تھا مثل الامیر یحمل علی الادھم والا شھب یہ قول قبعثری نے حجاج کو اس وقت کہا تھا جب اس نے قبعثری کو دھمکی دی تھی لاحملنک علی الادھم کہہ کر۔ تو حجاج نے کہا میں نے ادھم سے حدید مراد لیا ہے تو قبعثری نے کہا لان یکون حدیداً خیرٌ من ان یکون بلیداً تو اس مثال میں حجاج نے ادھم سے حدید مرا لیا تھا مطلب یہ تھا کہ میں تجھے بیڑی کی سزا دوں گا مگر قبعثری نے ادھم کو حجاج کی مراد کے خلاف اس ادھم پر محمول کیا جو عمدہ گھوڑے کے وصف کے طور پر استعمال ہوتا ہے اس کا قرینہ اشہب ہے اور یہ کہا کہ میں اس لائق نہیں کہ ادھم اور اشہب پر سوار کیا جاؤں یہ تو صرف امیروں کے شایان شان ہے پھر حجاج نے قبعثری سے کہا کہ میں ادھم سے حدید یعنی بیڑی مراد لی ہے مگر قبعثری نے اس کے قول حدید کو حدید پر محمول کیا جو تیز رو گھوڑے کے معنی میں ہے اور کہا لان یکون حدیداً خیر من ان یکون بلیداً۔

الثانی اور دوسری صورت یہ ہے کہ سائل کو خلاف مقصود جواب دینا اس طریقے سے سائل کے سوال کو کسی ایسے دوسرے سوال کے درجہ میں اتارنا جو سائل کی حالت کے مناسب ہو پھر اس دوسرے سوال کا ہی جواب دیا جائے۔

مثال:۔ یسئلونک عن الاهلة قل هي مواقيت للناس آیت مذکورہ میں بعض صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چاند کے متعلق سوال کیا چاند کا کیا معاملہ ہے کہ ابتداء میں باریک ہوتا ہے پھر بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ ماہ کامل ہو جاتا ہے پھر گھٹتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسی حالت پر آجاتا ہے جیسا کہ شروع میں تھا حقیقت میں صحابہ کا سوال چاند کی حالت کے مختلف اور روشنی کی کمی زیادتی کے بارے میں تھا لیکن اللہ تعالیٰ

نے صحابہ کرام کے اس سوال کا جواب نہیں دیا بلکہ ان کے سوال کو دوسرے سوال کے درجہ میں اتار کر اس دوسرے سوال کا جواب دیا قل ھی مواقیت للناس والحج یعنی چاند کی مختلف حالت کے بارے میں سوال کرنا بے فائدہ ہے اور اس سے تمہاری غرض بھی وابستہ نہیں بلکہ تم یہ سوال کرتے کہ چاند کے نکلنے کی حکمت کیا ہے یہی وہ دوسرا سوال ہے جس کے درجہ میں ان کے سوال کو اتارا گیا اور اسی سوال کا جواب دیا گیا کہ چاند کے نکلنے اور غروب ہونے میں یہ حکمت ہے کہ اس سے حج وغیرہ کی تاریخوں کا پتہ چلتا ہے۔

(۹) ومنها التغليب. مقتضی ظاہر کے خلاف کلام لانے کا ایک طریقہ تغلیب ہے۔

تغلیب کی تعریف:۔

دو چیزوں میں سے ایک کو دوسرے پر غلبہ دیا جائے اس طریقہ سے کہ ایک ہی لفظ کا دونوں چیزوں پر اطلاق ہو جائے مثلاً مذکر کی تغلیب مونث پر جیسے وكانت من القانتين. اس آیت میں مذکر کو مونث پر غلبہ دیا اس طرح کہ یہ آیت حضرت مریم علیہا السلام کے بارے میں ہے اور کانت میں ضمیر کا مرجع بھی حضرت مریم ہیں اس لیے ظاہر کا تقاضا یہ تھا کہ قانتین کی بجائے قانتات ہوتا لیکن مذکر کی تغلیب کی وجہ سے قانتین کہا گیا۔

مثال:۔ ابوان میں بھی مذکر کو مونث پر غلبہ دیا گیا ہے اس طرح کہ ابوین کا اطلاق ماں اور باپ دونوں پر ہوتا ہے ابوان یہ اب کا تشنیہ ہے مگر تغلیباً دونوں کو ابوان کہا گیا اسی طریقے سے کبھی مذکر اور کم درجے والے کو غلبہ دیا جاتا ہے ان دونوں کے علاوہ پر جیسے قمرین قمر یہ مذکر ہے اور شمس مونث ہے تو یہاں مذکر کو مونث پر غلبہ دیا ہے اور کبھی اخف کو غیر اخف پر ترجیح دیتے ہیں۔

مثال:۔ جیسے عمرین یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ یہاں پر ابوبکر غیر اخف ہے اور عمر اخف ہے تو اخف کو غیر اخف پر ترجیح دیتے ہوئے عمرین کہا اسی طرح کبھی مخاطب کو غیر مخاطب پر ترجیح دیتے ہیں۔

مثال:۔ جیسے لنخرجنک یا شعیب والذین آمنوا معک من قریتنا اولتعودن فی ملتنا.

اس آیت میں اولتعودن فی ملتنا میں حضرت شعیب علیہ السلام کو بھی ان کی قوم کے ساتھ داخل کیا گیا باوجود اس کے کہ حضرت شعیب کی قوم کافر بھی اور پیغمبر کفر سے محفوظ ہوتا ہے نبوت سے پہلے بھی اور بعد میں بھی پھر ان کی ملت میں لوٹ کر جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا مگر تعلیباً ایسے کہہ دیا گیا اسی طرح کبھی عاقل کو غیر عاقل پر غلبہ دیتا۔

مثال:۔ جیسے الحمد للہ رب العالمین اس مثال میں عالمین جمع مذکر سالم لائی گئی ہے عالم اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ساتھ اللہ کو پہچانا جائے اس میں عقلاء اور غیر عقلاء سب داخل ہیں مثلاً انسان جاندار جن وغیرہ یہ سب عقلاء ہیں اور زمین آسمان وغیرہ یہ سب غیر عقلاء ہیں تو یہاں پر عاقل کو غیر عاقل پر ترجیح دی گئی ہے اس لیے جمع مذکر سالم کو لائے ہیں۔

سوالات:۔

(۱) کلام کو مقتضی ظاہر کے خلاف لانے کے مواقع بیان کریں۔
(۲) غیر منکر کو منکر کی جگہ پر اتارنے کی علامات بتائیں۔
(۳) التفات کی تعریف کریں۔
(۴) التفات کی کتنی حالتیں ہیں اور کون کون سی ہیں ہر ایک کو مع امثلہ بیان کریں۔
(۵) تجاہل عارف کی تعریف مع امثلہ بتائیں۔
(۶) اسلوب حکیم کسے کہتے ہیں اس کی کتنی صورتیں ہیں اور کون کون سی ہیں۔
(۷) تغلیب کی تعریف مع امثلہ بتائیں۔

ختم شد

قیمت	مصنف	نام کتاب	نمبر شمار
735	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	خطباب ختم نبوت (۴ جلد)	01
220	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ (سوانح و افکار)	02
160	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ (سوانح و افکار)	03
200	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	خطبات جالندھریؒ (مولانا محمد علی جالندھری)	04
200	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	سید محمد یوسف بنوریؒ (سوانح و افکار)	05
160	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	خطبات لدھیانویؒ (شہید ختم نبوت مولانا یوسف لدھیانوی)	06
180	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	مولانا لال حسین اختر (سوانح و افکار)	07
200	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	مجالس ذکر (مولانا عبید اللہ انور)	08
150	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	غازی عامر چیمہ شہیدؒ	09
470	صاحبزادہ طارق محمودؒ	صدائے محراب (2 جلد)	10
70	مولانا محمد عمیر شاہین	ذوق خطابت	11
140	مولانا محمد عمیر شاہین	خطبات سیرت النبی ﷺ (مولانا طارق جمیل)	12
80	مولانا محمد عمیر شاہین	راہ علم کے مسافر	13
150	محمد ناصر خان	طالبان قیدیوں پر کیا بیتی؟	14
220	محمد متین خالد	قادیانی راسپوٹینوں کے عبرت ناک انجام	15
100	مولانا محمد اسلم زاہد	جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات	16
100	مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی	خلفائے راشدینؓ (صدیق)	17
150	مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ	پیغام ہدایت	18
	مولانا مفتی محمد ارشاد قاسمی	جنتی عورت	19
	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	روشنی کا سفر (عیسائیت سے اسلام تک)	20
	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	سید حسین احمد مدنیؒ (سوانح و افکار)	21
	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	خطبات ندویؒ (مولانا ابوالحسن علی ندوی)	22
	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ (سوانح و افکار)	23
	محمد متین خالد	فضائل ختم نبوت	24
	قاری ابوبکر صدیق	حیات مسیح علیہ السلام (مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی)	25
	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	مولانا شمس الحق افغانی (سوانح و افکار)	26
	مولانا سعید انصاریؒ	سیر الصحابیات	27